خصوصیات:۔ علم تخلیقی روح القدس کا نور، عصمت کے دلائل
وصایت۔ عزاداری۔ عمل بمطابق علم المعروف حکمت

از قلم خاکپائے قائم آل محمد (الحجت) ابن حسن العسکری،
الحاج مولوی سید ابو علی شاہ زیدی سابق خطیب شیعہ جامع مسجد خانیوال
حال خطیب شیعہ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیعہ مذہب کے

اصولِ دینؒ

(حصّہ دوم)

نبوّت

(از آدمؑ تا عیسیٰ علیہم السلام)

خصوصیات، علم تخلیقی[1] (روح القدس کا نور) عصمت[2] کے دلائل۔ وصایت[3]
عزاداری۔ عمل بمطابق علم المعروف حکمت

از قلم خاکپائے قائم آلِ محمدؐ (الحجت ابن حسن العسکری)
الحاج مولوی سید ابو علیؒ شاہ زیدی سابق خطیب شیعہ جامع مسجد خانیوال
حال خطیب شیعہ کراچی

نام کتاب :- شیعہ مذہب کے اصول دین حصہ دوم "نبوت" (آدمؑ تا عیسٰیؑ)

ناشر :- الحاج وزائر مولوی سید بو علی شاہ زیدی

مطبع :- نیو سلمان پرنٹنگ پریس سادات کالونی ڈرگ روڈ کراچی

قیمت :- =/۱۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

۱۔ محفوظ بک ایجنسی :- امام بارگاہ شاہ نجف مارٹن روڈ۔ کراچی

۲۔ احمد اسٹیشنرز :- انچولی بازار۔ کراچی فیڈرل بی ایریا

۳۔ حق برادرز :- ۱۶۔ انار کلی۔ لاہور

۴۔ تمہید کوثری :- دفتر ذوالفقار محمد علی جوہر روڈ پشاور۔

۵۔ کمرہ ۹/۴ ـــــــــ اندرون نیشنل ہوٹل محلہ جنگی خیبر بازار پشاور

دیگر کتب وناشر و مؤلف

۱۔ اصول دین حصہ اول (توحید وعدل)

۲۔ جعفری تحفۃ العوام مترجم (مکمل ضابطہ حیاتِ اسلامی

اور مکمل سال بھر کے اعمال۔ ادعیہ

نیز مکمل حج وزیاراتِ معصومینؑ

ملنے کا پتہ

حق برادرز۔ ۱۶۔ انار کلی۔ لاہور

فہرست

انبیاء کی ضرورت

عام انسان یا بشر محض سب کے سب جاہلِ مطلق پیدا ہوتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ	اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے
لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (النحل: ۷۸)	اس طرح پیدا کیا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔

جاہل پیدا ہونے والے انسانوں کے لئے علم لے کر پیدا ہونے والے صاحب علم وصاحبِ خبر (انبیاء) کی ضرورت ہے تاکہ تمام نا۔ قابلِ اطاعت اور صاحبانِ علم وخبر (انبیاء) سے علم وخبر حاصل کرنے پر جاہل لوگ مجبور ہوں اور علم و اخبار حاصل کریں۔

انبیاء کا معصوم ہونا ضروری ہے

گناہ گار لوگوں کی ہدایت کیلئے معصوم (گناہوں سے محفوظ) ہادیانِ برحق کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان کے علم وخبر و خبر یا عمل سے ہدایت ہوسکے۔

ہدایت | صحت مند علم وعمل سے ہوتی ہے۔

گناہ یا غلط کام | گناہ یا غلط کام باعثِ گمراہی ہوتا ہے۔

اگر ہادی معصوم نہ ہو۔ گناہ یا غلط کام کرے تو گمراہ کُن ہوگا۔ ہادی نہیں ہوسکتا۔ ہدایت گمراہی کی ضد ہے۔ پس ہادی ضد ہے گمراہ کُن کی۔

الضد ان لا یجتمعان : دو ضدیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔

پس اگر ہادی ہے تو اس سے گمراہی یا گناہ کا فعل نہیں ہوسکتا۔ یعنی ہادی کا معصوم عن الخطا ہونا واجب ہے۔

پس ہادی (معصوم عن الخطا) روح القدس ہیں۔ جو لباس بشر میں انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔

بُنیادِ نبوت

کوئی عمارت پہلی اینٹ (بنیاد) رکھے بغیر نہیں بن سکتی۔ نہ ہی بنیاد کے بغیر قائم رہ سکتی ہے۔ کتاب کی بُنیاد الفاظ ہیں۔ اگر الفاظ ہی نہ ہوں تو کتاب کا وجود ناممکن ہے اور اگر الفاظ (بنیاد) مٹا دیئے جائیں تو کتاب کا وجود اور فیض ختم ہو جائیں گے۔

کُلیّہ | کوئی شے بغیر بُنیاد کے نہ قائم ہو سکتی ہے نہ فیض پہنچا سکتی ہے۔

نبوت کی بُنیاد سب سے پہلے نبیؑ کی سب سے پہلی خبر ہے اور وہ ہے "علم الاسمآءَ کلھا" پنجتن پاک محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ علیہم السلام کی معرفت (جو نورِ اوّل و مخلوق اوّل ہیں اور بنیاد تخلیقِ الٰہی ہیں)۔

حدیثِ قدسی میں ہے کہ ان پنجتنؑ پاک کو اللہ تعالےٰ نے اپنی معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور باقی مخلوقات کو ان کی معرفت کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ بُنیادِ نبوت پنجتن پاک کی معرفت پر رکھی گئی۔

پنجتنؑ پاک کا منکر و دشمن | بُنیادِ نبوت کا یعنی کل انبیاءؑ کا منکر و دشمن ہے اور خدا کا دشمن ہے۔

کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں | جس نے بُنیادِ نبوت (علم الاسما کلھا) پنجتن پاک کی خبر اور معرفت پیش نہ کی ہو۔

پنجتن پاک نورِ اوّل کا سُورج ہیں۔

جن کی کرنیں رحمۃ للعلمین بن کر کُل عالمین و جملہ مخلوقات کو رحمتِ الٰہی کا

کا فیض پہنچا رہی ہیں جن کی بے شمار نورانی کرنیں اوصافِ حمیدہ کے لباس میں بے شمار علوم کو منکشف و پیدا کرنے کا باعث ہیں۔

جن کی نورانی کرنوں سے ملائکہ اور نورانی پسینہ کے قطروں سے انبیاءؑ و مرسلینؑ پیدا ہوئے۔ (احادیث حیاۃ القلوب)

مقصودِ نبوت کا کمال

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ (الانعام : ۱۶۲)

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب کچھ) رب العٰلمین اللہ کے لئے ہے۔

ذبحِ عظیم سیّد الشہداء سوارِ دوشِ رسولؐ سیدنا امام حسین علیہ السّلام نے کربلا کے میدان میں ۶۱ھ میں روز عاشورہ نمازِ عصر کے آخری سجدے میں نماز، قربانی، جینے و مرنے کا صرف اللہ کے لئے ہونا بہ یک وقت پیش کر کے مقصودِ نبوت کا کمال پیش کر دیا ہے۔ جو نمونۂ عمل ہے کُل انبیاء کے لئے بھی اور کُل مخلوقات کے لئے بھی۔

اللہ تعالٰے نے اپنے علم مخزون سے واقعاتِ کربلا اور امام حسینؑ علیہ السلام کے صبر و شکر کا نقشہ ہر ہر نبی کو خواب میں دکھلا کر تمام انبیاءؑ کو صبر و شکر کی تعلیم دی ہے اور ابتدائی منازل میں ان کو جزواً ابتلاء میں ڈال کر سیّد الشہداء علیہ السلام کا شریکِ عزا اور عزادار بنایا ہے اور ان کی عزاداری کی یادگار قائم کرنا ان الفاظ میں فرضِ عین قرار دی ہے۔

وَ ذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ٥ (ابراھیم : ۵)

اور انہیں اللہ (کے لئے قربانی) کے دن یاد دلاؤ یقیناً اس (کے تذکرے و یادگار) میں ہر بڑے سے بڑے صابر و شاکر (لوگوں) کے لئے ضرور نشانیاں موجود ہیں۔

بڑے سے بڑے صابر و شاکر انبیاء و مرسلین ہیں جن کے لئے (نوُرِ اوّل ذبحِ عظیم امام حسینؑ کے واقعات میں) صبر و شکر کی نشانیاں (نمونۂ عمل) ضرور موجود ہیں اللہ (کی راہ میں ذبح ہونے والے) کے ایام ہیں۔ (یعنی ایام محرم میں) چونکہ امام حسین علیہ السّلام ذبحِ عظیم کی یادگار منانا اللہ نے کُل مخلوقات پر فرض قرار دی ہے۔

پس حسین علیہ السلام کو یاد کر کے آدمؑ پانچسو سال روئے، نوحؑ نے نوسو پچاس سال نوحہ کیا۔ ابراہیمؑ نے اولاد کی قربانی کا نقشہ پیش کیا۔

یہ انبیاء کے اعمالِ عزاداری عبث یا فضول نہیں تھے۔ ہمیں اسباقِ ہدایت دینے کے لئے قرآن میں ان کا تذکرہ اور احادیث میں ان کے اذکار موجود ہیں حسینؑ کی شہادت رسولؐ کی شہادت ہے (سرّالشہادتین) جو نیابتِ رسولؐ کی نشانی ہے اور ذبحِ عظیم ہے۔

عزاداری کے فوائد

گریہ رونے سے تکبر (شیطنت کی بُنیاد) کا ازالہ ہوتا ہے اور انسان فطرتاً اپنے خالق و مالک اللہ کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ گریہ سے قلب میں نرمی اور رحمدلی پیدا ہوتی ہے۔

ماتم اپنے آپ کو مضروب کرنے سے قربانی کا جذبہ، تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ، صبر و استقامت علی الحق کا جذبہ اور حبّ اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

ذکرِ حسینؑ نوحہ و ذکرِ حسینؑ (مجالس) کے اثر سے ظالم سے نفرت اور مظلوم سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ جو تطہیرِ معاشرہ کا باعث ہے۔

علم۔ ذوالجناح۔ تعزیہ ان سے امام حسین علیہ السلام کا ہدایت آموز واقعہ یاد آتا ہے اس لئے قربانی کی یادگار من شعائر اللہ ہوتی ہیں جن کی تعظیم دلوں کے تقوےٰ کا باعث ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب نمبر ا

کتاب النبوت

نبی نبی نبار سے مشتق ہے۔ نبار کے معنی خبر کے ہیں۔ نبی سے مُراد خبر لانا۔ یعنی جس پر اخبارِ الٰہی کا نزول ہوا۔

اخبارِ الٰہی اس کا مقصود علم وحکمت کی تعلیم ہے۔

نبی کی اقسام

نبی کی دو قسمیں ہیں : نبی لنفسہٖ [۱] ۔ نبی لغیرہٖ [۲] (نبی مرسل یا رسول)

نبی لنفسہٖ یہ اپنی ذات کے لئے نبی ہوتا ہے یعنی اس پر اللہ کی طرف سے اخبار (احکام) نازل ہوتی ہیں جن کے مطابق وہ خود عمل کرنے پر پابند ہوتا ہے۔

نبی لنفسہٖ کا فائدہ وہ بغیر دعویٰ کئے اپنے صحت مند قول وعمل سے معاشرہ کی تطہیر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے صحت مند عمل سے بہترین نمونۂ عمل دوسروں کے لئے پیش کرتا ہے۔

انبیار لنفسہٖ کی تعداد ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے ان کے پہلے حضرت آدم علیہ السّلام اور آخری محمدؐ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

انبیاء لغیرہٖ یا انبیاء مرسلین (رسول) انبیاء لنفسہٖ ہی میں سے تین سو تیرہ انبیاء لغیرہٖ

انبیاء مرسلین یا رسول ہیں۔ جو بحکمِ الٰہی نبوت کا دعویٰ کرکے دوسروں کو اخبارِ الٰہی (احکام) پہنچانے پر بھی پابند ہوتے ہیں۔ جہاں تک اخبارِ الٰہی پہنچانے کا حکم ہو۔ وہ انبیاء لنفسہٖ ہوتے ہیں اخبارِ الٰہی کے نزول سے اور انبیاء لغیرہٖ (رسول یا مرسل) ہوتے ہیں دوسروں کو اخبار و احکام پہنچانے کی وجہ سے۔

اللہ کی نمائندہ ۲ دو قسم کی روحیں ہیں

۱۔ روح مِن امرہٖ یہ ملائکہ میں ہوتی ہے جو صرف اللہ کے امر یعنی احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ مثلاً سورج کا طلوع وغروب کرنا۔ ہواؤں کا چلانا۔ بارش کا برسانا۔ رحموں میں تصویرکشی کرنا۔ موت دینا وغیرہ (احکام قدرت پر عمل) انھیں مدبرات امراً قرآن میں کہا گیا ہے۔

یہ روح مِن امرہٖ معصوم اور نور ہے (اغلاط و ظلمت سے پاک ہے)

صاحبانِ روح مِن امرہٖ (ملائکہ) اگر معصوم نہ ہوں اور غلطی یا گناہ یا نافرمانی کریں تو سارا نظامِ قدرت بگڑ کر رہ جائے۔

۲۔ روح القدس یہ ہادیانِ برحق میں ہوتی ہے۔ اس روح کو اللہ تعالےٰ نے اپنی معرفت کرانے اور اپنے احکام پر عمل کرنے وکرانے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ یہ روح القدس معصوم و نور ہوتی ہے۔

(اغلاط و ظلمت و گناہ و نافرمانی سے پاک ہوتی ہے) اگر یہ روح غلطی یا گناہ کرے تو بجائے ہادی کے گمراہ کن بن جائے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی نمائندہ روحوں کو اپنی طرف مضاف کیا یعنی نسبت دیکر اپنا بتایا ہے۔ مثلاً

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ (مریم ۱۷)

ہم نے اس (مریمؑ) کی طرف اپنی (نمائندہ) روح کو بھیجا پس وہ اس کے لئے کامل بشر بن گیا۔

یہاں اللہ کی نمائندہ روح فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو روح من امرہ رکھتے ہیں نور اور معصوم ہیں اور اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے امر قدرت کی تدبیر بحکم الٰہی کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝

(مریم ۱۹)

اس (جبرائیلؑ) نے کہا میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا (یعنی نمائندہ) ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کردوں۔

جبرائیلؑ یہ صاحب روح من امرہ یعنی ملک (فرشتہ ہیں۔ جو معصوم اور نور ہیں) لباس بشر کے بغیر بھی اپنی ذات سے قائم ہیں۔ بوقت ضرورت انھیں لباسِ بشر میں بھیج دیا گیا۔ تو بشریت ان کا لباس تھا۔ نہ کہ ذات۔

انبیا میں روح القدس اللہ کی نمائندہ روح

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ

اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے فرمایا۔ کہ میں سنی ہوئی کھنکھناتی

حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ (الحجر : ۲۸) | مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

یہ مٹی کا بشر ایک مجسمہ ۔ خول ۔ شیشی یا برتن یا لباس ہے جس کے کامل ہونے کے بعد جبرائیل کی روح کی طرح ایک نمائندہ روح کو اللہ تعالیٰ اس لباس میں ڈال کر بھیجتا ہے ۔ جیسے جبرائیل کی روح کی طرح اپنی نسبت سے اپنا نمائندہ بھیجتا رہا ہے ۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ (الحجر : ۲۹) | جب میں (اس مجسمہ یا لباس بشری کو) کامل کر چکوں اور اس میں اپنی (نمائندہ روحوں میں سے) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدہ میں گر جانا ۔

روح القدس اور عالمِ میثاق

فرشتے روح القدس کی عظمت کے آگے ہیچ ۔ پست و سجدہ ریز ہوئے ہیں گویا روح القدس کا نور ایک قسم کا سورج ہے، جس کے سامنے سب ملائکہ کے نورانی چراغ مدھم و سجدہ گزار ہوئے ۔

عالمِ میثاق عالمِ میثاق میں تمام انبیاء بحیثیت روح القدس بطور انبیاء اپنی ذات سے موجود تھے اور بحیثیت نبی وعدہ کر رہے تھے کہ وہ رسول مصدق پر ایمان بھی لائیں گے اور نصرت بھی کریں گے حالانکہ اس وقت لباسِ بشریت مٹی سے بنا ہی نہ تھا ۔

مقصودِ بیان ہادی روح القدس ہے ۔ بشریت اس کا لباس ہوتی ہے اگر فرشتہ لباس بشر میں مبعوث ہو جائے تو اس کے نور اور معصوم ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا ۔ اسی طرح ھادی

(روح القدس) لباسِ بشر میں مبعوث ہو جائے تو اس کے نُور و معصوم ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ہادی کی روح القدس سے ہادی صاحبِ روح القدس پیدا ہوتا ہے اس کے لباسِ بشریت سے بشر محض پیدا ہوتا ہے یہ کوئی حیران کُن بات نہیں دو چیزوں کے مجمُوعہ سے دو چیزیں مخلوط بھی ہو سکتی ہیں اور ایک جز بھی الگ کیا جا سکتا ہے۔

یہ تفصیل کیوں؟ یہ تفصیل اس لئے بیان کی گئی ہے کہ اس کے بغیر ہادی یا نبی یا نبوت کو سمجھنا بے حد دشوار ہے جب تک ہادی یا نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھا جائے۔ ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔

اب ہم اصلِ مقصود بیانِ نبوت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

انبیاء مرسلین کی اقسام

انبیاء صاحبانِ کلمہ چھ ہیں آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

انبیاء صاحبانِ شریعت پانچ ہیں نوحؑ۔ ابراہیمؑ، موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

انبیاء صاحبانِ کتاب چار ہیں۔ موسیٰؑ۔ داودؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

قابلِ غور باتیں

صاحبِ کلمہ اس کا صاحب شریعت تازہ یا صاحب کتاب ہونا

ضروری نہیں۔ جیسے آدم علیہ السلام بغیر کتاب و شریعت کے بھی صاحبِ کلمہ ہیں۔

صاحبِ شریعت اس کا صاحبِ کلمہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن صاحبِ کتاب ہونا ضروری نہیں جیسے ابراہیم صاحبِ کلمہ و صاحبِ شریعت ہیں بغیر کتاب مثل کتب اربعہ آسمانی۔

صاحبِ کتاب صاحبِ کتاب کے لئے صاحب کلمہ و شریعت ہونا ضروری نہیں۔ جیسے داودؑ بغیر کلمہ و شریعت کے صاحب کتاب ہیں۔

صاحبانِ شریعت انبیاء مرسلین میں صاحبانِ شریعت اولوالعزم اور افضل ہیں۔

مقصودِ کلمہ و صاحبانِ کلمہ

صاحبِ کلمہ ہر صاحبِ کلمہ سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے اور کلمہ اس کی نشاندہی کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے انسانی ہدایت کے لئے ابتدائے نبوت سے قیامت تک سبع مثانی (نورِ اول کے حامل سات نام بہ معصوم) کی نشانی کے طور پر ہدایت کے سات ادوار مقرر کئے ہیں۔ (جیسے سات زمینیں + سات آسمان۔)

پہلا دورِ ہدایت یہ صاحبِ کلمہ آدمؑ صفی اللہ سے شروع ہوا جبکہ افرادی کمی کے باعث کسی شریعت (قانونِ معاشرہ) کی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا دورِ ہدایت

یہ صاحبِ کلمہ نوحؑ نجی اللہ سے شروع ہوا جب لوگوں کی تعداد کافی بڑھ چکی تھی۔ وہ مل جل کر رہنے لگے۔ اس لئے اصولِ مدنیت (اشیاء کے تبادلہ ولین دین) کے لئے قیامِ عدل کی خاطر ایک قانونِ معاشرہ (شریعت) کی ضرورت پڑی۔ اور اسے وقت کی ضرورت کے مطابق ایک ضابطۂ حیات کے طور پر نازل کیا گیا۔

تیسرا دورِ ہدایت

یہ صاحبِ کلمہ ابراہیمؑ خلیل اللہ سے شروع ہوا جبکہ لوگ مختلف بستیوں اور شہروں میں پھیل چکے تھے۔ مختلف قسم کے رسم ورواج اور مختلف قسم کے معاشروں کی پابندی کرنے لگے تھے جن کی ہم آہنگی کے لئے ایک ارتقائی شریعت (قانونِ معاشرہ) کی ضرورت تھی۔ جسے شریعتِ ابراہیمی نے پورا کیا۔

چوتھا دورِ ہدایت

یہ صاحبِ کلمہ موسیٰ کلیم اللہ سے شروع ہوا۔ اس وقت لوگ جادو (نظر بندی) ٹوٹنے اور عقل کو حیرت میں ڈال دینے والے کرتوت کرنے لگے تھے۔ کلام وکتابت نیز تقریر وتحریر کا زور تھا۔ معاشرہ کافی حد تک مرتفع ہو چکا تھا مختلف اقوام وقبیلوں میں لوگ بٹ چکے تھے۔ اس وقت کی ضرورت کے تحت ایک ارتقائی شریعت (قانونِ معاشرہ) نازل کی گئی۔

پانچواں دورِ ہدایت

یہ صاحبِ کلمہ عیسیٰؑ روح اللہ سے شروع ہوا جبکہ روحانیت کی طرف لوگوں کا رجحان ہو چکا تھا۔ علم طِب کی طرف لوگ راغب تھے۔ ارتقائی منزل کے رجحان کے پیشِ نظر شریعتِ موسوی ہی میں کچھ معمولی رد وبدل کے ساتھ ایک جدید شریعت (قانونِ معاشرہ) نازل کی گئی۔

چھٹا دورِ ہدایت یہ صاحبِ کلمہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع ہوا۔ جب کہ رسل و رسائل۔ تقریر و تحریر نورانیت و آسمانی اخبار اور ہر اس شے کو ذہنِ انسانی قبول کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے لگا جس کی قیامت تک ضرورت تھی تو ایک ایسی جامع و اکمل نیز اٹل و مستقل ناسخ و ناقابلِ منسوخی شریعت (قانونِ معاشرہ) نازل کردی گئی۔ جس میں انسانی زندگی کے لیے قبل از پیدائش سے لیکر بعد الموت تک ہر ہر حرکت و سکون کے لئے اور ہر ضرورت کے لیے مکمل اور اصح ترین حکم شریعت و قانون اور مکمل ضابطہ حیات تا قیامِ قیامت دور کے لیے پیش کیا گیا۔ جس میں کسی چیز کی کمی کجی نہیں، اور اس کی سند قرآن ہے (بطور نمونہ دیکھئے جعفری تحفۃ العوام مرتبہ راقم)

ساتواں دورِ ہدایت از ختمِ نبوت تا قیامت

ساتواں کلمہ ولایت یہ دورِ ہدایت علیؑ ولی اللہ علیہ السلام سے شروع ہوا۔ یہ ساتواں کلمہ ولایت چھٹے کلمہ نبوت کی فرع ہے۔ جس کی بنیاد چھٹا کلمہ نبوت ہے۔ ساتواں کلمہ ولایت ختمِ نبوت کی دلیل ہے۔ (یہ آخری دورِ ہدایت ختمِ نبوت سے قیامت تک کے لیے ہے)

نبوت کا تعلق آسمانی اخبار سے ہے۔ جب علم کامل بطور اخبارِ کل قرآن کی صورت میں نازل ہو چکا۔ تو مزید اخبار و علم کی ضرورت باقی نہ ہونے کے سبب نبوت کا کام ختم ہو چکا۔ اور نبوت خاتم النبیین محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم کر دی گئی دینِ اکمل و شریعت قائمہ نازل ہو چکے۔

لیکن حکمت (علم کے مطابق صحت مند عمل) کی تعلیم کی ضرورت باقی

رہ گئی۔ جس کے لئے عمل کے ہادیانِ برحق یعنی آئمہ معصومین کی ضرورت قیامت تک ہے۔ جب تک عمل کا دروازہ کھلا ہے یا کوئی ایک متنفس بھی عمل کرنے والا موجود ہے۔ چنانچہ خالص حکمت یعنی عمل کے ہادیانِ برحق آئمہ از ختم نبوت تاقیامت کا دور شروع ہوا۔ جن کی تعداد بلحاظ ادوارِ عمل بارہ ہے۔ اس کا مفصل بیان حصہ چہارم کتاب "امامت و قیامت" میں آئے گا۔ یہاں مقصود اصولِ نبوت کا بیان ہے۔

علم یا اخبار کی بُنیاد و ماخذ اور سند کتاب ہے

کتابوں کی ابتدا صحیفہ آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اور انبیاء پر بقدرِ ضرورت صحائف (حصۂ کتاب) نازل ہوتے رہے۔ جن کی تعداد سو ہے۔ جیسے صحفِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ۔ لیکن ضابطۂ حیات کی سند بنا کر چار کتب آسمانی نازل ہوئیں۔

۱۔ توریت — یہ موسیٰ علیہ السلام پر ۶ ماہِ رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔ (بصورت الواح)

۲۔ زبور — یہ داؤد علیہ السلام پر ۱۸ ماہِ رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔

۳۔ انجیل — یہ عیسیٰ علیہ السلام پر ۱۲ ماہِ رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔

۴۔ قرآن — یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا جو ۲۳ ماہِ رمضان المبارک کو عرش سے بیت المعمور میں نازل ہوا اور حسبِ ضرورت بتدریج ۲۲ سال ۷ ماہ ۲۱ دن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر زمین میں نازل ہوتا رہا۔ جس میں علم کُل بطور اخبارِ کُل کا احصار کر دیا گیا۔ جو ختمِ اخبار اور ختمِ نبوت کی دلیل ہے۔

قرآن علمِ کُل یا اخبارِ کُل کا سرچشمہ ہونیکی دلیل ہے

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝ (یونس : ۶۱)

اور تمہارے رب سے زمین و آسمانوں کی ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں ہوتی۔ نہ اس سے چھوٹی نہ بڑی۔ مگر یہ کہ (بلحاظ تذکرہ) وہ بیان شدہ کتاب (قرآن) میں موجود ہے۔

کتاب مبین سے مُراد قرآن ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِينٌ ۝ (المائدہ : ۱۵)

بیشک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نُور (رہادی) اور بیان شدہ کتاب (قرآن) آ گئے۔

علمِ کُل یا اخبارِ کُل قرآن کی صورت میں نازل ہونے کے بعد نبوت کا اصل کام خبر سے متعلق ختم اور اکمل ہو گیا۔ اس لئے صاحبِ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا اکمال و اختتام ہو گیا۔

اختیارِ الٰہی اس کا مقصود علم و حکمت ہے۔

علم کا کام قرآن کی شکل میں پورا ہونے کے بعد علم کے مقصود حکمت (یعنی صحتمند عمل بمطابق علم) کا کام باقی رہ گیا۔ عمل کا تعلق امامت سے ہے۔

علم (اخبار یا کتاب) اس کا مقصود صحت مند عمل ہے۔

باب ۲

پہلے نبی آدم علیہ السلام

غرضِ خلقتِ آدم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (البقرہ : ۳۰)

(اے رسولؐ) جب تمہارے پروردگار نے کُل فرشتوں سے فرمایا کہ میں ہی ہمیشہ زمین پر خلیفہ (نمائندہ) مقرر کروں گا۔

یہاں آدم علیہ السلام کا نام نہیں ہے۔ لیکن آگے کی آیات سے مترشح ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کی خلقت کا عنوان ہے جنکی غرضِ خلقت خلافت (نمائندگی) فی الارض ہے۔

اسلام کا بُنیادی قانون

اللہ نے آدم علیہ السلام کی خِلقت (پیدائش) اور نام سے پہلے اسلام کا ایک بنیادی قانون بیان فرمادیا۔ وہ یہ کہ خلافت (نمائندگی) یا خلیفہ (نمائندہ) بنانا و مقرر کرنا۔ صرف اللہ کا فعل خاص ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فعل استمراریہ ہے۔ (ایسا فعل جو ہمیشہ جاری رہے)

جاعلٌ بجائے خالق ؑ کے جاعلٌ بنانے و مقرر کرنے کی دلیل ہے۔ جبکہ وہ تخلیق کرنے والا بھی ہے جیساکہ بشریت کے سلسلہ میں بجائے جاعلٌ کے خالقٌ کہے گا۔

بروئے احادیث اور دیگر آیاتِ قرآنی اس وقت جب یہ اعلانِ خلافت ہوا آدم علیہ السلام کا مجسمۂ خاکی بنا ہوا تھا۔ ابھی اس میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔ اس وقت ملائکہ اور ابلیس موجود تھے جنہوں نے اس اعلان کو سُنا۔

ملائکہ ملائکہ نورانی اور معصوم مخلوق تھے۔ جو لوحِ محفوظ در آسمانِ ہفتم کا مطالعہ کرنے والے تھے۔ انہوں نے خاکی مجسمہ کو دیکھ کر خاکی جسم سے تعلق رکھنے والی اولادِ آدم علیہ السلام کا احوال پڑھا تو انھیں یہ علم ہو گیا کہ خاکی انسان یا بشر زمین میں فساد و خونریزی کریں گے (نیز وہ قبلِ آدمؑ زمین میں قومِ جن کے فساد کو دیکھ چکے تھے)

چونکہ روح القدس ابھی اس مجسمہ میں نہیں تھی۔ اس لئے روح القدس کے عنوان کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اعلانِ خلافت سے اس وقت یہی اشتباہ ہو سکتا تھا کہ شاید خاکی مخلوق خلیفہ بنائی جائے گی۔ جبکہ خلافت زمین میں ہمیشہ جاری بھی رہے گی۔

خلیفہ خلیفہ سے مُراد اللہ کا نمائندہ ہے۔ جس کی غرضِ خلقت اس کی پیروی کے ذریعہ خالق کی اطاعت کرنا ہے۔

ملائکہ معصوم و نوری ہونے کی بنا پر کسی اعلیٰ معصوم و نُور کی اطاعت تو کر سکتے تھے۔ کسی گنہ گار۔ فسادی۔ خونریزی کرنے والے خاکی بشر کی نافرمانی و بدکرداری یعنی معصیتِ الٰہی میں پیروی بوجہ عصمت ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔

الحدیث: لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ (صحیح مسلم سنی) — اللہ کی نافرمانی میں اطاعت کرنا حرام ہے۔

اس لئے فرشتوں کو جستجو ہوئی کہ وہ یہ استفسار کریں کہ خلیفہ (اللہ کا مقررہ نمائندہ) فسادی و خونریزی کرنے والا یعنی غیر معصوم تو نہیں ہوگا۔ جبکہ وہ اللہ ہی کی حمد کی تسبیح اور تقدیس کرنے والے فسادی یا غیر معصوم کی اطاعت نہیں کر سکتے۔

چنانچہ ملائکہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کے لیئے استفسار کیا۔ اور اپنی تسبیح و تحمید و تقدیس کی عادتِ فطری اور خاکی انسانوں کی سرشتِ فسادی کا تذکرہ کر دیا۔

فرشتوں کی نیت اور غرضِ استفسار نیک تھی۔ وہ معصوم ہونے کی بناء پر اللہ تعالےٰ کے کسی فعل پر معترض نہیں تھے۔ اللہ پہ اعتراض کرنا بنائے مخاصمت و کفر ہے۔ فرشتوں کی نیک نیتی اور غرضِ استفسار کا ثبوت ان کے سجدۂ تعظیمی سے مل گیا۔

ابلیس

یہ ناری مخلوق جن تھا۔

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ط (الکہف : ۵۰)

(ابلیس) جنوں میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔

اس کا نام عزازیل تھا۔ اسے ابلیس (لباس والا) اس لئے کہا گیا کہ اس نے منافقانہ طور پر اسلام (تسلیمگی بجمل) کا لباس پہن رکھا تھا۔ اور عبادت کے ظاہری لباس کے ذریعہ فرشتوں کی صف میں داخل ہوگیا تھا۔

ابلیس کا پہلا قیاسی اجتہاد

ابلیس نے آدم علیہ السلام کے خاکی مجسمہ کو مختلف قسم کی مٹیوں اور مختلف قسم کے پانیوں سے خمیر ہوتے دیکھا تھا۔ اس نے قیاس پر اجتہاد کی بنیاد رکھ کر

یہ سمجھ لیا کہ اولاد آدمؑ میں مختلف اجزاء اور ان کی مختلف کمی بیشی سے مختلف طبع کے لوگ پیدا ہوں گے اور اختلافِ طبع کی بدولت فساد و خون ریزی کریں گے۔

یہ قیاسی اجتہاد اتفاق سے معصوم ملائکہ کے علم (مطالعہ لوحِ محفوظ) سے منطبق ہو گیا۔ اس لئے یہ بات مشتبہ ہو گئی کہ معصوم ملائکہ کے علمِ حقیقی اور ابلیس کے قیاسی اجتہاد یا ڈھکوسلے میں کیا فرق ہے؟ اسی ابلیس کا دوسرا اجتہاد جو آگ و مٹی کے درمیان (معصوم کے خلاف) غلط ہوگا وہ اسے کافر بنا ڈالے گا۔

ابلیس اللہ کے فعل تقررِ خلافتِ آدمؑ پر معترض تھا

ابلیس کی سوچ ابلیس نے قیاس کیا کہ یہ ابھی بننے والی و پیدا ہونے والی مخلوق جس نے نہ تو عبادت کی۔ نہ کوئی ریاضت کی وہ خلیفہ (اللہ کا نمائندہ)، قابلِ اطاعت بن جائے اور وہ ابلیس عمر میں بزرگ ہزاروں سال سے عبادت کرنے والا خلیفہ نہ بنے۔ یہ اس کی حق تلفی ہے۔ اور اللہ (معاذ اللہ) خلافِ عدل کام کر رہا ہے۔ اس لئے اسے فعلِ الٰہی پر اعتراض تھا تھا۔ جس کا اظہار (ثبوت) انکارِ سجدہ پر ہو گیا۔

ابلیسیت کی بُنیاد

قُیاسی اجتہاد نیز ابلیس اللہ کے عادل ہونے اور اس کی عدالت کا مقر نہیں تھا۔ ۳ے اس نے خلیفہ فی الارض (اللہ کی نمائندگی کے عہدہ) کو کبھی سمجھا۔ ۴ے ابلیس روح القدس کو نظر انداز کر کے بشر کو خلیفہ جانتا تھا۔ جیسا کہ خود سجدہ کے احوال میں کہے گا کہ وہ بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں۔ ۵ے ابلیس اللہ کے حکم و فعل پر معترض

تھا۔ لہٰذا ابلیس خلیفہ (اللہ کے نمائندہ) کی تخلیقی فضیلت کا قائل نہ تھا۔

ملائکہ اور ابلیس کا مشترکہ سوال

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ (البقرۃ : ۳۰)

(فرشتے و ابلیس) بولے۔ کیا تو ایسے (خلیفہ) اس (زمین) میں بنائے گا جو اس (زمین) میں فساد اور خونریزی کریں گے حالانکہ ہم تیری حمد کی تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں۔

ابلیس نے مشترکہ الفاظ میں بظاہر معصوم فرشتوں کا ساتھ دیا ہے لیکن معصوم و نوری ملائکہ کی نیت اور غرضِ بیان و مقصود نیک ہے جو ان ظاہری الفاظ میں پوشیدہ ہے اور ابلیس کی بدنیتی و غرض و مقصود بد ہے جو ان مشترکہ ظاہری الفاظ میں پوشیدہ ہے۔ اللہ اس حقیقت کو خوب جانتا تھا۔ اس نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ : ۳۰)

(اللہ نے) ارشاد فرمایا میں خوب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالےٰ نے قبل اس کے کہ اپنے عدل کو ظاہر و ثابت کرنے کے لئے بلحاظِ علم آدمؑ کی فوقیت فرشتوں پر ثابت کرے۔ پہلے معصوم و نوری ملائکہ اور ناری و کافر (بہ لباسِ اسلام منافق) ابلیس میں امتیاز کرانے کے لئے ارشاد فرمایا جب میں بشریت کا لباس (مجسمہ) کامل کر چکوں۔ اور اس میں اپنی (نمائندہ) روحوں میں سے خاص یعنی روح القدس) روح کو پھونک دوں تو تم سب سجدہ میں گر جانا۔

تمام ملائکہ نے سجدہ کر لیا۔ اس لئے کہ وہ معصوم تھے اللہ کی نافرمانی کر ہی نہ سکتے تھے۔ نیز وہ نورانی چراغ کے مثل تھے۔ جب آدم علیہ السلام کے مجسمہ میں

انہوں نے روح القدس کا نورانی سورج دیکھا اس کے آگے مدھم و سجدہ ریز ہوگئے لیکن ابلیس اکڑ گیا۔ اس نے تکبر کیا۔ بڑا بننے کی ناجائز کوشش کی اور اللہ کی نافرمانی کرکے کافروں میں سے ثابت ہوگیا۔ ابلیس کی بدنیتی۔ بدغرض اور بدمقصد اس آزمائش میں کھل کر سامنے آگئے۔

ابلیس چھ ہزار سال تک ملائکہ کی صحبت میں رہ کر اور صحابی بنکر۔ ساتھ عبادت کرکے مشترکہ سوال میں ہم زبان و ہم الفاظ ہوکر یا ساتھ دے کر بھی بدنیت و بدمقصد ہونے کے سبب نوری و معصوم ملائکہ کی صحبت کے فیض سے محروم رہا۔ اور اللہ کے نمائندے آدمؑ (معصوم و صاحب روح القدس) کی مخالفت کے سبب یا تعظیم و تسلیمگی نہ کرنے کے سبب ابدی لعنت کا مستحق بن گیا۔

یہ حقیقت اور قصہ محض دل لگی کے لئے نہیں بلکہ کتاب ہدایت قرآن میں ہماری ہدایت کے لئے اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ تاکہ ہم کسی کی ظاہری عبادت و تقدس کو دیکھ کر یا کسی کو معصوم نبی یا امام کا کچھ عرصہ تک صحابی پاکر مرعوب یا غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ یہ دیکھیں کہ وہ آزمائش میں ثابت قدم بھی رہا ہے یا نہیں۔ وہ ریاکار ہے یا حق پر قائم رہنے والا وہ آئندہ زندگی میں کسی اللہ کے نمائندہ (خلیفہ۔ امام۔ صاحب روح القدس) معصوم کی مخالفت تو ابلیس کی طرح نہیں کرتا۔

ابلیس کا دوسرا قیاسی اجتہاد

اللہ تعالے نے ابلیس کی قلعی کھولنے کے لئے اور ابتداءً ملائکہ معصومین کا ساتھ دینے و صحابیت اختیار کرنے کے باوجود درپردہ نیت و غرض بد رکھنے کے اظہار و ثبوت کے لئے ارشاد فرمایا۔

اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو نے ملائکہ کا (مستقل) ساتھ سجدہ کرنے میں نہیں دیا۔

تو ابلیس بولا۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ (الْاَعْرَاف : ۱۲)

(ابلیس نے کہا) میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا فرمایا ہے اور اسے مٹی سے۔

ابلیس نے آگ و مٹی میں قیاس کیا کہ آگ میں چمک و معمولی روشنی ہوتی ہے جبکہ خاک اندھیرا کرتی ہے۔ نیز آگ کا شعلہ بلندی کو راجع ہوتا ہے اور مٹی کو اوپر بھی پھینکا جائے تو نیچے یا پستی کو راجع ہوتی ہے اس لئے آگ مٹی سے افضل ہے۔ اس نے ظرف یا برتن یا لباس و بشریت کو مدنظر رکھا اور خلیفہ (نمائندہ الٰہی - ہادی) کی روح القدس کو نظر انداز کر دیا پس وہ اللہ کے حکم بر عدل یا اللہ کے عادل ہونے کے انکار کے سبب کھل کر کفر میں ڈوبا ہوا ثابت ہوگیا (یہ اس کے دوسرے قیاسی اجتہاد کا انجام ہوا)

ابلیس کے قیاسی اجتہاد کی غلطی بقول معصوم

دخل ابوحنيفة على ابي عبد اللهؑ فقال يا ابا حنيفة بلغني انك تقيس قال نعم، قال لا تقس ان اوّل من قاس ابليس قال خلقتني من نار وخلقته من طين فقاس مابين النار والطين۔

ابوحنیفہ ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے حضرت نے فرمایا اے ابوحنیفہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم قیاس کرتے ہو۔ ابوحنیفہ بولے جی ہاں۔ فرمایا ہرگز قیاس نہ کرو۔ سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس تھا۔ اس نے کہا

ولو قاس نوریۃ آدم بالنار عرف فضل ما بین النورین وصفاء احدھما علی الأخر (اصول کافی)

تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے۔ اس نے آگ اور مٹی کے درمیان قیاس کیا اگر وہ آدم کی نورانیت (روح القدس) پر نظر رکھتا اور نور و آگ میں مقابلہ کرتا۔ تو دونوں کی روشنیوں میں جو فضیلت ایک (نور) کو دوسرے (آگ) پر ہے اس کو پہچان لیتا۔

نور و نار کا فرق

نور یہ مسلسل روشنی پہنچاتا۔ ہدایت کرتا اور راستہ دکھاتا ہے۔ (اور ظلمت سے پاک ومعصوم ہوتا ہے)

نار آگ بھڑک کر معمولی چمک و روشنی دکھا کر (مسخر کر کے) دھوکہ دیتی اور بجھ جاتی ہے اور اندھیرا کر کے راستہ سے گمراہ کر دیتی ہے اور اپنے دھوئیں سے دماغ کو معطل کر دیتی ہے (عقل کو ماؤف کرتی ہے)

پس آگ گمراہ کن اور دھوکا باز ہوتی ہے۔

معصوم اور غیر معصوم کا فرق

معصوم صاحب روح القدس نور اور معصوم ہوتا ہے جو مسلسل ہدایت کرتا ہے۔ کسی مسئلہ یا معاملہ میں بوجہ عصمت غلطی کرتا ہی نہیں (اس لئے وہ گمراہ نہیں کرسکتا)

غیر معصوم کوئی صحابی ہو (مثل سامری) یا تابعی (مثل یزید) کوئی

مولوی۔ علامہ و مجتہد ہو۔ یا پیر و بظاہر مقدس۔ وہ اپنے چند ڈھکوسلوں یا ریاکاری کی عبادت یا معمولی علم و عمل سے دوسروں کو مسخر اور متاثر کر کے کسی ایک ہی مسئلہ یا اجتہاد کی غلطی سے ابلیس کی طرح گمراہ ہو سکتا ہے اور دوسروں کو گمراہ کر سکتا ہے۔

گمراہی سے بچنے کا نسخہ

ہر غیر معصوم شخصیت کے ہر حکم اور ہر عمل کو معصوم صاحب روح القدس (نبی و امام) کی سنت و سیرت کے مطابق پاؤ تو اس پر عمل کرو۔ اگر معصوم (نبی و امام) کی سنت و سیرت کے خلاف پاؤ تو اس کی مخالفت کرو۔ کیونکہ وہ اس حکم و عمل سے ابلیس کی طرح گمراہ کن ہو گا۔ اور بربادی کا سبب بن جائے گا۔

اللہ تعالےٰ کی عدالت کا ثبوت

اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام پہلے ہی خلیفہ (اپنے نمائندے) کو علم الاسما کلھا دیکر تخلیق فرمایا ہے۔ آدمؑ جو نفخِ روح پر اور پیدا ہوتے ہی بطور خلیفہ (نمائندۂ الٰہی) مسجودِ ملائکہ بنائے گئے۔ وہ صاحب علم الاسماء کلھا تھے تو مسجود بنے۔ (علم الاسما سے مُراد پنجتن پاک اور ان کی آل یعنی ۱۴ معصوم کے نام تھے) (برہان)

گویا وہ علم الاسما کلھا تخلیقی علم بلا واسطۂ ملک ان کی روح (روح القدس) میں موجود تھا۔ جس کے آتے ہی مسجود ملائکہ بنے۔

روح القدس | نُور ہے جو خود بذات خود علم کی روشنی و ہدایت ہے اور

دوسروں کو علم کی روشنی و ہدایت پہنچانے والی ہے۔

تخلیقی فضیلت دائمی اور اٹل ہوتی ہے

انسان تخلیقی طور پر جانوروں (مولیشیوں) سے افضل ہے جو فضیلت دائمی و اٹل ہے۔ اسی طرح ہادی (صاحبِ روح القدس۔ تخلیقی علم کا حامل۔ پیدائشی عالم)، نورانی ملائکہ کا مسجود معصوم و نوری ملائکہ سے بھی تخلیقی طور پر افضل و برتر ہوتا ہے۔ جبکہ عام انسان یا بشر محض خاکی خاطی۔ جاہل پیدا ہونے والا بہت ہی کمتر ہوتا ہے۔

عام انسان — وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ (اے انسانو) اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا ہے (ایسی حالت میں) کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

(النحل : ۷۸)

ہادی اور عام انسان میں فرق

خلیفہ۔ہادی — پیدائشی عالم۔ صاحب روح القدس۔ نور۔ معصوم اور ملائکہ سے افضل ہوتا ہے۔

عام انسان — پیدائشی جاہل۔ بلا روح القدس۔ بے نور و خاکی اور گناہ کرنے والا اور ملائکہ سے پست ہوتا ہے۔

جس طرح جانور یا مولیشی انسانی کرتب سیکھ کر انسان نہیں بن سکتا اور تخلیقی کمزوری دُور نہیں کر سکتا۔

اسی طرح انسان محض یا بشر محض علم و عمل سیکھ کر (کسبی علم و عمل سے)

ہادی یا مقام ہدایت کا اہل و قائم مقام (خلیفہ - امام - نبی - ولی - اولی الامر واجب الاطاعت) نہیں بن سکتا اور اپنی تخلیقی کمزوری (پیدائشی جاہل ہونے کی) دُور نہیں کر سکتا۔

(خواہ وہ صحابی ہو ابلیس کی طرح نورانی شخصیتوں کا خواہ کبھی عالم - علامہ و مجتہد ہو)

نبوت کی بُنیاد علم الاسماء ہے

(خلیفہ یا ہادی ملائکہ کا استاد ہوتا ہے نہ کہ شاگرد)

قَالَ یٰاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ۔ (البقرہ ۳۳:۲)

اللہ نے فرمایا اے آدمؑ ان ملائکہ کو تم خبر دو (سکھاؤ - بتادو) ان (پنجتن پاک) کے اسماء سے متعلق۔

اسمائہم میں ہم ضمیر ذوی العقول کی ہے۔ بے عقل مخلوق کے لئے یہ ضمیر استعمال نہیں ہوتی۔ بے جان چیزوں کے لئے تانیث کا صیغہ ھا استعمال ہوتا ہے۔

اسم اشارہ معرفت کرتا ہے۔ مسمیٰ یعنی صاحبِ نام کی طرف۔

جن کی معرفت اور جن کی طرف اشارہ رجوع آدم علیہ السلام کو فضیلت دے کر مسجودِ ملائکہ بنا رہا ہے وہ مسمیٰ حضرات صاحبان اسماء آدمؑ مسجود ملائکہ سے بہت ہی افضل و مکرم و عظیم عصمت و نور کے حامل ہوں گے اور وہ ہیں نورِ اوّل کے حامل پنجتن پاک (محمدؐ + علیؑ + فاطمہؑ + حسنؑ + حسینؑ) بلکہ ہم معصوم جن کے سات نام ہیں سبع مثانی۔ نیز خبر و نبوت کی بُنیاد علم الاسماء اور اس کا مقصود معرفتِ مسمیٰ حضرات صاحبانِ الاسماء ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا - ان اسماء سے مراد محمدؐ +علیؑ + فاطمہؑ + حسنؑ +حسینؑ اور ان کی آل (ائمہ طاہرین) کے اسماء ہیں - (البرہان)

خبر دینا نبی کا کام ہے

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے خلیفہ (اپنا نمائندہ) یا حجت کے طور پہ پیدا فرمایا ہے اور انھیں سامنے رکھ کر ملائکہ سے سجدہ کرا کر امام الملائکہ و امام خلق بنا دیا ہے۔ اسی خلیفہ تخلیقی و امامِ پیدائشی کو خبر دینے کی ضرورت پر خبر دینے پر یا نبوت پر تعینات فرمایا ہے۔ گویا

اصل عہدہ نمائندۂ الٰہی تخلیقی خلیفہ بطور حجت اللہ (صاحب روح القدس) اور تخلیقی امام الخلق ہوتا ہے اسی امام کو بوقتِ ضرورت خبر دینے پر متعین کرنے سے نبوت و نبی سے معنون کیا جاتا ہے۔ نبوت کی حد خبر سے شروع ہو کر اخبار کے اکمال تک ہے جبکہ عمل کے ہادی امام کی ضرورت ابتدائے عمل پہلی مخلوق کے پہلے عمل سے آخری مخلوق کے آخری عمل تک ہے۔

نبی پیدائشی امام ہوتا ہے پہلے عمل سے یعنی پیدائشی حرکت سے۔ اور خبر دینے کی رعایت سے نبی کہلاتا ہے (اپنی اُمت کی حد تک)

بارہ امام یہ ختم نبوت کے بعد تا قیامت بلحاظ ادوار للعلمین آئمہ طاہرینؑ ہیں - اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے پہلے امامت نہ ہو - ابراہیمؑ کی امامت کا احوال دیکھئے ابراہیمؑ کے احوال میں - (وہ پیدائشی امام تھے اپنی امت کی حد تک اور تمام انسانوں کے بنائے گئے قربانی کے لئے)

اصولِ دین میں نبوت پہلے اور امامت بعد میں کیوں؟

انسانوں کو صحتِ عمل کے لئے پہلے علم و خبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ضرورت کے لحاظ سے نبوت (صاحبِ علم و خبر) کو پہلے اصولِ دین میں جگہ دی گئی ہے اور صحتِ عمل و نمونہ عمل کے لئے امامت کو خبر و علم کے بعد ضرورت کے مطابق رکھا گیا ہے۔

یہ حصہ کتاب نبوت کی حد تک ہے اس لئے نبوت ہی زیرِ بحث رہے گی۔ ضرورت کے تحت بیان خلافت و امامت کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ امامت نبوت سے الگ اصول اس لئے ہے کہ نبوت کی ضرورت اکمال اخبار و دین پر ختم ہو جاتی مگر امامت عمل کے جاری رہنے سے جاری رہے گی۔

عصمت اہم ترین مسئلہ ہے

ملائکہ جو افعالِ قدرت (پیدائش۔ موت۔ طلوع و غروبِ شمس۔ بارش و ہواؤں کا چلانا) پر متعین و موکل ہیں اگر معصوم نہ ہوں تو نظامِ قدرت ہی بگڑ کر رہ جائے۔ نظامِ قدرت کا صحیح ہونا عصمتِ ملائکہ کی اظہر من الشمس دلیل ہے۔

قرآن بھی ملائکہ کی عصمت کی دلیل آیت سے دیتا ہے

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

(التحریم : ۶)

(ملائکہ) اللہ کے کسی حکم میں نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

مسجود ملائکہ (صاحب روح القدس) کی عصمت

آدمؑ (اللہ کے نمائندے و خلیفہ اور امام الخلق) پہلے نبی صاحب روح القدس ملائکہ سے عظیم نورِ عصمت رکھنے والے ہیں۔ اس لئے مسجود ملائکہ قرار دیئے گئے مسجود افضل ہوتا ہے ساجد سے۔

پس آدم علیہ السلام سے خلافِ عصمت کوئی فعل نہیں ہو سکتا یعنی اللہ کی نافرمانی و گناہ کا صدور اس (صاحب روح القدس) سے ممکن ہی نہیں ہے لیکن ظاہری الفاظ کی عدم تفہیم صحت کسی کو مغالطہ یا گمراہی میں ڈال سکتی ہے مثال کے طور پر ملائکہ و ابلیس کے مشترکہ الفاظ ہیں جن کی غلط تفہیم سے ملائکہ کی عصمت کو داغدار کیا جا سکتا ہے یا ابلیس کو معصوم ملائکہ کے ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ پس قرآن کی تفہیم غیر معصوم سے حاصل کرنا گمراہی ہے۔ اور قیاس آرائی یا تفسیر بالرائے خود کرنا ابلیسیت ہے۔

عصمتِ آدم علیہ السلام

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۔ (البقرۃ : ۳۵)	اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدمؑ تم اور تمہاری زوجہ (اس) جنت میں سکونت رکھو۔ اور اس (جنت) کی اشیاء میں سے جہاں جہاں سے تم دونوں کا دل چاہے سیر ہو کر کھاؤ (پیو)

استثناء نہیں جنت کی ہر شے سے مکمل کھانے پینے کی اجازت ہے اور کسی شے کا استثناء نہیں۔ کہ فلاں شے کے علاوہ

کھاؤ پیو۔ اگر کوئی شے ممنوعہ ہوتی تو اس کا اجازت کے اندر استثنار لازم تھا۔ یعنی حکم ہوتا کہ فلاں شے کے علاوہ ہر چیز سے کھاؤ پیو۔ ایسا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جنت کی کوئی شے ممنوعہ نہیں۔ عربی زبان میں استثنار کے لیے "اِلّا" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

جنّت ایک ایسا مقام ہے۔ جو نورانی۔ پاکیزہ اور کمال و جمال کی انتہا کا مقام ہے اس میں حرام۔ مکروہات۔ نجس یا ممنوعہ شے کوئی نہیں ہے۔

فعلِ قبیح پاک اور حلال و غیر مکروہ شے سے روکنا فعلِ قبیح ہے جس سے اللہ کی ذات پاک ہے قبیح افعال کا ارتکاب مجبور کرتا ہے ہر شے پر قادر فعلِ قبیح نہیں کر سکتا جو عیب ہے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے بلا استثنار ہر چیز کے کھانے پینے کی عام اجازت دی ہے۔ قید نہیں ہے اس بات کو سمجھ لینے کے بعد اگلی بات کی صحیح تفہیم ہو سکتی ہے۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ؀	اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم دونوں (جنّت کی) حد سے گزرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔
(البقرۃ : ۳۵)	

اجازت شدہ اشیاء میں سے کسی چیز سے روکنا کسی در پردہ حکمت کی دلیل ہے۔ جو نہایت غور و خوض سے سمجھ میں آئے گی۔ اور اس کے لئے قول و فعل کی اقسام کو سمجھنا ضروری ہے۔

قول و فعل کی اقسام

قول و فعل کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب[1]۔ سنت[2]۔ حرام[3]۔ مکروہ[4]۔ مستحب[5]

(جس کے لئے کوئی حکم نہ ہو)

۱۔ واجب	اس کا ترک کرنا حرام اور قابلِ سزا ہے۔	یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں
۲۔ حرام	اس کا ترک کرنا واجب اور ارتکاب قابلِ سزا ہے۔	

۳۔ سنّت	اس کا ارتکاب ثواب اور ترک ناقابلِ سزا ہے۔
۴۔ مکروہ	اس کا ترک ثواب اور ارتکاب ناقابلِ سزا ہے۔

سنت و مکروہ دونوں ایک معنی میں ضد ہیں اور ایک معنیٰ میں ضد نہیں۔

کہاں ضد ہیں	سنت کا ارتکاب اور مکروہ کا ترک بلحاظ ثواب ایک دوسرے کی ضد ہوئے۔
کہاں ضد نہیں	سنّت کا ترک اور مکروہ کا ارتکاب دونوں ناقابلِ سزا ہیں اس لئے ضد نہیں۔
متبادل	جہاں سنّت اور مکروہ ہم معنیٰ یعنی ناقابلِ سزا ہیں۔ وہاں ایک دوسرے کے متبادل ہوجاتے ہیں بلحاظ حکمت اور بلحاظ موقع ومحل۔
مثال	نئے کپڑے پہننا اور عطر لگانا سنت ہے لیکن بوقتِ ماتم و غم اس کا استعمال مکروہ ہے۔ نئے کپڑے پہننا و عطر لگانا اظہارِ مسرت ہے اس لئے موقع و محل کے لحاظ سے بوقت ماتم و غم ناپسندیدہ یا ماتم کی ضد ہوئے۔

مثالِ دیگر کالا و ماتمی لباس پہننا مکروہ ہے (بے موقع) لیکن ماتم وغم کے موقع پر اس کا استعمال سنّت و مستحسن ہے۔

گویا سنت (امر غیر واجب) اور مکروہ (نہی غیر واجب) موقع ومحل کے لحاظ سے ایک دوسرے کے متبادل بھی ہوسکتے ہیں۔ یعنی نہی (اختیاری۔ مکروہ) میں امر بھی ہوسکتا ہے۔ اور امر (اختیاری۔ سنّت) میں نہی بھی ہوسکتی ہے۔

یاد رہے کہ یہ متبادل ہوتے ہیں صرف حکم دینے والے کی منشاء کے علم بالغیب سے (صرف سنت اور مکروہ میں)

قول معصوم سے سند

(نہی میں حکم اور امر میں نہ کرنے کی منشاء)

عن ابی الحسن علیہ السلام قال ان للہ تعالیٰ ارادتین ومشیتین ارادۃ حتم وارادۃ عزم ینھی وھو یشاء ویامر وھو لا یشاء اوَ رَأیت انہ قد نھی آدمؑ وزوجتہ ان یاکلا من الشجرۃ وشاء ذلک ولو لم یشاء ان یاکلا لما غلبت مشیتھما مشیۃ اللہ وامر ابراھیم ان یذبح اسحاق ولم یشاء ان یذبحہٗ ولو شاء لما غلبت مشیۃ ابراھیم مشیۃ اللہ۔

امام علیؑ نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کے دو ارادے اور دو مشیتیں ہیں۔ ارادہ حتم اور ارادہ عزم۔ وہ ایک امر کو منع کرتا ہے لیکن اس کی مشیت ہوتی ہے۔ اور وہ حکم دیتا ہے اگرچہ اس کی مشیت نہیں ہوتی۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اس نے آدم وحوا کو درخت سے کھانے کو منع کیا حالانکہ اس کی مشیت (منشا کہ کھائیں) تھی۔ اگر مشیت نہ ہوتی تو وہ نہ کھاتے کیونکہ ان کی مشیت خدا کی مشیت پر غالب نہیں آسکتی۔ اسی طرح

(اصول کافی باب ۲۶ مشیت وارادۃ) اس نے ابراہیمؑ کو ذبح اسحاقؑ کا حکم دیا لیکن اس کی مشیت نہ تھی اگر مشیت ہوتی تو ابراہیمؑ کی مشیت اللہ کی مشیت پر غالب نہیں آسکتی۔

(نوٹ: اس حدیث میں کاتب کی غلطی سے اسمٰعیل کی جگہ اسحاق تحریر ہو گیا ہے لیکن ہم نے نقل کرنے میں کمی بیشی یارد وبدل یا خیانت یا صحت کرنے سے کام نہیں لیا)

مشیّت اللہ پر عمل

مشیّتِ الٰہی بمنزلہ حکم ہے (علم اور خبر دینے پر) اور اس پر صحتِ عمل عصمت کی دلیل ہے۔ (علم غیبی ولدنی پر)

امر ونہی کرنے میں حکمت

اگر اللہ تعالےٰ حکماً (امر واجب) آدمؑ وحواؑ کو جنت سے زمین پر بھیج دیتا تو آدمؑ وحواؑ دونوں جنت کے عیش وآرام کے ترک پر اور زمین جو مصائب کی آماجگاہ ہے۔ اس میں آکر مصائب میں گرفتار ہو کر اللہ تعالےٰ کو ظالم سمجھتے اور اس کا گلہ یا شکایت کرتے جو کفر ہوتا۔

اس لئے اللہ تعالےٰ نے نہی میں حکم دے کر انھیں اپنی منشا وخواہش سے زمین کی طرف آنے پر رضامند کر لیا۔ اب چونکہ آدمؑ وحواؑ اپنی ہی منشاء کے سبب گرفتارِ مصائبِ ارض ہوئے اور جنّت کا عیش وآرام چھوڑنے کا سبب خود بنے اس لئے انہوں نے اللہ تعالےٰ کا گلہ وشکایت کرنے کے بجائے

اپنے نفس (اور خواہش) کا گلہ کیا۔ مثلاً
قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (آدمؑ و حوّاؑ) دونوں نے عرض کی
(الاعراف : ۲۳) کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے
اوپر ظلم کیا ہے۔

مثال بغرض تفہیم امر و نہی

ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ سیڑھی چڑھ کر کوٹھے پر جانا سیکھ لے۔ لیکن اگر ہم حکم صریح دے کر اسے کوٹھے پر بھیجیں تو جب اسے ابتداءً چوٹ لگے گی اور تکلیف پہنچے گی (گرنے سے) تو وہ ہمارا گلہ کرے گا۔ ہم نے اپنے آپ کو گلے سے بچانے کے لئے انگور کا خوشہ کوٹھے پر اس طرح رکھ دیا کہ بچے کو نظر آسکے اور اس سے کہا۔

یہ انگور تمہارے لئے ہیں خوب کھاؤ۔ لیکن تم اس مکاں کی حد سے گزر کر کوٹھے پر نہ جاؤ۔ ورنہ اس آرام سے بیٹھے رہنے کو ترک کرنا پڑے گا۔ اب بچہ اپنے ذوق اور اپنی خواہش سے انگور حاصل کرنے کے لئے سیڑھیاں چڑھتا ہے اور سوچتا ہے کہ جب یہ انگور میرے لئے ہی ہیں اور کھانے کی اجازت بھی ہے تو میں پست ہمتی کیوں دکھاؤں۔ ذرا سی کوشش کرکے حاصل کیوں نہ کروں۔ پس جب وہ سیڑھیاں چڑھتا ہے اور چوٹ کھاتا ہے تو وہ اپنی خواہش پر عمل کرنے کے سبب خود اپنی ذات کا گلہ کرتا ہے مثلاً کہتا ہے، "ہائے میں کیوں چڑھا اور اس مکان کی حد سے کیوں گزرا کہ یہ چوٹ لگی" اس حکمت امر و نہی کرنے میں ہم گلہ و شکایت سے بھی بچ گئے اور ہمارا مقصود کہ بچہ سیڑھی چڑھنا سیکھ لے حاصل ہو گیا۔ اسی کا نام حکمت و دانائی ہے۔

ظلم کی تعریف

ظلم	وضع الشئ فی غیر موضعہ	کسی شے کو اس کی حقیقی جگہ سے ہٹانا نامناسب جگہ رکھنا

ظلم کی اقسام

ظلم	اس کی تین قسمیں ہیں : شریعت[۱] پر ظلم ۔ غیر[۲] پر ظلم ۔ اپنی ذات[۳] پر ظلم
۱۔ شریعت پر ظلم	اللہ تعالےٰ کے عدل کا انکار ہے (قولاً ہو یا عملاً) اور اس کا انجام جہنم ہے ، ابلیس نے اللہ کے عدل کا

انکار کیا تو بغیر توبہ کی گنجائش دیئے اسے ملعون قرار دیا گیا منکر عدل کے لئے توبہ نہیں ہے اور منکرِ عدلِ الہٰی دائمی لعنت کا مستحق ہوتا ہے ۔

۲ - غیر پر ظلم	اس کی دو قسمیں ہیں : امرِ الہٰی[۱] سے ۔ خلافِ[۲] امرِ الہٰی ۔
امرِ الہٰی سے	قصاص لینا ۔ جہاد میں دشمنِ الہٰی کو قتل کرنا ۔ قربانی (یہ ثواب ہے)
خلافِ امرِ الہٰی	کسی پر ظلم کرنا ۔ حق غصب کرنا ۔ زخم پہنچانا ۔ جس کا مواخذہ ہوتا ہے ۔ گناہ ہے اور قابلِ سزا ہے ۔

(جیسے ناک کے بدلہ ناک ۔ کان کا بدلہ کان ۔ کاٹنا ۔

۳ - اپنی ذات پر ظلم	اس کی دو قسمیں ہیں ۔ بمطابق[۱] منشا الہٰی ۔ خلافِ[۲] منشا الہٰی

بمطابق منشاء الہٰی	یہ ثواب ہے جیسے. روزہ رکھنا ۔ جہاد کرنا خود کو تعب میں ڈالنا ۔
خلافِ منشاء الہٰی	یہ گناہ ہے جیسے خودکشی ۔

لعنت کا تعلق

لعنت کا تعلق ان ظالموں سے ہے جو شریعت پر ظلم کرتے ہیں اور کسی نبی یا امام یا مومن کو عمداً قتل کرنا اور ان کے حقوق کا غصب کرنا وغیرہ

آدمؑ و حواؑ کا فعل

آدمؑ کا فعل بمنشاء الہٰی تھا۔ اس لئے وہ گناہ نہیں ثواب اور مستحسن تھا۔

دلائلِ ثواب واستحسان

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (طٰہٰ : ۱۲۲)

پھر اس کے پروردگار نے اس (آدمؑ) کو منتخب کر لیا ۔ اس پر نظر کرم فرمائی اور راہ راست بتا دی ۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ (آل عمران : ۳۳)

بہ تحقیق اللہ نے آدمؑ کو برگزیدہ کیا ۔

یہ انعامات الہٰی ثواب اور مستحسن عمل کی جزا ہے نہ کہ سزا (جرم پر سزا ہوتی ہے نہ کہ انعام)

نوٹ : آدمؑ کا فعل قربتِ شجرہ بہ علم منشاء الہٰی تھا اس لئے مستحسن تھا جو کا فعل بغیر علم منشاء الہٰی تھا اس لئے مستحسن یا قابلِ انعام نہ تھا۔

بعض آیات کا اطلاق اور توضیح

۱۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ

(البقرۃ : ۳۶)

شیطان نے اِن دونوں (آدمؑ و حواؑ) کو وہاں سے نکلانے کی تدبیر کی اور جس حالت میں وہ تھے اس میں ان کو نہ رہنے دیا۔

۲۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

(الاعراف : ۲۰)

پھر شیطان نے (ان کے دل میں) وسوسہ ڈالا تاکہ ان کے ستر جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھے وہ ظاہر کر دے۔

۳۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ

(الاعراف : ۲۱/۲۲)

اور شیطان نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں ضرور تمہارا خیر خواہ ہوں اور اس طرح دھوکے سے انھیں ڈانواڈول کر دیا (اپنے آپ کو خیر خواہ کہنا دھوکا دینا ہے)

۴۔ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

(الاعراف : ۲۲)

ان کے پروردگار نے پکار کر ان سے کہا کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کیا تھا اور تم کو یہ جتا نہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۵۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا (الاعراف : ۲۷)

اے اولاد آدمؑ شیطان تم کو فتنے میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا اور ان کا لباس اتروایا کہ ان کے ستر ظاہر کر دے۔

۶۔ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ

(اللہ نے فرمایا) ایسا نہ ہو کہ یہ (شیطان)

فَتَشْقٰی ○ — تم دونوں (آدمؑ وحوّا) کو جنت سے نکال دے۔ تم پھر تکلیف میں پڑجاؤ۔

(طٰہٰ : ۱۱۷)

اس قسم کی تمام آیات سے ظاہر ہے کہ شیطان (ابلیس) آدمؑ وحوّاؑ کو جنت سے نکلوا کر دنیا کے مصائب میں گرفتار کروانا چاہتا تھا۔ یہ سب آیات ابلیس کی بدنیتی ظاہر کرنے کے لئے ہیں تاکہ انسان یہ سمجھ سکے کہ منافق اور دشمن کے بظاہر نیک مشورے میں بھی نیت بد ہوتی ہے اور اس کا انجام بد ہوتا ہے اس لئے اس سے نیکی کی امید کرنا یا اس کے مشورے پر چلنا یا حُسنِ ظن رکھنا انجام کار نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس سے پرہیز لازم ہے۔

حقیقتِ واقعہ

ابلیس یہ جانتا تھا کہ آدم علیہ السلام کو خلافت فی الارض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ انھیں اللہ تعالےٰ زمین پر بھیجنے کے لئے اور قباحتِ ظلم سے بچنے کے لئے امر ونہی دے رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ آدم علیہ السلام ضرور منشاءِ الٰہی پر عمل کریں گے۔ وہ اس بات کو بھی جانتا تھا کہ وہ اللہ کے خاص بندوں کو بہکا نہیں سکتا۔ پس اس نے اللہ ہی کے حکم ومنشا کے متوازی اپنا مشورہ ناصحانہ شامل یا پیش کر دیا اور کہنے لگا۔

قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○ — (شیطان نے) کہا کہ اے آدمؑ کیا میں تمہیں ہمیشگی کا درخت بتادوں اور ایسی عظمت جو کبھی پُرانی (زائل) نہ ہو۔

(طٰہٰ : ۱۲۰)

آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ انہیں جنت کی ہر شئے کھانے کی اجازت ہے۔ اور صاحبِ علم الاسمائ تھے۔ یعنی صاحبِ معرفت تھے یہ جانتے تھے کہ

جنّت میں حرام یا ممنوعہ شے کوئی نہیں۔ اور ہر شے پاک و نورانی باعظمت ہے وہ اللہ کی منشار و حکم در نہی کو بھی جانتے تھے۔ انھیں نورانی شجرۃ الخلد کا بھی علم تھا کہ وہ درخت طوبیٰ وطیبہ نورِ علم (نورِ پنجتن پاک) کا مرکز ہے جس کا پھل کھانا اور ذائقہ لینا احسن فعل اور دائمی فضیلت کا سبب ہے۔ انہوں نے ابلیس (دشمن) کے مشورے کو نظر انداز کرتے ہوئے عجلت سے کام لیا۔ اور اس پاک نورانی علم کے درخت کا پھل کھالیا اور اس نور کو اپنے اندر جذب کرلیا۔

ترکِ اولیٰ

یہاں یہ بات مشتبہ ہوگئی کہ وہ تعمیلِ حکمِ الٰہی کر رہے ہیں۔ جو کہ حقیقت ہے یا ابلیس کے مشورے پر چل رہے ہیں۔ ابلیس (دشمن) کا رد نہ کرنا ایک عظمت و برتری کا ترک تھا۔ انھیں چاہئے تھا کہ توقف کرتے۔ اور ابلیس (دشمن) کے مشورے کا پہلے رد کرتے۔ اور کہتے کہ مجھے تجھ ابلیس کے مشورے کی ضرورت نہیں۔ پھر دشمن کے رد کرنے کی برتری حاصل کرکے حکمِ الٰہی یا منشارِ الٰہی پر عمل کرتے تو ترکِ اولیٰ سے بچ جاتے۔

ترکِ اولیٰ کی مزید دلیل

منشارِ الٰہی امر در نہی میں پوشیدہ تھی اور آدمؑ کا اپنا ذوق قربتِ شجرہ کا ظاہر تھا

اگر وہ اپنے ذوق کی تکمیل کرنے سے پہلے اللہ کے حکمِ صریح (امرِ واجب) کا انتظار کرتے تو ظاہر ہے اللہ کا حکم برتر و اولیٰ و افضل ہوتا آدمؑ کے ذوق سے۔ انھیں عجلت میں حکمِ واجب و صریح جو اولیٰ ہوتا کا اختیار کرنا ترک ہوگیا۔

آدم علیہ السلام نے بدنیّت (دشمن و منافق) ابلیس کے مشورے کو (اگرچہ مشورہ صحیح بھی تھا) رد نہیں کیا۔ اس لئے موردِ الزام قرار دیئے گئے

شجرۂ طوبےٰ کے نورِ علم کا فیض

شجرۂ طوبےٰ (پنجتنؑ پاک) کے نُورِ علم کا فیض تھا کہ آدم علیہ السلام مجتبےٰ و مُصطفےٰ قرار پائے لیکن ان ذواتِ مقدسہ کو اپنی نسل مطہرہ میں لینے کے لئے انھیں زمین پر آکر نسل بڑھانے کی ضرورت تھی۔ جب نورِ علم کے پھل کو آدمؑ نے بذاتِ خود اور حواؑ نے بہ وساطت آدمؑ نوش فرمایا تو اس کے لطیف اور با عظمت وزن سے آدمؑ و حواؑ کے جسموں پر جو کھال کا لباس تھا وہ پسینہ آنے سے گل کر گر گیا۔ اور مادۂ تولید ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ انھیں نسل بڑھانے کے لئے زمین میں بھیجدیا گیا جو ان کی غرضِ خلقت تھی۔

آدمؑ و حواؑ کا زمین پر آنا

یہ بطور سزا نہ تھا۔ اگر بطور سزا ہوتا تو مجتبےٰ و مصطفےٰ ہونے کا انعام نہ پاتے یہ انعامات کی بارش حکم در نہی میں منشاء الہٰی کی تکمیل اور ذوق احسن قربتِ شجرۂ طوبےٰ کا فیض تھا۔ اور یہ آدمؑ کا کمال تھا کہ نورانی شجرۂ علم کو گلے لگایا اور فعل مکروہ تھا ابلیس کے مشورہ کا رد کرنا۔

عصمتِ آدمؑ پر دلائل

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی	اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کا عصیاں کیا پس بے جگہ ہوگئے۔
(طٰہٰ : ۱۲۱)	

عصیان

نہی کے ارتکاب کا نام عصیان ہے۔ اور غوا (بے جگہ) ہونا اس کا انجام ونتیجہ ہے یاد رہے جس قسم کی نہی ہوگی اسی قسم کا عصیاں ہوگا مثلاً نہی واجب میں عصیان حرام ہوگا۔ نہی اختیاری میں عصیاں مکروہ ہوگا۔

درخت کی قربت سے آدمؑ وحواؑ دونوں کو نہی کی گئی ۔ دونوں نے پھل کھایا دونوں نے ذائقہ لیا ۔ لیکن عصیان کے موقع پر حوا موجود یا مورد الزام نہیں ۔ کیوں ؟

اس لئے کہ یہ نہی واجب اور ارتکاب حرام نہ تھا ورنہ دونوں جواب دہ ہوتے ۔ حوا امتی اور پست تھی اس سے جواب دہی نہیں ہوئی ۔ آدمؑ جو مجتبےٰ و مصطفےٰ تھے ان کی عظمت کے منافی تھا کہ ابلیس کا رد نہ کریں ۔ اس لئے صرف آدم صاحبِ عظمت جواب دہ ہوئے ۔

امر در نہی (منشاءِ الٰہی) کی تکمیل

یہاں عصیان یعنی نہی کا ارتکاب امر در نہی پر عمل اور منشاء الٰہی کی تکمیل تھا ۔ اس لئے بجائے سزا کے انعامات اجتبیٰ و اصطفےٰ سے نوازے گئے ۔

فغویٰ بے جگہ ہونا ۔ جنت سے زمین میں آنا عصیان کا نتیجہ ہے جو بطور سزا نہیں ۔ اس لئے بطور عصیان اختیاری (نا قابلِ سزا ۔ بظاہر فعل مکروہ) ان کے اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے تھا ۔ تاکہ خدا پر ظلم کا الزام نہ آئے ۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طٰہٰ : ۱۱۵)

اور آدمؑ کو ہم نے پہلے ہی ایک حکم دیا پس اس نے ترک عزم (ٹھہراو) کردیا اور ہم نے ان میں ٹھہراؤ نہ پایا ۔

نسیان نسیان کے معنیٰ ترک کے ہیں ۔ بھول سے بھی ترک فعل ہوتا ہے اس لئے بھول جانے سے تعبیر ہوجاتا ہے ، لیکن اس کے حقیقی معنیٰ ترک کے ہیں بھول سے ہو یا دانستہ ہو ۔ مثلاً قرآن میں ہے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۔ (التوبۃ : ۶۷) اللہ کے لئے بھول کا الزام عیب اور

کفر ہے۔ اللہ نے انھیں ترک کر دیا (ان کے حال پر چھوڑ دیا)

یہاں آدمؑ سے جو عہد لیا تھا۔ اگرچہ اس عہد کی یہاں توضیح نہیں لیکن سلسلۂ کلام سے ظاہر ہے کہ وہ عہد ابلیس دشمن سے ہوشیار رہنے اور اس کے مشورے پر نہ چلنے کا ہوگا جسے آدم علیہ السلام نے ترک کر دیا اور اپنے ذوقِ احسن (قربتِ شجرۂ طوبےٰ وعلم) کی تکمیل میں عجلت سے کام لے کر عزم و ٹھہراؤ کا مظاہرہ نہ کیا۔ اگر وہ ابلیس کا اس وقت رد فرما دیتے۔ اور پھر دوسرے وقت بعد ردِ ابلیس کے اس شجرۂ طوبےٰ کی قربت حاصل کرتے یا پھل کھاتے تو یہ ثابت ہوتا کہ وہ قربتِ شجرۂ طوبےٰ وعلم کا مستقل و مصمم عزم رکھتے ہیں یہ کوئی فعلِ اتفاقیہ نہیں جو کر بیٹھے۔

حاصلِ مقصود یہ ہے کہ یہاں عصیان و نسیان درواقعہ صاحبِ روح القدس (معصوم) آدمؑ کے لئے خلافِ عصمت و گناہ نہیں۔

قابلِ غور غیر معصوم کا عصیان واجب نہی کا ارتکاب اور نسیان واجب امر کے ترک میں ہوتا ہے اس لئے گناہ ہوتا ہے۔

غیر معصوم سنن کے ترک و مکروہ کے ارتکاب میں جواب دہ نہیں جیسا کہ ان دونوں موقعوں پر حواؑ اسی نظر انداز ہیں۔ حالانکہ فعل میں شامل ہیں۔

۲ یہ کہ آدمؑ خلاف عہد ابلیس کے مشورے پر نہیں چلے بلکہ ابلیس کا رد ترک کر بیٹھے (بوجہ عجلت در ذوقِ احسن)

عصمت آدم علیہ السلام پر دلائل قاطع

۱ آدم علیہ السلام کو اللہ نے معصوم و نوری ملائکہ سے سجدہ کرا کر جو عظمت

بخشی ہے اور خصوصیت سے نوازا ہے۔ یہ فعلِ قبیح ہے کہ وہ گنہگار ہوں۔ گناہ گار کی تعظیم معصوم سے حکماً کرانا فعلِ قبیح ہے۔ یا معصوم کو گنہگار کے آگے جھکانا فعلِ قبیح ہے۔ جس سے اللہ تعالےٰ پاک ہے۔ (فعلِ قبیح مجبور سے ہوتا ہے نہ کہ قادر سے) اللہ عالم الغیب تھا۔ حکمِ سجدہ دینے کے وقت بھی آئندہ کے حالات سے واقف تھا۔

۲۔ اللہ خود فرماتا ہے کہ اس کے خاص بندوں (صاحبانِ روح القدس و معصوم) پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوسکتا۔ اور آدمؑ اللہ کے خاص بندے ہیں جن کو مسجودِ ملائکہ بنایا گیا۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر، ۴۲)	بہ تحقیق جو میرے (خاص) بندے ہیں ان پر تیرا ہرگز غلبہ نہیں ہوگا۔

نتیجہ پس آدمؑ پر نہ ابلیس کا غلبہ ہوا۔ نہ بہکانے میں آئے کیونکہ اللہ سچا ہے۔

۳۔ ابلیس خود کہتا ہے کہ وہ اللہ کے مخلص بندوں (معصومین صاحبانِ روح القدس) کو نہیں بہکا سکتا۔

وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ہ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (الحجر، ۳۹/۴۰)	(ابلیس کہتا ہے) اور ضرور میں سب کو بہکاؤں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے

آدم علیہ السلام اللہ کے خاص و مخلص بندے تھے جن کو معصوم فرشتوں سے سجدۂ تعظیمی کرایا گیا، پس انھیں ابلیس ہرگز نہیں بہکا سکا۔ نہ بہکا سکتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو مجتبےٰ و مصطفےٰ قرار دیا ہے۔ گنہگار و مجرم و نافرمان کو چن لینا (کلمات و انعامات سے نوازنا) فعلِ قبیح

ہے جس سے اللہ تعالٰے جو ہر چیز پر قادر ہے پاک ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کو چُنا ہے تو وہ یقیناً معصوم (صاحب روح القدس و نور) ہیں۔ گنہگار و نافرمان نہیں۔ اور ان سے کوئی فعل خلافِ عصمت سرزد نہیں ہوا۔

معصومین سے ترکِ اولیٰ جائز کرنے میں حکمت عظمےٰ

اللہ تعالٰے زبردست حکمت والا ہے۔ اس نے ہادیانِ برحق کو تعلیم علم و حکمت دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اگر وہ گنہگار ہوتے تو ان کی معاصی میں اطاعت حرام ہوتی۔ اور گنہ کے فعل سے گمراہ کُن ہوتے۔ پس اللہ نے جو ہر چیز پر قادر ہے انھیں معصوم روح القدس سے پیدا کیا ہے تاکہ گناہ نہ کرسکیں اور گمراہ کن نہ بن سکیں اور ہر حال میں ہادی و قابلِ اطاعت رہ سکیں۔ تاکہ ان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت و منشا پر عمل ہوسکے۔

لیکن سنن و مکروہات (نا قابلِ سزا افعالِ اختیاری در امر[1] و نہی[2]) کو جائز کرکے انھیں گنہگار و اُمتی لوگوں کے لئے توبہ و استغفار کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت کا سبب بنا دیا۔

معصوم ترکِ اولیٰ پر نادم ہوکر توبہ و استغفار کرتا ہے تاکہ گنہگاروں کو یہ طریقہ حاصل ہوجائے کہ گناہوں پر توبہ و استغفار کیسے کی جاتی ہے۔ یہ تعلیم توبہ و استغفار انتہائی ضروری ہے گنہگاروں کے لئے۔ اور گنہگاروں کی تعلیم توبہ و استغفار کے لئے ہادی رہنما اور نمونہ عمل ہوتا ہے۔

نورِ اوّل (نفسِ مشیتِ الٰہی) کے حامل ۱۴ معصوم

نورِ اوّل کے حامل ۱۴ معصوم (صاحبانِ آیتِ تطہیر) ترکِ اولیٰ سے بھی پاک ہیں وہ اپنے مقصود کی کمی (دینِ اکمل مکمل روئے زمین پر رائج ہونے میں جو کمی ہے) پر توبہ و استغفار (کمی پوری ہونے کی دعا و نظرِ رحمت کی دعا) کرتے ہیں تاکہ لِلعٰلمین و انبیاء و مرسلین اور جملہ مخلوقات کے لئے توبہ و استغفار کرنے کا نمونہ پیش کر سکیں اور رہنمائی کر سکیں۔

آیتِ تطہیر کا مقصود

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (الاحزاب : ۳۳)

بہ تحقیق اللہ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ اے اہل البیتؑ تم سے ہر بُرائی (گناہ، عیب، نقص) کو دُور رکھے اور خوب پاک صاف رکھے۔

اللہ کی ضمانت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اہل البیتؑ (پنجتن پاک ۱۴ معصوم صاحبانِ نورِ اوّل۔ رحمۃ للعٰلمین و ہادیانِ دینِ اکمل للعٰلمین) سے وہ ہر بُرائی کو دُور رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور خوب پاک صاف رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے (جبکہ اللہ کا ارادہ اٹل ہوتا ہے)

ترکِ اولیٰ عظمت کے مقابل بُرائی ہے

پس وہ صاحبانِ نورِ اوّل جن سے ہر بُرائی کو اللہ نے دُور رکھا ہے ان سے ترکِ اولیٰ (ترکِ عظمت کی بُرائی) بھی دُور ہے اللہ کے فیصلہ کے مطابق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳

تخلیقِ بشریت

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے مجسمہ کو مختلف زمینوں کی مختلف مٹیوں سخت[۱] و نرم[۲] و بربری[۳] و چکنی[۴] و سرخ[۵] و سیاہ[۶] و سفید[۷] کے اجزاء سے اور مختلف قسم کے پانیوں میٹھے[۱] - کڑوے[۲] - کھاری[۳] - نمکین[۴] - تیزابی[۵] - گندگی[۶] - مکدر[۷] کے مرکبہ سے خمیر کر کے بنایا گیا ہے - جس کی وجہ سے انھیں عالم برزخ کہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں مختلف رنگ روپ کے لوگ پیدا ہوئے۔ کوئی گورا ہے کوئی کالا - کوئی سانولا ہے کوئی زردی مائل۔ کسی میں پھیکا پن ہے کسی میں نمکینی اور چمک اور چکنا پن - اگر ایک ہی قسم کی مٹی استعمال کی جاتی تو لوگ پہچانے نہ جاتے۔

اسی طرح مختلف قسم کے پانیوں کے اثرات نے اولاد آدمؑ کو مختلف طبائع کا حامل بنا دیا۔ کسی میں میٹھے پانی کا زیادہ اثر ہے تو وہ خوش خلق ہے کسی میں کڑوے پانی کا زیادہ اثر ہے تو وہ کڑوے مزاج کا حامل ہے۔ کسی میں نرم مٹی اور شیریں پانی کا میل ہو گیا ہے تو وہ بہت ہی نرم مزاج اور خوش اخلاق ہے کسی میں سخت مٹی اور کڑوے پانی کا زیادہ حصہ ہے تو وہ

سخت مزاج اور بد اخلاق کا مجسمہ ہے۔ اسی طرح مختلف تناسب سے مختلف مٹی و پانی کے بہت سے مرکبات سے بہت سی طبائع کے لوگ پیدا ہوتے چلے گئے اگر ایک ہی قسم کا پانی استعمال ہوتا تو اولادِ آدمؑ کی طبائع مختلف نہ ہوتیں۔ ہر مٹی اور ہر پانی کا الگ الگ اثر ہے اور ہر قسم کے مرکبہ کا الگ الگ۔

آدم علیہ السلام کے مجسمہ میں طینتِ علیین بھی شامل ہے جس سے ہادیانِ برحق و نیک ترین لوگوں کا خمیر ہوا۔ اور طینتِ سجین بھی شامل ہے جس سے بد ترین ظالمین اور جہنمی لوگ پیدا ہوئے ان مختلف مرکبات میں بعض بد ترین لوگوں سے بھی کوئی اچھا کام ہو جاتا ہے۔ شیریں پانی اور نرم مٹی کے اثر سے۔ بعض نیک لوگوں سے بھی بُرے کام ہو جاتے ہیں۔ کڑوے پانی وسخت یا بُری مٹی کے اثر سے۔ جبکہ اجزا سب میں مختلف ہوتے ہیں۔

انسان کو جو صاحبِ اختیار بر فعل بنایا گیا ہے، اگر وہ اپنے اختیار سے نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے تو اچھی مٹی و اچھے پانی کے (خلیے) اجزا سرگرمِ عمل ہوتے ہیں اور دوسرے (خلیوں) اجزا پر غالب آجاتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے (خلیے) اجزا راستہ میں روڑا بھی اٹکاتے ہیں جنھیں نفسِ امارہ میں دخل ہے اگر انسان بدی کی طرف راغب ہوتا ہے تو بری مٹی و برے پانی کے (خلیے) اجزا سرگرم عمل ہو جاتے ہیں اگرچہ دوسرے (خلیے) اجزا روکنے کی کوشش بھی کرتے ہیں جنھیں ضمیر (نفس لوامہ) میں دخل ہے فیصلہ انسان کا دل و دماغ کرتا ہے ان میں بھی مختلف مرکبات کے اثرات ہوتے ہیں جن سے مختلف قسم کی سوچ اور فکر اور فیصلے اور رغبت پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کے دن پیدا کئے گئے ہیں اس لئے جمعہ کو تمام دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ چونکہ آدم علیہ السلام کے مجسمہ کے

اجزاء کو جمعہ کے روز مرکب کیا گیا اور خمیر کیا گیا اس لئے اس روز مخصوص نمازِ جمعہ کی فضیلت ہے جو بغیر جماعت کے فرادی نہیں ہوتی۔ اور اس میں بہت سے لوگوں کا جمع و اکٹھا ہونا ایک دوسرے سے اُنس و موانست اور انسانی ہمدردی پیدا ہونے کا سبب ہے۔

تخلیقِ حواؑ

آدمؑ کے مجسمہ سے بچی ہوئی اور بائیں پسلی کی بچی ہوئی مٹی سے اُم البشر حضرت حواؑ کو پیدا کیا گیا ہے مرد کو عربی زبان میں مرء کہتے ہیں عورت کو اسی سے مشتق کر کے بطور تانیث مرأۃ کہا گیا ہے۔

اگر حواؑ بھی سالم مٹی سے پیدا کی جاتیں تو عورتیں قصاص میں برابر ہوتیں اگر حصۂ ظاہر کی مٹی سے پیدا کی جاتیں تو پردے کا حکم نہ ہوتا۔ اگر داہنی طرف کی مٹی سے پیدا کی جاتیں تو میراث میں برابر کا حصہ ہوتا اور شہادت بھی مرد کے برابر ہوتی۔

عورت کی بنیاد بائیں پسلی کی بچی ہوئی مٹی سے ہے اور بائیں طرف ہی دل ہوتا ہے اس لئے عورتوں سے مردوں کو رغبت ہوتی ہے اور عورتیں باعثِ انس ہوتی ہیں چونکہ عورت بائیں پسلی کی بچی ہوئی مٹی کی بُنیاد رکھتی ہے اس لئے اس کی ایک طبع ہوتی ہے اس کی مثال ٹیڑھی ہڈی کی ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی۔ پس عورت پر جبر و تشدد اس کی طبع کے خلاف کرنا عبث اور بے سود ہے۔

چونکہ حوا علیہا السلام آدم علیہ السلام کے بعد پیدا کی گئیں ہیں اور عمر میں کم تھیں۔ اس لئے وہی جوڑا کامیاب و بہتر رہتا ہے کہ مرد سے زوجہ کم عمر ہو۔

چونکہ حواؑ کو آدم علیہ السلام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے عورتیں مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور مرد یا شوہر مالک و کفیل یا کنبہ والا و سربراہ کہلاتا ہے۔ اور مرد ہی سے نسل و نسب کا سلسلہ جاری و قائم ہوتا ہے۔

آدمؑ و حواؑ کی تزویج اور حق مہر

اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اے آدمؑ تم ہم سے حواؑ کی خواستگاری کی درخواست کرو۔ آدم علیہ السلام نے حواؑ کو حاصل کرنے کی درخواست بارگاہ رب العزت میں کی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ حق مہر ادا کرکے حواؑ سے نکاح کرو۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی۔ بارِ الٰہا میرے پاس کیا ہے۔ جو حق مہر میں ادا کروں۔ رب العزت کا حکم ہوا۔ دس مرتبہ محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام پر درود شریف پڑھو۔ یہی حواؑ کا حق مہر ہے۔ آدم علیہ السلام نے دس مرتبہ محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السّلام پر درود شریف بہ تعلیم الٰہی پڑھا۔ اور پھر اللہ نے آدمؑ سے حواؑ کو تزویج کیا خالق قاضی تھا۔ عقد کرانے والے جبرائیل تھے اور گواہ ملائکہ مقربین تھے (حیاۃ القلوب)

آدم علیہ السّلام خطۂ ارضی پر

حضرت آدم علیہ السلام کوہ سراندیپ میں اور حوا جدہ میں اُتریں۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ حوا کو تلاش کریں۔ وہ ان کی تلاش میں چلے، آپ چلتے چلتے ایک پہاڑی پر پہنچے تو آپ کو سامنے ایک قریبی دوسری پہاڑی پر حوا نظر آئیں۔ پس اس پہاڑی کا نام جہاں اس وقت آدم علیہ السلام تھے آدمؑ صفی اللہ کی نسبت سے کوہ صفا رکھا گیا اور جس پہاڑی

پر حضرت حواؑ تھیں اس کا نام مراۃ کے لحاظ سے مروا رکھا گیا۔ اس طرح پہاڑوں میں سب سے پہلے جن کے نام رکھے گئے وہ صفا اور مروا ہیں جو آدمؑ و حواؑ کی نسبت سے بھی محترم قرار پائے۔

۲۵ ذی قعد کو زمین کا فرش بچھایا گیا۔ اسی روز کعبہ نصب ہوا۔ اسی روز یا اسی تاریخ کو آدمؑ زمین پر اترے۔ اس تاریخ کا روزہ مستحب اور بڑے ثواب کا باعث ہے۔

نسل انسانی کا اجرا آدمؑ و حواؑ سے

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت حواؑ سے چار فرزند پیدا ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے چار حوریں بھیجیں۔ جن سے ان کی تزویج ہوئی اور اولادیں پیدا ہوئیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان حوروں کو آسمان پر واپس بلا لیا اور پھر انھیں چاروں لڑکوں کی شادیاں چار جن عورتوں (جنّیوں) سے ہوئیں۔ ان سے بھی چاروں کی اولادیں ہوئیں۔ پھر اس کے بعد چچا زاد لڑکوں لڑکیوں کی شادیاں ہونے لگیں۔ اس طرح نسل انسانی بطریق حلال جاری ہوئی اور کثیر مرد و عورتیں پیدا ہوتے چلے گئے۔ لوگوں میں حُسن و جمال حوروں کی وجہ سے پیدا ہوا۔ بدخلقی و بھدّے نقش و نگار جن عورتوں کی وجہ سے۔ اور علم و معرفت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ (دیکھئے حیاۃ القلوب۔ تفسیر عیاشی)

قرآن میں تخلیق انسانی کا تذکرہ

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ	اے آدمیو تم اپنے پروردگار سے ڈرو
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ	جس نے تم کو ایک نفس (یعنی مٹی) سے

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ج (النساء ۴ : ۱)

پیدا کیا اور اُسی (مٹی) سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلادیں۔

نفس سے مراد خلاصۂ خاک ہے اور اس کی دلیل منھا و زوجھا ہے جن میں تانیث کا صیغہ ہے اگر نفس واحدہ سے مراد آدمؑ ہوتے تو منہ کا لفظ استعمال ہوتا۔ اگر آدمؑ سے حواؑ پیدا ہوتیں تو مثل بیٹی کے حرام ہوتیں۔

ماں باپ۔ بھائی بہن۔ بیٹا بیٹی حرام الابد ہیں جن سے نکاح کبھی بھی جائز نہ تھا۔ بنی امیہ نے منافقین و شیاطین کی تفسیر بالرائے سے کام لیکر بعض بے بُنیاد باتیں گھڑ کر مشہور کر دی ہیں جن کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان شیاطین نے اولادِ آدمؑ میں بہن بھائیوں کے نکاح کی کہانی اس لئے جوڑی ہے کہ یزید ابن معاویہ کے ان عیوب کو سبک کیا جائے جو اس نے محرمات سے نکاح کر کے کئے۔

زمین پر آباد ہو کر آدم علیہ السلام نے کاشتکاری کی۔ گندم کاشت کی۔ درخت بوئے اُگائے اور مویشی پالے۔

القائے کلماتِ الٰہی

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ط (البقرہ ۲ : ۳۷)

پس آدمؑ کو اپنے رب کی طرف سے کلمات ملے (القا ہوئے) پس اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔

تفسیر میں کلماتِ الٰہی سے مراد محمدؐ و آلِ محمدؐ چہاردہ معصومین علیہم السلام ہیں جن کے اسمائے گرامی کا القا آدمؑ پر ہوا۔ (البرہان)

دُعا کی بُنیاد اور شرط قبولیت

اللہ تعالےٰ کے حضور دعا مانگنے کی بُنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی اور دُعا کی قبولیت کے لیے محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کو واسطہ اور وسیلہ قرار دیا۔ جو کہ شرط قبولیتِ دعا ہے۔ تفسیر میں آدم علیہ السلام کی دُعا کے الفاظ جو مذکور ہیں حسب ذیل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ بِجَاہِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالطَّیِّبِیْنَ مِنْ اٰلِہِمْ لَمَّا تَفَضَّلْتَ بِقَبُوْلِ تَوْبَتِیْ وَغُفْرَانِ زَلَّتِیْ وَ اِعَادَتِیْ مِنْ کَمَا اَمِنْتُکَ اِلٰی مَرْتَبَتِیْ۔ (البرہان)

اے اللہ محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ان کی پاک آل میں جو (ائمہ طاہرینؑ) ہیں ان کے مرتبہ کے لحاظ یا صدقہ میں میری توبہ قبول فرما۔ میری لغزش کو معاف کر دے اور مجھے اپنی بخشش کے کے طفیل میرے رُتبہ عظمت پر مجھے بحال فرما دے۔

اثرات اسمائے گرامی اور پہلا گریہ

آدم علیہ السلام نے جب چار اسمائے مقدسہ محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ علیہم سلام زبان پر جاری فرمائے تو دل و دماغ میں مُسرّت و فرحت محسوس کی۔ لیکن پانچواں اسم مقدس حسین علیہ اسلام کا نام زبان پر لاتے ہی دل و دماغ وفورِ غم سے لبریز ہو گیا اور بے اختیار گریہ طاری ہوا۔ یہ پہلی پہلی دعا اور پہلا پہلا گریہ تھا۔ آدم علیہ السلام نے روتے روتے اور گڑ گڑا کر دُعا کو پورا کیا اور دُعا قبول ہو گئی۔

پنجتن پاک نورِ اوّل سے پیدا ہوئے ہیں جن کے نورانی پسینے کے قطروں سے انبیاء و مرسلین پیدا ہوئے ہیں۔ (حیاۃ القلوب)

دُعا میں سنتِ آدمؑ

اللہ تعالیٰ نے دُعا میں سنتِ آدم کو زندہ و باقی رکھنے کے لئے یہ بات اپنی ذات کے لئے واجب قرار دے لی کہ جب دعا رو کر اور گڑگڑا کر اور آلِ محمد علیہم السلام کا واسطہ دے کر مانگی جائے گی تو وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ چنانچہ دعا کا مانگنا۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کو وسیلہ برائے قبولیتِ دُعا بنانا اور رو کر و گڑگڑا کر دعا مانگنا آدمؑ علیہ السلام کی سنّت ہے۔

عزاداریٔ حُسینؑ کی بُنیاد آدمؑ نے رکھی ہے

آدم علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت سے دریافت کیا کہ اس خامسِ آلِ عبا حسینؑ کے نام میں کیسا اثر ہے جس کے لیتے ہی گریہ طاری ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدمؑ یہی حسینؑ میرے حبیب محمد مصطفےٰ کا نواسہ ہے جو خالص میری محبت میں اپنی پوری کائنات قربان کر کے ذبحِ عظیم بنے گا اور بجائے گلہ کے صبر و شکر کی معراج دکھائے گا۔ میں اسکے صبر و شکر کی تصویر اپنے علمِ مخزون سے نکال کر ہر ہر نبیؑ کو دکھاؤں گا اور اسکے صبر و شکر سے انھیں اُمتوں کے ڈھائے ہوئے مصائب پر صبر کرنے کی اور گلہ کے بجائے شکر ادا کرنے کی تعلیم دوں گا۔

آدمؑ بحکم الٰہی کربلا کے میدان سے گزرے ٹھوکر کھا کر گرے۔ پاؤں اور پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ وجہ پوچھنے پر اللہ نے فرمایا اے آدمؑ اسی سرزمین پر ذبحِ عظیم حسینؑ کا خون بہے گا۔ میں نے چاہا کہ اس کی یادگار کے طور پر تمہارا خون بھی بہے۔ اور تم حسینؑ کے عزاداروں میں داخل ہو جاؤ۔

آدمؑ نے قاتل کا نام پوچھ کر یزید پر لعنت کی (جلاء العیون) اور روتے ہوئے مکہ کو لوٹے اور ایک جگہ (دبحّہ) مقرر کر کے پانچ سو سال تک حسینؑ پر گریہ کرتے رہے جس جگہ کعبہ بنا

زمینِ کعبہ کو بکّہ کہنے کی وجہ تسمیہ

اللہ تعالےٰ نے اس آدمؑ علیہ السلام کے رونے کے مقام کو فضیلت دیکر بکہ (بکا ورونے کی جگہ) قرار دیا اور آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جہاں تک زمین ان کے آنسوؤں سے تر ہے نشان لگا دیں اس حد بندی کو متبرک مقام کعبہ قرار دے کر اس کے طواف کرنے کا حکم دیا۔

امام بارہ بُکا کی جگہ مختص کرنا یا امام بارہ بنانے کی بنیاد۔ غم حسینؑ میں رونے کی بُنیاد اور اپنے خون کی قربانی کی بُنیاد داد غم کی بُنیاد آدم علیہ السلام نے رکھی ہے جس کا ذکر آئے گا۔

کعبہ کی بُنیادِ اوّل

حضرت آدم علیہ السلام جب جنّت میں تھے تو آپ نے ایک نورانی کوٹھے (کمرہ) میں کنیزِ خدا سیدہ فاطمہؑ زہرا بنت محمدؐ کی زیارت کی۔ خاتونِ جنّت کے سر پر تاجِ نورانی تھا اور اُن معظمہ کے کانوں میں خوبصورت دو نورانی گوشوارے تھے۔ آدم علیہ السلام نے دریافت کیا۔ بارِ الٰہ یہ کون معظمہ ہیں ارشاد ہوا یہ ہماری کنیزِ خاص ہے جو محمد مصطفےٰؐ کی دختر دمرکز اہل البیت ہے۔ پھر پوچھا یہ ان کے سر پر نورانی تاج کیسا ہے؟ فرمایا یہ ان کے شوہرِ نامدار علیؑ ابن ابی طالبؑ کا نور ہے۔ پھر پوچھا یہ کانوں میں نورانی گوشوارے کیسے ہیں؟ ارشاد ہوا یہ ان کے فرزندگان حسنؑ وحسینؑ کے انوار ہیں۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ مطبع قاہرہ)

جب آدم علیہ السلام کو زمین پر یاد آیا تو آپ نے اس کوٹھے کی زیارت کے شرف کی درخواست کی۔ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے ایک سفید موتی یعنی

اسی نمونے کا نورانی کمرہ نازل فرمایا جو اسی مقام پر رکھا گیا، جہاں کعبہ اب ہے اور اس کے حج وعمرہ کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ جب لوگوں نے نافرمانیاں کثرت سے کرنا شروع کر دیں تو وہ کعبہ آسمانی آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ صرف اس کی نشانی کے طور پر سنگ اسود (جو اس وقت سنگِ ابیض) تھا رہنے دیا گیا۔ اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا۔ لیکن مخلوقات کی نافرمانیوں کے سبب کالا ہونا شروع ہو گیا۔ اور سنگِ اسود کہلانے لگا۔ (حیاۃ القلوب)

انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومنے کی سنّت

آدمؑ جنت میں پنجتنؑ کے نُور کی زیارت کرتے تھے زمین میں آ کر اس سے محرومی پر رنجیدہ ہوئے۔ اللہ نے فرمایا۔ اے آدمؑ وہ نور تمہاری پیشانی میں ہے انگوٹھوں کے ناخن سامنے کر کے زیارت کر لو۔ آدمؑ نے زیارت کر کے ناخنوں کو آنکھوں سے لگایا اور چوما اور درود شریف پڑھا۔

حضرت آدم علیہ السّلام کی دعا اور اس کا ثمرہ

آدم علیہ السلام نے دُعا کی کہ بار الٰہ جس طرح تُو اپنے پیارے حبیب محمدؐ مصطفےٰ اور اپنے پیارے ولی علیؑ مرتضےٰ کو حسینؑ جیسے فرزند کے غم میں مُبتلا کرے گا۔ مجھے بھی ایک ایسا فرزند حسینؑ کی شباہت رکھنے والا عطا فرما۔ اور اس کے مقتول ہونے کے غم میں مُبتلا کر دے تاکہ میں بھی اس ثواب میں شریک ہو جاؤں، جو اس غم کی بدولت محمدؐ و علیؑ علیہما السلام کو عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی دُعا پر حسینؑ کی شبیہ بنا کر ہابیلؑ فرزند عطا فرمایا اور جب وہ جوان ہوا تو اسی کو نائب بنانے کا حکم دیا۔ آدمؑ نے ہابیلؑ کو اپنا نائب یعنی وصی بنایا تو قابیل فرزندِ آدمؑ حسد کی وجہ سے جل بھن گیا۔ ابلیس نے قابیل کو اپنا

نمائندہ یا ایجنٹ بنا لیا اور قابیل سے کہا کہ تُو بڑا ہو کر بھی ذلیل ہوا اور ہابیلؑ چھوٹا ہو کر فضیلت پا جائے۔ یہ بڑی سُبکی کی بات ہے ہابیل کی اولاد ہمیشہ تیری اولاد کو غلام زادہ کہہ کر ذلیل کرے گی تو اس کی فضیلت کو نہ مان یہ آدمؑ اپنی مرضی سے اسے تیرے اوپر حاکم بنا رہے ہیں کیونکہ یہ خوبصورت ہے۔

پس ابلیس کی تحریک اور بہکانے میں آکر اس نے ہابیل کی خلافت و جانشینی کو ماننے سے انکار کر دیا اور آدم علیہ السلام سے کہنے لگا کہ آدم اسے خلیفہ بنائیں کیونکہ وہ عمر میں بڑا ہے۔ آدم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خلیفہ بنانے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ میں اس کے اختیار میں شرکت فعلی سے شرک نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چنتا ہے اسے کچھ ایسی خوبیوں (روح القدس) سے مالا مال کر کے پیدا فرماتا ہے جس سے دوسرے محروم ہوتے ہیں۔ لیکن قابیل نے ابلیس کی طرح ظاہر پرستی سے کام لیا۔ اور کہا ہابیلؑ بھی مجھ جیسا بشر ہے کوئی فرق نہیں ہے اور یہ الزام لگایا کہ چونکہ آپ (آدمؑ) کو ہابیلؑ سے زیادہ محبت ہے اس لئے آپ نے اپنی خواہش پر ہابیلؑ کو خلیفہ بنایا ہے۔ آدم علیہ السّلام کو قابیل کی الزام تراشی سے بڑا صدمہ ہوا۔ (وصی۔ نائب۔ خلیفہ منیب کے اوصاف کا حامل ہوتا ہے)

آدم علیہ السلام نے بارگاہِ ربّ العزت میں فریاد کی اور کہا بارِ الٰہا یہ میری ہی اولاد میں قابیل ابلیس کا ایجنٹ بنکر میری تکذیب کر رہا ہے تُو کوئی ایسی پہچان پیدا کر دے جس سے ہابیلؑ کی عظمت کا ثبوت فراہم ہو جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم ان دونوں سے کہو کہ وہ دونوں میری راہ میں قربانی پیش کریں جس کی قربانی میں قبول کروں گا۔ وہی خلافت کا اہل ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے دونوں کو بُلا کر اللہ تعالیٰ کا حکم سُنا دیا۔

پسرانِ آدمؑ کی قربانی کا تذکرہ

ہابیلؑ نے بھیڑ بکریاں پال رکھی تھیں۔ انہوں نے عمدہ سے عمدہ دنبہ کا قربانی کے لئے انتخاب کیا۔ قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا۔ اس نے خراب سے خراب فصل قربانی کے لئے پیش کی۔ پس ہابیلؑ علیہ السلام کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ

(المائدہ : ۲۷-۲۸)

اور ان کو آدمؑ کے دونوں بیٹوں کی واقعی خبر پڑھ کر سنا دو۔ جس وقت ان دونوں نے قربانی پیش کی۔ تو ان دونوں میں سے ایک کی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تو اس (قابیل) نے یہ کہا کہ میں تجھے ضرور قتل کر ڈالوں گا اس (ہابیلؑ) نے کہا اللہ تو پرہیزگاروں کی نذر قبول کرتا ہے۔ اگر تو اپنے ہاتھ میری طرف اس نیت سے بڑھائے گا کہ مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ اس نیت سے بڑھانے والا نہیں ہوں۔

اس کے بعد واقعہ مسلسل بیان ہوتا ہے قابیل ابلیس کی تحریک پر عمل کرتا ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

پھر اس کے نفس (امارہ) نے اس کے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس

(المائدہ : ۳۰)

(قابیل) نے اسے (ہابیل) کو قتل کر دیا پھر وہ (قابیل) نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا۔

پہلا مقتول اور پہلا خون کا قطرہ ارض پر

اولادِ آدم علیہ السلام میں سب سے پہلا مقتول شہیدِ حسینی علیہ السلام ہابیلؑ ہے اور سب سے پہلے جس بے گناہ کے خون کا قطرہ اس زمین پر اولادِ آدمؑ سے بہا وہ ہابیلؑ ہیں۔ پھر اس کے بعد قابیل کو یہ فکر ہوئی کہ وہ اپنے جرم کو کیسے چھپائے وہ اس لاش کو اٹھائے اٹھائے پھرا اور کوئی صورت نہ سجھائی دی۔ بالآخر اللہ تعالےٰ نے اس شہید کی لاش کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے ایک کوے کو بھیجا کہ وہ اسے دفن کرنے کا طریقہ سکھائے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ (المائدہ : ۳۱)

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ زمین کریدتا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے۔

اس طرح میت کو دفن کرنے کا طریقہ رائج ہوا۔ اس روئے زمین پر پہلی قبر بنی آدمؑ میں ہابیلؑ علیہ السلام کی بنی ہے حدیث میں ہے کہ اس روئے زمین پر جتنے قتل ہوں گے ان سب کا گناہ قابیل کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، جس نے قتل کی بنیاد رکھی اور قتل کو رائج کیا۔

قابیل ملعون نے پہلے پہل آگ کی پرستش شروع کی۔ اس زمانے میں قربانی قبول ہونے کی نشانی یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر قربانی کو کھا جاتی تھی اور جو قربانی قبول نہ ہو وہ اپنی پہلی صورت پر باقی رہتی تھی

قابیل نے آگ کی پرستش اس نیت سے شروع کی کہ وہ اس کی آئندہ قربانی قبول کرے۔ اس طرح اولادِ آدمؑ میں غیر خدا کی پرستش جاری کرنے والا بھی قابیل ملعون تھا۔

شہید پر گریہ و علم کی بنیاد آدمؑ نے رکھی

حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیلؑ کو موجود نہ پاکر قابیل سے پوچھا تو قابیل نے کہا وہاں دیکھئے جہاں نذر پیش کی گئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وہاں دیکھا تو ہابیلؑ کے خون سے زمین لال پائی گئی پس قابیل پر لعنت کی اور ہابیلؑ شہید کی یاد میں نوحہ کہا۔ اور خواب میں جو علم حسینؑ دیکھا تھا اس کی نقل میں ہابیلؑ کی قمیص خون آلود ایک لکڑی پر ٹانگی جسے اس کی یادگار کے طور پر دیکھ کر گریہ کرتے تھے اس طرح علم کی بنیاد رکھی۔

وصیایت کی ابتداء

حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبیؑ۔ پہلے رسولؑ پہلے صاحبِ کلمہ۔ پہلے خلیفۃ اللہ اور پہلے وصی مقرر کرنے والے ہیں۔ آپ نے بحکم خدا سب سے پہلے ہابیل علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ ان کے قتل (شہید) ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو (جو معصوم و صاحب روح القدس دوسرے نبیؑ تھے) اپنا وصی اور خلیفہ بنایا اور اپنی دوسری اولاد کو ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت شیث علیہ السلام دوسرے وصی تھے اور دوسرے نبی تھے۔

ذاکری اور تابوت عزاداری کی بنیاد آدمؑ نے رکھی

جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے ایک تابوت (صندوق) لاکر دیا اور

خدا کا حکم پہنچا یا کہ اس میں تبرکات رکھ کر وصی کے حوالہ کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تابوت میں ہابیلؑ مثیلِ حسین علیہ السلام کا خون آلود کرتا رکھا اور اسے بطور تبرک اور وصایت کی نشانی قرار دے کر اپنے وصی شیثؑ علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ اور تاکید فرمائی کہ وہ اس کرتے کی زیارت کرکے گریہ کرتے رہیں اور وقعاتِ کربلا جو خواب میں دیکھے تھے۔ انھیں بیان کرکے تاکید فرمائی کہ وہ ذکرِ حسینؑ کرنے سے غافل نہ رہیں۔ اور حکم دیا کہ یہ تابوت ایک وصی سے دوسرے وصی تک پہنچتا رہے اور وقعاتِ کربلا سے اُسے آگاہ کرکے اس محترم تذکرہ کو جاری رکھنے کی تاکید کرتا رہے۔

حضرت آدم کی عمر اور وفات کے وقت وصیت

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس سال ہوئی۔ ان کی وفات کے وقت ان کی اولاد اور پوتے پوتیاں۔ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ آپ نے اپنی ساری اولاد کو اکٹھا کرکے شیث کی اطاعت اور تابوت کی زیارت اور گریہ بر واقعاتِ حسینؑ کا حکم دیا اور خبر دی کہ ایک مدت گزرنے کے بعد ان کی برگزیدہ اولاد میں محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پیدا ہوں گے ان پر ایمان لاتے رہیں اور یہ تمنا کرتے رہیں کہ ان کا زمانہ کسی کو نصیب ہو تو ان کی مدد کریں نیز اس کی اپنی اولاد کو وصیت کرتے رہیں اور یہ بھی خبر دی کہ عنقریب ان کی اولاد میں ایک بزرگ شخصیت نوح علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ ان کی سب اطاعت کریں اور اپنی اولاد کو ان باتوں کی وصیت کرتے رہیں۔

وفات آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات پر حضرت شیث علیہ السلام نے

انھیں غسل دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے کافور اور کفن لاکر دیا۔
حضرت شیث علیہ السلام نے کافور دے کر کفنایا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ جبرائیل
اور ملائکہ کی کثیر تعداد نے اور ان کے پیچھے اولادِ آدم علیہ السلام نے نماز جنازہ
پڑھی۔ ملائکہ نے آدم علیہ السلام کی قبر تیار کی۔ آپ کو شیث علیہ السلام نے
جبرائیل علیہ السلام کی مدد سے قبر میں اتارا۔ آپ کی قبرِ منورہ نجف اشرف (عراق)
میں علی علیہ السلام کی قبرِ منورہ کے پاس ہے۔

حضرت شیث علیہ السلام

حضرت شیث علیہ السلام دوسرے نبی خلیفۃ اللہ اور دوسرے وصی (نامزد
جانشین) آدمؑ تھے۔ ان کی عمر ایک ہزار سال ہوئی۔ آپ احکام الٰہی پہنچانے
کے ساتھ ساتھ تابوت کی زیارت کرتے و کرتے رہے اور واقعاتِ کربلا بھی
بیان کرکے گریہ فرماتے رہے۔ آپ نے اپنے آخری وقت اپنے بیٹے قینان
کو وصی مقرر کرکے آدم علیہ السلام کی طرح وصیت فرمائی اور قینان نے
اپنے بیٹے برہ کو اور برہ نے اپنے بیٹے اخنوع (ادریس علیہ السلام) کو
وصی بنایا۔

بُت سازی و بُت پرستی کی بُنیاد

اولادِ آدمؑ کو حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ۔ مٹی سے مجسمہ بشری
کا بننا اور روح القدس کا پھونکا جانا پھر ملائکہ سے سجدہ کرایا جانا نسلاً
بعد نسلاً اور سینہ بہ سینہ اور باپ دادا سے سنکر سمعاً معلوم ہوتا رہا۔
ابلیس نے بظاہر مقدس شکل بناکر (ملا و مجتہد کی شکل اختیار کرکے)

آدمی کے روپ میں ظاہر ہو کر لوگوں کے سامنے مٹی گوندھ کر ایک انسانی مجسمہ بنایا۔ اور لوگوں سے کہا۔ ایسے ہی تمہارے باپ آدمؑ کا مجسمہ اللہ نے بنایا تھا۔ پھر اس کو خلیفہ بنا کر اور مخلوق کا امام بنا کر اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پس جنہوں نے اس بُت (مجسمہ) کو سجدہ کر لیا انھیں فرشتہ بنا دیا اور جس نے اس بت کو سجدہ نہ کیا اس کو قیامت تک کی لعنت میں گرفتار کر دیا۔ پس تم بھی ایسے بُت (خلیفہ و امام) بناؤ اور انھیں سامنے رکھ کر (امام و قبلہ قرار دے کر) سجدہ کرو۔ ابلیس نے اس بناوٹی بُت کو سجدہ کر کے بہت سے لوگوں سے سجدہ کرا دیا۔

بعض لوگوں نے عقل کے تقاضے پر اعتراض بھی کیا کہ اس میں رُوح تو ہے نہیں۔ بعض نے کہا کہ آدم کے مجسمہ کو اللہ نے بنایا تھا۔ یہ تو تمہارا بنایا ہوا ہے۔ ابلیس بولا روح تو نظر آتی ہی نہیں۔ تم اسے کیسے دیکھ سکتے ہو۔ اسے نظر انداز کر دو۔ اور پھر کہا جسے خدا نے بنایا تھا۔ وہ حقیقی خلیفہ اور امامِ خلق تھا۔ جواب سامنے نہیں ہے اس لئے تم اس کی جگہ (قائم مقام یا نائب) بطور مجازی خلیفہ و امام بنا لو۔ آخر کوئی نہ کوئی تو خلیفہ اور امام (بطور قبلہ) ہونا ہی چاہیے تاکہ سجدہ گزاروں میں تم داخل ہو کر فرشتوں کی طرح مقدس بن سکو اور سجدہ سے انکار کر کے لعنتی نہ بنو۔ پس اولادِ آدمؑ نے ابلیس کے ظاہری تقدس کے لباس سے دھوکہ کھا کر بُت پرستی (خلیفہ سازی و امام سازی و نائب سازی) شروع کر دی۔ اس طرح بُت پرستی کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔

گمراہی کی بُنیاد

گمراہی کی بُنیادِ اوّل یہ ہے کہ خلیفہ یا امام یا نائب لوگوں نے

خود بنانا شروع کر دیا۔ اور خدا کے خاص اختیار خلیفہ بنانے وا مام مقرر کرنے میں شرکت کر کے شرک فی الاختیار کرنے لگے۔ اور دوسری بُنیاد یہ ہے کہ رُوح القدس کو نظر انداز کر کے صرف بشریت و مجسمہ خاکی ہی کو خلیفہ یا امام یا نائب سمجھا گیا۔ حالانکہ فی الحقیقت خلیفہ یا امام یا نائب تو روح القدس تھی۔ بشریت تو اس کا لباس تھا جیسے عطر شیشی میں ہو تو مقدس شے عطر ہے نہ کہ شیشی۔

تیسری بُنیاد گمراہی کی یہ ہے کہ حقیقت پرستی کے بجائے (خدا کا حکم دیکھنے کے بجائے) مجاز (بناوٹی خلیفہ یا امام یا نائب) پرستی شروع ہو گئی۔ اور ابلیس کے ظاہری تقدس کے لباس سے مسخر ہو کر لوگوں نے اس پر اعتبار و اعتماد کر لیا اور حقیقت پرستی کے بجائے ظاہر پرستی و مجاز پرستی کرنے لگے۔ جب ان بُت پرستوں سے پوچھا گیا کہ تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو تو بولے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ	ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کے نزدیک (یعنی مقرب) کر دیں۔
(الزمر : ۳)	

وسیلہ اللہ کی قربت کا وسیلہ رہا دیان برحق صاحبانِ روح القدس یعنی معصوم و منصوص، اللہ کے مقرر کردہ لوگ ہیں۔ خود وسیلہ (رہبر۔ خلیفہ۔ امام۔ نائب۔ پیر و مرشد) بنا لینا ہی بُت پرستی کی بُنیاد ہے جو اللہ کے ساتھ ہمسری و برابری (شرک) ہے خلیفہ یا امام یا نائب بنانے میں۔ (اسے شرک فی الاختیار کہتے ہیں)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النساء - ۴۸)	تحقیق اللہ شرک کو نہیں بخشے گا۔

حضرت ادریس علیہ السّلام

ادریس علیہ السلام نبی مرسل یعنی نبی و رسول تھے ۔ آپ نے کپاس کاشت کی اور اس سے کپڑے بُننے اور سینے (خیاطی) کی تعلیم دی ۔ آپ نے تابوت کی زیارت اور واقعاتِ کربلا کا تذکرہ جاری رکھا اور اپنے آخر وقت اسی کی وصیت کر کے اپنے بیٹے حضرت قایلؑ (متلوشخ) کو وصی بنایا۔ انہوں نے اپنے بعد لامک کو اور لامک نے اپنے بیٹے سکن (نوح علیہ السلام) کو وصی بنایا۔

رفعتِ مکانِ علویؑ

لوگ امام حسینؑ علیہ السلام کے المناک واقعات کثرت سے بیان کرنے پر ادریسؑ علیہ السلام کے دشمن ہو گئے ۔ اور انہوں نے ادریس کو قتل کر ڈالنے کی دھمکی دی۔ تو ادریس علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ انھیں اللہ تعالےٰ آسمانوں پر اپنی قربت میں اٹھا لے جس پر انھیں آسمان چہارم پر اٹھا لیا گیا ۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۙ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ (مریم : ۵۶–۵۷)	اور تم کتاب میں ادریسؑ کا ذکر کرو یقیناً وہ سچے نبی تھے ۔ اور ہم نے اسے مکانِ علیؑ پر اٹھا لیا ۔

نوٹ : مکاناً کی تمیز کہ وہ کونسا بلند مقام ہے یا کتنا بلند ہے ۔ علیاً واقع ہوا ہے جو منصوب ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ وہ سفید موتی جو آسمان سے آدمؑ کی دعا پر نازل ہو کر کعبہ کی جگہ آ کر رکھا گیا تھا ۔ اور قتلِ ہابیل کی وجہ سے آسمانوں پر اٹھا لیا گیا ۔ وہ چوتھے آسمان پر ہے ۔ اس میں مولودِ کعبہ علی علیہ السلام کی شبیہہ رکھی ہوئی ہے جس کی زیارت و طواف ملائکہ کرتے رہتے ہیں اور ملائکہ اسی مکان کا حج کرتے ہیں (سالانہ) جیسے مکانِ علیؑ (کعبہ) کا حج زمین میں ہوتا ہے ۔ کعبہ کے معنی بلند مقام اور علیؑ بلند مقام والا ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۴

حضرت نوح علیہ السلام اور نام نوحؑ کی وجہ تسمیہ

سکن (نوح) علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے وصی کے بعد وصی یعنی اوصیائے آدمؑ کے ذریعہ پہنچنے والے تابوت کو کھولا اور زیارت کرکے واقعات کربلا کو بیان کرکے دُعا مانگی کہ بار الٰہ مجھے اس بزرگ ہستی حسین علیہ السلام کے واقعات سے مطلع فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں واقعاتِ کربلا کا ایک منظر علی اصغر کے خشک گلے پر تیر لگنے کا اور ایک منظر شامِ غریباں کا جب ظالموں نے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے سر سے نیزے کے ذریعہ ظلم کرکے چادر گھسیٹی۔ دکھا دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بلند آواز سے گریہ کیا اور نوحہ بلند کیا۔ اور ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا۔ تو پھر وہی عالم تھا۔ نوحہ و گریہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ۹۵۰ سال تک آپ نے نوحہ و گریہ حسینؑ علیہ السلام پر کیا۔ جو اللہ تعالےٰ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا نام قرآن میں جب بھی لیا۔ یا نوح (اے نوحہ کرنے والے) کہہ کر لیا۔ اور انھیں اولوالعزم من الرسل قرار دے کر صاحبِ شریعت

اول قرار دے کر عظمت بخشی ۔

سب سے پہلے صاحب شریعت

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے لوگ کسی خاص معاشرے، تہذیب و تمدن کے پابند نہ تھے۔ نوح علیہ السلام کے زمانے میں انسانوں کی آبادی کافی بڑھ چکی تھی۔ شہروں کے شہر آباد ہو گئے اس وقت دنیا کی آبادی کا مرکز عراق تھا۔ اور دنیا کا سب سے بڑا شہر بابل تھا۔ جو بڑا وسیع و عریض تھا۔ آپ کے زمانے میں لوگ اجناس اور دوسری اشیاء کے تبادلوں اور مختلف کاروباری معاملات کے قابل ہو گئے تھے۔ اس لئے صحتِ معاشرے کے لئے قواعد و ضوابط کی ضرورت پڑی چنانچہ اس زمانے کی محدود ضروریات اور اسباب کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ السلام پر پہلی شریعت ضابطۂ تہذیب و تمدن بن کر نازل ہوئی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم خداوندی دعویٰ نبوت کر کے ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی۔ اور آگ و بتوں کی عبادت سے روکا جو ابلیس کی تحریک پر لوگوں نے اختیار کر لی تھی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○

(المومنون: ۲۳)

بیشک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا انہوں نے یہ کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔ جس کے سوا تمہارا کوئی معبود برحق نہیں کیا تم ڈرتے نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کرنے پر اور ہدایت کی

تبلیغ سنکر ان کی قوم یعنی ان لوگوں نے جن پر مبعوث ہوئے تھے اکٹھے ہوکر اس بات پر اجماع کر لیا کہ ان کی تکذیب کی جائے اور ان پر پتھر برسائے جائیں جب بھی تبلیغ حق کریں چنانچہ اس وقت کے کافر سرداروں کا قول قرآن میں نقل ہوا ہے جو یہ ہے۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ط (المومنون: ۲۴)	تو ان کی قوم میں سے جو کافر ہو گئے تھے ان کے سرداروں نے کہا کہ یہ (نوحؑ) کچھ بھی نہیں مگر تم ہی جیسا ایک آدمی چاہتا یہ ہے کہ تم سے افضل ہو جائے۔

جب ان لوگوں نے ابلیس کے نقشِ قدم پر چل کر ہادی کی بشریت کا تو اقرار کیا اور اس کی روحانی فضیلت (روح القدس جو ہادی ہے) کا انکار کیا تو اسے کفر سے معنون کیا گیا ہے۔ کفر کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اپنی جیسی بشریت کا اقرار اور (روح القدس کی) روحانی فضیلت کا انکار کرنا۔ کفر اور منافقت (پوشیدہ کفر بلباس اسلام میں) کی بنیاد بھی یہی ہے۔

جن لوگوں نے ہادی کی روحانی فضیلت (روح القدس) کو تسلیم کر لیا وہی ایمان لاکر مومن بنے اور بنتے رہے۔ بعض لوگ ظاہری دلائل پر نبی مان بھی روحانی فضیلت (الگ نوع روح القدس) کا انکار کرتے تھے۔ اور شک میں رہتے تھے کہ یہ دعویدار نبی ہے یا نہیں۔ ایسے لوگ منافق کہلاتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام روزانہ خدا کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے اور اجماع پرست کافر اکٹھے ہوکر پتھروں کی بارش کرتے تھے۔ اتنے پتھر برساتے تھے کہ نوح علیہ السلام پتھروں میں دب کر رہ جاتے تھے اور لہولہان زخمی

ہوجاتے تھے۔ جب کافر پتھر برسا کر چلے جاتے تھے تو جبرائیل علیہ السلام آکر اپنے پروں سے پتھر ہٹاتے تھے۔ اور پتھروں سے حضرت نوح علیہ السلام کو باہر نکالتے اور اپنے پر ان کے جسم اطہر سے مَس کرتے تھے۔ جن کے اثر سے حضرت نوح علیہ السلام کے زخم مندمل ہوجاتے تھے اور حضرت نوحؑ صحتیاب وتوانا ہوجاتے تھے روزانہ کا عموماً یہی وظیفہ ہوتا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس سال تک رشد و ہدایت و تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھا اور ایسے مصائب میں تبلیغ دین کرتے رہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ (العنکبوت: ۱۴)

یقیناً ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا پس وہ ان میں پچاس برس کم ہزار سال رہے۔

جب ان کی قوم انتہائی سرکشی پر باقی رہی اور مجنون کہہ کر اللہ کے نبی کا مذاق اڑاتی رہی تب آپ نے ان کے لئے بددعا کی۔

نوحؑ کی بَددُعا اور علمِ غیب

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (نوح: ۲۶-۲۷)

اور نوحؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار روئے زمین پر کافروں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تونے ان کو باقی رکھا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد سوائے گنہ گار کافروں کے کچھ بھی نہ ہوگی۔

حضرت نوحؑ کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھیں علم غیب

تھا کہ کافروں کے صلب سے کوئی مؤمن پیدا نہ ہوگا جیسا کہ وہ عالم الغیب خدا سے دعا میں ذکر کر رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے ان کے ان الفاظ و خبر کی تردید بھی نہیں کی۔ گویا وہ کافروں کے صلب میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کا علم رکھتے تھے کہ ان سے کوئی مومن پیدا نہ ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بددعا کرنے پر اللہ تعالےٰ نے انھیں ایک بہت بڑی کشتی (سفینہ) بنانے کا حکم دیا۔ آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے یا آپ نے بڑھئی کا کام ایجاد کیا۔ اور آپ نے خشکی پر ایک بہت بڑا بیڑہ (کشتی) تیار کرنا شروع کر دیا جسے دیکھ کر کافر لوگ مذاق اُڑاتے تھے۔

مومنین حضرت نوح علیہ السلام کی نو سو پچاس سال کی تبلیغ کا نتیجہ صرف اسّی مومنین تھے جو کشتی میں سوار ہوئے اور تمام انسانی آبادی کافر اور دشمنِ نوحؑ تھی۔

اولاد حضرت نوحؑ کے چار بیٹے تھے۔ کنعانؑ - سامؑ - حامؑ - یافثؑ -

مسئلہ وصایتِ نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم خدا اپنے بیٹے سام کے حق میں وصیت کی اور انھیں اپنا وصی یعنی نائب (خلیفہ) مقرر کر دیا۔ اور سب کو ہدایت کی کہ وہ سام کی بات سنیں اور ان کی اطاعت کریں۔ حضرت سام صاحب روح القدس، معصوم، نیک سیرت و پاکباز تھے (ان کی پیشانی میں نورِ محمدؐ و آلِ محمدؐ تھا) آپ کا رنگ گندم گوں سُرخ و سفید تھا۔ آپ نہایت خوبصورت تھے (تمام ہادیان برحق انبیاءؑ و مرسلینؑ اور محمدؐ و آل محمد علیہم السلام حضر

سام کی نسلِ طاہرہ سے پیدا ہوئے۔)

کنعان جو عمر میں بڑا تھا اسے ابلیس نے قابیل کی طرح بہکایا اور کہا کہ دنیا کے رواج کے مطابق تجھے بڑا ہونے کی بنا پر خلیفہ اور نائب بننا چاہیئے اور کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنے چھوٹے بیٹے سام سے اس لئے زیادہ محبت کرتے ہیں کہ وہ خوبصورت ہے۔ کنعان حضرت سام کو اپنا جیسا عام آدمی (بشر) تو مانتا تھا اور اس بات کا منکر تھا کہ سامؑ میں اللہ تعالےٰ نے روح القدس کا نُور ودیعت فرمایا ہے اور فضیلت مآب بنایا ہے۔ نیز کنعان اس بات کا بھی منکر تھا کہ خلافت اللہ کی نص سے قائم ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ نوح علیہ السلام اپنی مرضی سے اپنے چہیتے فرزند کو خلیفہ بنا رہے ہیں۔ چنانچہ کنعان نے سامؑ سے حسد کیا اور بغض رکھنے لگا اور اس کا ساتھ اس کی ماں نے بھی دیا۔ اور یہی بنا بنا کنعان اور زوجۂ نوحؑ کے کفر کی۔ اسی کے ساتھ ساتھ کنعان اور اس کی ماں کو نوح علیہ السلام کی نبوت میں بھی شک ہونے لگا۔

جب بیڑہ (کشتی) تیار ہو گیا۔ جس کی لمبائی بارہ سو ہاتھ چوڑائی آٹھ سو ہاتھ اور اونچائی اسی ہاتھ تھی تو حضرت نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے حضرت سام علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ وہ کشتی میں جا بیٹھیں۔ جب وہ کشتی میں جا بیٹھے تو اپنے گھر والوں سے کہا تم سام سے متمسک ہو جاؤ اور کشتی میں اس کے پاس جا بیٹھو۔ حام و یافث کشتی میں سوار ہو گئے لیکن کنعان اور اس کی ماں نے سام کے پاس اور ساتھ اور اس کشتی میں جس میں سامؑ سوار تھے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام نے مومنین کو حکم دیا اور اسی مومنین

کشتی میں سوار ہو گئے اور سام کی وصایت کے اقرار کے ساتھ متمسک ہو گئے پھر حضرت نوح علیہ السلام نے ہر ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کیا اور اکثر اقسام کے درختوں کے پودے بھی رکھے جب آپ جانوروں کو سوار کر رہے تھے۔ ایک خنزیر کا جوڑا بھی خود بخود آ کر سفینہ میں بیٹھ گیا اور طوفان میں ڈوبنے سے بچ گیا۔

جب سب کشتی میں بیٹھنے والے بیٹھ گئے تو ایک تنور سے (جو مسجد کوفے کے موجودہ صحن میں بشکل کنواں موجود ہے) پانی جوش مار کر اُبلنا شروع ہو گیا اور ریلے کی صورت میں بہنے لگا۔ آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور کشتی پانی میں تیرنے لگی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی طرف دیکھا جو پانی سے بچنے کے لئے پہاڑ کی طرف جا رہا تھا۔ اسے پکار کر بلایا کہ اب بھی آ جا اور بیڑے میں سوار ہو جا۔

وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (ھود : ۴۲)	اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو آواز دی درحالانکہ وہ علیحدہ مقام میں تھا کہ میرے بیٹے ہمارے (میرے و سام کے) ساتھ سوار ہو جا۔ اور کافروں کے ساتھ نہ رہ (رہ نہ دے)

مگر کنعان جو دوسروں سے بھی کہتا تھا کہ سام کو سر پر بٹھلانے اور اس کی فضیلت کا اقرار کرنے سے ڈوب جانا بہتر ہے حضرت نوح علیہ السلام کی آواز سنکر جواب میں بولا :

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ	(کنعان نے) جواب دیا میں پہاڑ پر

مِنَ الْمَآءِ ط (ھود : ۴۳)
پناہ لے لوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔

الغرض وہ نہ بیٹھا اور ایک بڑی سی موج آکر بیڑہ اور کنعان کے درمیان حائل ہو گئی اور کنعان ڈبکیاں کھانے لگا۔

حضرت نوح علیہ السلام لوگوں کو بتا چکے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اور ان کے اہل کو نجات دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اب جو لوگوں نے نوحؑ کے بیٹے کو ڈوبتا دیکھا تو کہنے لگے یا نبی اللہ آپ سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے آپ کے اہل کو بچانے کا۔ یہ آپ کا بیٹا (کنعان) بھی تو آپ کے اہل (یعنی خاندان و گھر کے افراد) میں سے ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق بچالے۔ آپ نے سمجھایا۔ کنعان اہل نہیں ہے نہ ان کی بیوی اہل ہے مگر لوگ نہ مانے۔

حضرت نوح علیہ السلام اگر دعا نہیں کرتے تو یہ اندیشہ ہے کہ یہ ایمان لانے والے بھی اس آزمائش میں آکر ایمان نہ کھو دیں اور نسلِ انسانی ہی تمام ختم نہ ہو جائے۔ پس مجبوراً آپ نے دعا فرمادی جو قرآن میں مذکور ہے اور مقصود تھا یہ کہ اہل کی تفسیر خدا کے نزدیک جو ہے پیش کی جائے کہ اہل سے مراد محض گھر کے افراد ہی نہیں بلکہ اہل سے مراد اہلیت و قابلیت بھی ہے۔

نوحؑ کی دعا

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (ھود : ۴۵)

نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکار کر عرض کی کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا تو میرے اہل (اولاد۔ خاندان) میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہ پکارتے ہی قدرت کے لہجے میں سختی آگئی اور جواب بلاتم کیا جاہلوں کا ساتھ دینے لگے وہ لوگ تو جاہل ہیں جو اہل کا صحیح مفہوم نہیں جانتے مگر تم تو بحیثیت نبی جانتے ہو پس ارشاد ہوا :

اہل کا مقصود اہلیت رکھنا ہے

قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسۡئَلۡنِ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ○

(ھود : ۴۶)

(اللہ تعالےٰ نے) فرمایا کہ اے نوح وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ بیشک وہ بدچلن (بدراہ۔ گمراہ) ہے پس جس چیز کا تم کو علم نہیں ہے اس کی بابت مجھ سے درخواست نہ کرو۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں تم جاہلوں میں سے نہ ہو جانا۔

اہل سے مراد وہ خاندانی افراد یا گھر کے افراد ہیں جو اس گھر میں رہنے کے قابل و مستحق ہوں۔ نبی کے اہل اس کے گھر یا خاندان کے وہ افراد ہیں جو ہدایت یافتہ و ہدایت کرنے کے اہل ہوں۔ جو ہدایت یافتہ نہ ہو۔ بیٹا ہو یا بیوی وہ اہل نہیں۔ (اس گھر و ذاتِ نبی کے لئے وہ نا اہل ہیں) کنعان جو گمراہ تھا وہ نبی کا اہل کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالےٰ نے اسے نوح علیہ السلام کی اولاد سے عاق و خارج کر دیا۔

غیر شیعہ سادات جو سید ہو کر آلِ رسولؐ کے راستہ و مذہب پر نہیں وہ عاق شدہ و سادت سے خارج ہیں۔

علم نہیں نوح علیہ السلام کو یہ تو علم تھا کہ ان کافروں کے صلب سے قیامت تک کوئی بھی مومن پیدا نہیں ہوگا یہ علم

ہی علم الغیب ہے۔ جو نوح علیہ السلام کو حاصل شدہ قرآن سے ثابت ہے جس علم کی نوح علیہ السلام سے نفی ہے وہ علم محو و اثبات ہے نوح علیہ السلام پر اسّی مومنین کا ایمان والا ہونا تو اثبات میں تھا۔ جس کا یہ خوف ہوا کہ آزمائش میں وہ محو نہ ہو جائے لیکن فی الحقیقت تو محو و اثبات کا انھیں علم نہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کیا کیا مٹا دے گا اور کیا کیا ثبت کرے گا (یہ علم تو ہم معصوم سے مخصوص ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حُر سے اس لئے مقابلہ نہ کیا کہ وہ جانتے تھے کہ شبِ عاشورہ میں حُر کے لئے جہنم محو ہو کر جنت کا اثبات ہو جائیگا اور اسی لئے ایک دن کی مہلت بھی جنگ کے لئے لی تھی)

تحدید حضرت نوح علیہ السلام کی تحدید اللہ تعالےٰ نے فرمادی کہ تم مومنین کو جسمانی طور پر ساتھ رکھو لیکن ان جاہلوں کا ساتھ علمی میدان میں نہ دو ورنہ تم جانتے بوجھتے جاہلوں کے ساتھ یا مساوی یا عملاً جاہل بن جاؤ گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ محسوس کرلیا کہ ان جاہل یا لاعلم مومنوں کے کہنے میں آ کر ان کے کردار کی عظمت میں کمی آگئی ہے تو آپ نے فوراً یہ بارگاہِ رب العزت میں عرض کی۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ○
(ھود : ۴۷)

(نوحؑ نے) عرض کی اے میرے پروردگار ضرور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے ایسی بات کی درخواست کروں گا جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخش دے گا اور مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو بیشک میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

یہاں وہی علم محو و اثبات کی نفی ہے۔ جس اندیشے کے تحت بیٹے کو اہل بیان کر کے سوال کیا گیا تھا۔ غفر سے مراد کمی کا پورا کرنا ہے جو تجاہل عارفانہ سے کردار میں کمی واقع ہوتی ہے اس کے پورا کرنے کے متعلق مغفرت طلب کی ہے اور رحم سے مراد بخشش و عطا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف سے مغفرت و رحم نہ ہو تو خسارہ ہی خسارہ ہے۔

عصمتِ نوح علیہ السّلام

حضرتِ نوح علیہ السلام سے خلافِ عصمت کوئی فعل صادر نہیں ہوا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

دُعا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعا کی ہے دعا کا کرنا خلافِ عصمت نہیں ہے کوئی عمل منافیٔ عصمت تو نہیں کیا۔

نا اہل کو اہل کہنا حضرت نوح علیہ السلام کا یہ کہنا اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ بے شک تیرا وعدہ سچا ہے خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس واقعہ میں اللہ تعالےٰ کی تکذیب نہیں کرتے تصدیق کرتے ہیں۔ اور جسے اللہ نہ بچائے وہ اہل نہیں ثابت ہے۔ اب جو اہل کا لفظ اِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي بیشک (یعنی بظاہر) میرا بیٹا میرے اہل (یعنی خاندان) سے ہے، یہ فقرہ ان کے دل کی آواز نہیں اس بات کی توضیح کے لیے ہے کہ اہل سے مُراد کون ہے۔ یہ ایک قسم کا استفسار ہے (ملائکہ کی طرح جو آدمؑ کے معاملہ میں تھا) اگر اعتراض ہوتا تو اللہ کے وعدے کو سچا نہ بتاتے۔ اگر دل و دماغ سے بیٹے کنعان کو اہل سمجھتے تو اعتراض کرتے اور اللہ کے وعدے کی سچائی کا اقرار نہ کرتے۔

حضرت نوح علیہ السلام تو خود تجربہ کر چکے ہیں کنعان کی نافرمانی کا کہ اسے بلایا بھی تو اس نے مُنہ موڑ لیا پھر وہ خود اسے اہل کیسے سمجھ سکتے یا قرار دے سکتے تھے۔ انہوں نے اسی مومنین جو کشتی میں سوار تھے۔ ان کے مجبور کرنے پر دعا کی تھی۔ (جیسا کہ اُمتِ موسوی کی ضد پر موسیٰ کا دیدار کا سوال) مقصود توضیح ہے اہل کی کہ اس کے لئے اولاد ہونا ہی شرط نہیں اہلیت بھی شرط ہے اور وہ قدرت سے فیصلہ کرانا چاہتے تھے کہ مومنین آزمائش میں آکر پھسل نہ جائیں اور نسلِ انسانی ہی ختم نہ ہو جائے۔

تصدیق قدرت برائے عصمتِ نوحؑ

اللہ تعالےٰ نے یہ فرما کر وہ تمہارا اہل اس لئے نہیں کہ اہلیت نہیں رکھتا۔ بدچلن و بدکردار ہے (کھلم کھلا نبیؑ کا نافرمان ہے) یہ توضیح فرمادی کہ نوحؑ یہ بات کہنے میں سچے ہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اہل کے بچانے کا اور نا اہل کو نہ بچانے کا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے یہ دلیل عصمتِ نوحؑ کے لئے دے دی کہ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جس چیز (محو و اثبات۔ منشاء الہٰی) کا علم نہیں اس کا سوال نہ کرو۔ کہیں تم جاہلوں میں سے نہ ہو جانا یہ نہیں فرمایا کہ تم جاہل ہو۔ پس جاہل نہ ہونا عصمت کی دلیل ہے۔

پھر نوح علیہ السلام نے جہالت سے اللہ کی پناہ مانگ لی یعنی جہالت میں گرفتار نہ ہوئے تو خلافِ عصمت کوئی کام نہ ہوا۔

تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر عیاشی اور العیون میں امام رضا علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو نوح علیہ السلام سے فرمایا ہے اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ یہ اس لئے فرمایا ہے کہ وہ ان کا مخالف

تھا۔ جس نے نوح علیہ السلام کا اتباع کیا اس کو ان کا اہل قرار دیا گیا۔ اور اتباع کی حقیقت و انجام ہوتا ہے آخری حکم یعنی وصیت کو تسلیم کرنے سے اور وصی و جانشین کو تسلیم کرنے سے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اعمال آخری عمل پر انجام رکھتے ہیں وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِخَوَاتِیْمِهَا۔

العیون میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے اسی طرح جو ہمارے کنبہ (اولاد یا نسل و خاندان) سے ہو اور اللہ کی اطاعت نہ کرے۔ وہ ہم میں سے خارج ہو جائے گا۔ سادات کو اس فرمانِ امامؑ سے سبق لینا چاہیئے اور اپنا کردار درست کرنا اور حکمِ الٰہی کی سختی سے پابندی کرنا چاہیئے۔

نفسِ مشیت کا علم حقِ شفاعت

اللہ تعالیٰ نے نفسِ مشیت کا علم اور حقِ شفاعت انبیاء و مرسلین کو نہیں دیا۔ اس کے لئے نورِ اوّل کے حاملین ۱۴ معصوم کو مخصوص کیا ہے۔ اسی لئے عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا۔

وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ
(المآئدہ : ۱۱۶)

میں تیرے نفس (مشیت) کا علم نہیں رکھتا۔

یا نوح علیہ السلام نے فرمایا :

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ
(ھود : ۴۷)

عرض کی اے میرے پروردگار میں ضرور اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے ایسی بات کی درخواست کروں جس کا مجھے علم نہیں (یعنی مشیت کا) (یا شفاعت کا)

نوح علیہ السلام کا بیٹے کے حق میں سوال بظاہر شفاعت وسفارش معلوم ہوتا ہے اگرچہ فی الحقیقت نہ شفاعت ہے نہ سفارش بلکہ استفسار ہے لفظ اہل کا۔ اگر واقعی شفاعت مقصود ہوتی تو فرماتے کہ اے اللہ اسے ڈوبنے سے بچالے۔ یا کم سے کم یہ تو کہتے کہ اسے ہدایت کردے۔

حقِ شفاعت	مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (البقرہ : ۲۵۵)	کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے حضور میں شفاعت کرسکے۔

شفاعت کا حق آلِ محمدؐ کو ہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ط (الدھر : ۳۰)	جب تک خدا کی مرضی نہ ہو اے آلِ محمدؐ تم ایسا چاہو گے ہی نہیں

آل محمدؐ ۱۴ معصوم حاملانِ نور اوّل نفس اللہ اور اللہ کی مشیّت کے ظرف ہیں۔ پس ظرف میں وہی شے ہوگی جو اس میں ڈالی جائے اور ظرفِ مشیّت میں اللہ کی مشیت ہوگی اس کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔

پس شفاعت کا حق اور اذن ۱۴ معصوم کو ہے جو مشیت اللہ کے ظرف اور فانوسِ نورِ اوّل ہیں۔

طوفانِ نوح علیہ السلام

جب حضرت نوح علیہ السلام کی بد دعا سے طوفان آیا تو سب سے پہلے زوجۂ جس تنور میں روٹی پکاتی تھی اس سے پانی اُبلا۔ پھر زمین سے بہت سے چشمے اُبل پڑے اور آسمان سے موسلا دھار بارش ہوئی اور پرنالوں کی شکل میں

پانی گرا زمین سمندر کے مانند ہوگئی۔

حضرت نوح علیہ السلام یکم رجب کو کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی پانی میں تیرنے لگی اس نے سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ سوائے کعبہ کی زمین کے تمام ارض پانی میں ڈوب گئی۔ تمام پہاڑ پانی میں ڈوب گئے۔ اسی لئے کعبہ کو بیت العتیق کہتے ہیں حضرت نوحؑ اور ان کی کشتی والے سات روز و شب کشتی میں رہے۔

ابلیس نے اپنے ایک چیلے جن سے جو طاقت میں بہت قوی تھا کہا کہ وہ ایک پہاڑی توڑ کر نوحؑ کے بیڑے پردے مارے تاکہ بیڑہ ڈوب جائے اور آدم علیہ السلام کی نسل ختم ہوجائے۔ وہ بہت بڑا پتھر لے کر کشتی کی طرف بڑھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھ لیا۔ فوراً مدد کے لئے ایلیا (علیؑ) کو پکارا۔ مولائے کائنات علی علیہ السلام جو قدرت کے مظہر ہیں معہ ذوالفقار کے ظاہر ہوئے۔ آپ نے ذوالفقار سے وار کرکے اس پہاڑی اور جن کے ہاتھ کو قلم کر دیا۔ تفسیر البرہان جلد ۳، ص ۲۲۶، مطبع قم میں اس "جن" کا واقعہ مذکور ہے۔ کہ زمانہ رسالتِ محمدیہ میں وہ جن حاضر ہوا تھا۔ اس نے خود اپنا قصہ بیان کیا اور علی علیہ السلام کو دیکھ کر خوف سے کانپنے لگا اور اس نے بتایا وہ جوان جس نے طوفانِ نوحؑ کے دوران اس جن کا ہاتھ قلم کیا تھا وہ یہی جوان ہے۔

مولائے کائنات ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تمام انبیاؑ کی مدد کی پوشیدہ رہ کر اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی ظاہر بظاہر۔

(مسئلہ استمداد) مشکل کشائے انبیاؑ و مرسلین

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ — اور ہم نے خاص لوہے (ذوالفقار) کو

وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ (الحدید : ۲۵)

نازل کیا جس میں سخت خوف بھی ہے اور لوگوں کے لیئے نفع بھی اور یہ غرض بھی کہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ اس کی اور اس کے تمام) رسولوں کی غیب میں رہ کر کون مدد کرتا ہے۔

قرآن سے ثابت ہے کہ ایک شخصیت ایسی ہے جو اللہ کے دین کی اور اس کے تمام مرسلین کی مدد کرنے والی ہے غیب میں رہ کر۔ اور وہ وہی ہے جس کے لیے آسمان سے لوہا، ذوالفقار نازل ہوئی اور ذوالفقار نازل کر کے اللہ نے اس شخصیت کو ظاہر کیا ہے جو اللہ کی یعنی اس کے دین کی مدد کرنے والا ہے جو کہ دین آدمؑ تا خاتم النبیینؐ ایک ہی ہے جو کہ اسلام ہے اور اس کی مدد آدمؑ تا خاتم النبیینؐ جاری رہے گی۔ اور وہی تمام انبیاء و مرسلین کا مشکل کشا ہے۔

تفسیر | الحدید سے مراد ذوالفقار ہے جو آسمان سے نازل ہوئی (تفسیر البرہان)

حضرت علی علیہ السلام نورِ اوّل کے حامل ہیں دنیا میں اگرچہ آخری نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا و ظاہر ہوئے۔ لیکن ان کا نورانی وجود تو آدمؑ کی خلقت سے ہزارہا سال پہلے سے موجود تھا۔ جس طرح نورِ محمدیؐ نورِ اوّل ہے جو مخلوقِ اوّل ہے اسی نور کے سہیم و حصہ دار علیؑ ہیں الحدیث انا و علی من نور واحد۔

اللہ تعالےٰ نے نورِ اوّل کے دو حصے کیئے ایک کو محمد رحمت للعلمین بنایا دوسرے کو قدرت و نصرت للعلمین جو کہ علیؑ ہیں۔ پھر نورِ محمدیہ کے ایک جز کو فطرت للعلمین کی بنیاد فاطمہؑ بنایا اور ان سے حسن اور احسان کے دو نور حسنؑ و حسینؑ خلق فرمائے جن سے حسن اور احسان للعالمین کو جاری کیا۔

پس ہر مشکل اللہ کی قدرت کے مظہر علیؑ سے حل ہوتی ہے اور یہی ولایتِ مطلقہ ہے۔

سفینۂ نوحؑ مدوجزر میں

ایک مرتبہ نوح علیہ السلام کی کشتی بھنور میں آکر پھنس گئی اور چکر کھانے کے ساتھ ڈوبنے کا امکان پیدا ہوگیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے غرق کے خوف سے بچنے کے لئے یہ دُعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ لِمَا اَنْجَیْتَنِیْ مِنَ الْغَرَقِ۔ (احتجاج طبرسی)

اے اللہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تُو مجھے غرق ہونے سے بچالے۔

پس یہ دعا کرنے سے کشتی بھنور سے نکل گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا۔ بار الٰہ یہ کونسی خوفناک اور خطرناک جگہ تھی جہاں آکر میری کشتی ڈوبنے لگی تھی۔ جواب مِلا۔ اے نوحؑ یہ وہی کربلا کا مقام تھا جہاں نواسہ رسول الثقلین یعنی حسینؑ میری محبت میں شہید ہوگا۔ اے نوحؑ اگر تم محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ دے کر مجھ سے دعا نہ مانگتے تو اسی مقام پر تم اور تمہارے ساتھی سب غرق ہوجاتے جو محمدؐ و آل محمدؐ کو وسیلہ قرار دے اور ان کے واسطے سے دعا مانگے میں اس کی دعا قبول کروں گا اور اسے دُنیا میں بھی غرق ہونے سے بچاؤں گا اور آخرت میں بھی جہنم میں غرق ہونے اور داخل ہونے سے بچاؤں گا۔ محمدؐ و آل محمد علیہم السلام میرا وہ قلعہ ہیں جو میرے عذاب سے بچنے کی پناہ گاہ ہیں۔

حضرت نوحؑ نے اپنی کشتی میں ایک علم اور ایک پنجہ نصب کیا تھا جس

میں پنجتن پاک محمدؐ - ایلیاؑ (علیؑ) فاطمہؑ اور شبّرؑ (حسنؑ) اور شبیرؑ (حسینؑ) کے اسمائے گرامی کندہ تھے اور ایسی تختیاں نصب کی تھیں جن میں دعائیں لکھی تھیں۔ "اے اللہ تجھے اس شیر خوار کی خشک گردن کا واسطہ جسے تیر سے زخمی کیا جائے گا۔ تجھے اس پاک بی بی کے کھلے سر کا واسطہ جس کے سر سے چادر چھین لی جائے گی۔ مجھے غرق ہونے سے بچانا۔"

(دیکھیے کتاب ایلیا) روس میں کشتی نوحؑ اور یہ اشیاء برآمد ہوئی ہیں اور ان دعاؤں کا ترجمہ ہوا ہے۔

اختتامِ طوفان

جب سب کچھ غرق ہو گیا سوائے سفینۂ نوح علیہ السلام کے تو بحکم خدا کشتی کوہِ جودی پر ٹھہر گئی۔ ارشاد رب العزت ہوا۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ۔	اور حکم دیا گیا اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان رُک جا۔ اور پانی سکھا دیا گیا اور معاملہ طے کر دیا گیا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہر گئی۔

(ھود ۴۴)

پھر اللہ تعالٰی نے جبرائیل علیہ اسلام کو حکم دیا کہ جو پانی (آسمانوں کا) زمین پر ہے اسے سمیٹ کر سمندر قرار دیدو۔ جو خشکی کے ارد گرد ہیں۔ جبکہ زمین نے اپنا پانی ہضم کر لیا جس کی وجہ سے زمین کھودنے سے پانی برآمد ہو جاتا ہے کنوؤں کی شکل میں۔

اس کے بعد نوح علیہ السلام معہ اپنے ساتھیوں کے کشتی سے برآمد ہوئے اور

زمین پر سلامتی سے اتر کر آباد ہوئے۔ درخت لگائے۔ جانور بھی اُتر کر منتشر ہوئے اور ان کی فطرت وہی رہی جو کشتی میں سوار ہونے سے پہلے تھی یعنی جو جانور حلال و پاک تھے حلال و پاک رہے جو نجس اور حرام تھے وہ نجس اور حرام رہے کسی کی فطرت نہیں بدلی۔ صحبت سے فطرت نہیں بدلتی۔

اسی مومنین کی نسل کچھ عرصہ شادی بیاہ اور تزویج وغیرہ کی ضرورت کے تحت باقی رہی اس کے بعد ان کی نسلیں ختم ہوگئیں اور صرف نوح علیہ السلام کی نسل باقی رہی۔ آج کا ہر انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں ہے اور اسی لئے نوح علیہ السلام آدم ثانی کہلاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت ۷۷) | اور ہم نے اس (نوحؑ) کی اولاد کو (آئندہ کے لئے) باقی رہنے والا قرار دیا۔

نوحؑ سکن کو گر گئی نوحہ گری حسینؑ کی

حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام سکن بن لامک تھا (دیکھئے حیات القلوب) روح القدس جو حجۃ اللہ کی اصل و بنیاد ہے اور جو اللہ کی نمائندہ اور خلیفہ ہے علم الاسماء سے مملو ہوتی ہے۔ اسی کی بنیاد آدم علیہ السلام اور ایک شاخ بلند نوح علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالٰی نے تمام ہادیان برحق کو اپنی حجت بالغہ نورِ اول کے فانوسوں محمدؐ و آل محمد علیہم السلام (۱۴ معصوم) کے ذریعہ ہی سے فیض علم و معرفت پہنچانا تھا۔ اسی لئے انھیں وسط اور وسیلہ قرار دیا تھا۔ جن کی تسبیح سے ملائکہ نے تسبیح کرنا سیکھی اور جن کی تقدیس سے ملائکہ نے تقدیس الٰہی کرنا سیکھی تھی۔

چنانچہ آدم علیہ السلام کی طرح نوح علیہ السلام کو بھی اسمائے پنجتنؑ پاک کی محبت اور معرفت تفویض ہوئی۔ اور جب نوح علیہ السلام کی زبان پر امام

حسین علیہ السلام کا نام مقدس آتا بے اختیار گریہ شروع ہو جاتا تھا حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اے نوحؑ یہی وہ شخصیت ہے جو میری محبت میں اپنے بیوی بچوں اور تمام رشتہ داروں کی محبت اور اپنی پوری کائنات قربان کر دے گا۔ اور کبھی اپنی زبان سے حرا گلہ و شکایت نہ کرے گا وہ صبر و شکر کی معراج عظیم ہوگا اور میرے سجدے میں سر کٹا کر ذبح عظیم بنے گا اور اسی کی قربانیوں کو پیش نظر رکھ کر اور اسی کے صبر و شکر کو نمونۂ عمل قرار دے کر تمام انبیأ و مرسلینؑ میری محبت کے امتحان میں صبر و شکر کے جوہر دکھائیں گے اور اسی کی قربانیوں کے تذکرے اور یادگار کی بدولت میرا دین اکمل مٹنے سے بچکر بقائے دوام حاصل کرے گا۔

اس کے بعد کربلا کا ایک خونی منظر۔ اور آلِ رسولؐ کی شام غریباں کا منظر علم الہیٰ سے نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے حسین علیہ السلام پر نوحہ کی بنیاد رکھ کر نو سو پچاس سال تک ایسی نوحہ گری کی کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں اصل نام سکن کے بجائے ہمیشہ اے نوحؑ اے نوحہ کرنے والے کہہ کر خطاب فرمایا۔ اور اسی حسینؑ کی نوحہ گری کے انعام میں انھیں اولوالعزم قرار دے کر پہلا صاحبِ شریعت رسولؑ بنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے دریافت کیا کہ بارِ الہٰ وہ کون بدبخت اور ظالم لوگ ہوں گے جو تیرے پیارے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے حسین علیہ السلام پر ایسے سخت ظلم و ستم کریں گے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کی عظمت کے منکر یعنی کافر ہوں گے اور انھیں اپنا جیسا سمجھ کر اور ان کی صفاتِ حمیدہ اور عظمتِ تخلیقی کی وجہ سے ان سے حسد و بغض رکھیں گے اور ظلم و جور کر کے مٹانے کی کوشش کریں گے۔ حضرت

نوح علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں پر لعنت کی (جلاء العیون) اور انتہائی کوشش کی کہ تمام لوگ کفر ترک کر کے ایک خدا کی عبادت کرنے لگیں تاکہ حسین علیہ السلام پر ظلم و جور کرنے والے باقی نہ رہیں ۔ لیکن جب لوگوں نے انتہائی سرکشی کی تو آپ نے دُعا مانگی یعنی بددعا کی ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح : ۲۶)

اور نوحؑ نے عرض کی کہ اے پروردگار روئے زمین پر کافروں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑ ۔

حضرت نوح علیہ السلام نے یہ کوشش کی کہ کافروں اور کفر کا بیج تک زمین پر باقی نہ رہے تاکہ امام حسین علیہ السلام پر ظلم و جور کرنے والا کوئی زمین پر باقی نہ رہے ۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بد دعا قبول ہوئی اور اس وقت کافروں کا بیج تک باقی نہ رہا ۔ مگر انھیں کیا پتہ تھا کہ خود ان کی اولاد میں ایسے بدبخت لوگ بھی پیدا ہو جائیں گے جو ابلیس کے چیلے و نمائندے بنکر محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کو صفحۂ ارض سے مٹانے کے لیے کوئی کسر باقی نہ رکھیں گے ۔ لیکن جس نُورِ ہدایت (نورِ اول کے حامل محمدؐ و آل محمدؐ) کو لوگ اپنی پھونکوں (حکومت کے بل بوتوں اور جھوٹی بکواسوں) سے مٹانے کی کوشش کریں گے اللہ اس کو پورا کرنے والا ہے ۔ چاہے کافروں (عظمتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے منکروں) کو بُرا لگتا رہے ۔

لوازماتِ عزاداری بانیٔ شریعتِ اوّل کے عمل میں

ذاکریؑ و تابوتؑ و عَلَمؑ اور گریہؑ کی بُنیاد حضرت آدم علیہ السلام ڈال

چکے تھے اور امام بارگاہ کی بنیاد بھی بکار کی ایک جگہ (بکہ) مقرر کر کے آدم علیہ السلام ہی نے ڈالی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے باقاعدہ علم بنا کر اس پر حضرت عباسؑ کے قلم بن بازو کا پنجہ نشانی کے طور پر لگایا اور بلند آواز سے ذکرِ حسین علیہ السلام کرنے کے ساتھ ساتھ بلند آواز سے نوحہ کرنے کی بُنیاد ڈالی۔

حضرت نوح علیہ السلام بانیٔ شریعتِ اول پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے تختیوں پر دعائیں اور واقعاتِ کربلا لکھنے کی بنیاد ڈالی۔ اگرچہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ دے کر دعا مانگنے کا طریقہ خلیفۃ اللہ آدم علیہ السلام نے قائم کیا تھا۔ لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے شہدائے کربلا بالخصوص شہزادہ علیؑ اصغر کی سوکھی اور چھدی ہوئی گردن کا واسطہ دے کر اور پاک بی بی حضرت زینبؑ بنت علیؑ کے کھُلے سر کا واسطہ دے کر دُعائیں مانگنے کا طریقہ رائج کیا۔

کشتیٔ نوح علیہ السلام جو روس میں برآمد ہو چکی ہے۔ اس میں علم اور اس پر پنجہ اور دعاؤں کی تختیاں برآمد ہوئی ہیں۔ جن میں پنجتن پاک کے نام اور اوراد پر لکھی گئی دعائیں تحریر ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ عزاداریٔ حسین علیہ السلام شریعتِ اوّل سے جاری ہے۔ (کتاب ایلیا)

اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کی نوحہ خوانی اور عزاداری یعنی واقعاتِ کربلا کا تذکرہ کرنے کے سبب سب سے پہلے مومن کا لفظ نوح علیہ السلام کے لئے قرار دیا۔ یعنی مومن ہونے کی بنیاد امام حسین علیہ السلام کا عزادار ہونا اور واقعاتِ کربلا کی یاد منانا و تذکرہ کرنا ہے اور مومن ہی کے لئے لفظ شیعہ کا استعمال سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے استعمال فرمایا ہے اور سب سے پہلا سلام امام حسین علیہ السلام کے نوحہ خوان نوح علیہ السلام پر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ o اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ o اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ o ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ o وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِیۡمَ o
(والصّفّت : ۷۹ تا ۸۳)

نوح پر تمام عالمین میں سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں (یعنی حسینیوں) کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں وہ یقیناً ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔ اور یقیناً ابراہیمؑ بھی انھیں (نوحؑ) کے پیروؤں (شیعوں) میں سے تھے۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کے واقعات بتائیں گے کہ انہوں نے نوح علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور پیروی کرتے ہوئے شیعہ ہونے کا حق کیسے ادا کیا۔ حسین علیہ السلام کے آخری سجدے کی نقل میں بیٹے کو سجدہ کے بل لٹا کر اور اولاد کی قربانی راہِ خدا میں پیش کرنے کی نقل دکھا کر اور امام حسین علیہ السلام کی یادگاریں قائم کر کے۔ تفصیل ان کے حالات میں دیکھئے۔

محسنین اس سے مراد حسینی ہیں۔ عزاداریٔ حسین علیہ السلام کے ذریعہ احیائے دین کرنے والے آلِ محمد علیہم السلام سے محبت اور آلِ محمدؐ کے دشمنوں سے بریت و نفرت کرنے والے۔

سلام یہ نتیجہ ہے عزاداریٔ حسین علیہ السلام کا جو کہ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور سلام ہوگا۔ حسین علیہ السلام کے غلاموں پر جو جنت میں داخل ہوں گے۔ ان سے فرشتے کہیں گے تم پر سلام ہو تم پاک کر دیئے گئے۔ پس تم جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ (قرآن) (وہ محبتِ علیؑ و محبتِ حسینؑ کے سبب گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔)

الحدیث نبوی حُبُّ عَلِیِّ بۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍ علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا

يَأْكُلُ الذُّنُوبَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ۔ (اربعین۔ مودات)

جلائے گی رمٹائے گی، جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھاجاتی یامٹا دیتی وختم کردیتی ہے۔

مومن اور شیعہ

حقیقی مومن وشیعہ انبیاءؑ ومرسلینؑ (معصومین) علیہم السلام ہیں جو نوراول کے غلام ہیں یا جو محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کے نوراول پر کامل ایمان رکھتے اور ان کے صبر و شکر کی کامل پیروی کرنے والے ہیں۔ مجازاً وہ لوگ مومن یا شیعہ ہیں جو محمد وآل محمد علیہم السلام کے محب و عزادار اور ان کے مسائل پر چلیں

ازل سے ابد تک دین کی بقا کا راز عزاداری حسینؑ میں ہے

شریعت یا دین خدا اوامر ونواہی پر مشتمل ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ بندہ کہے بہ فرمانِ خدا۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ج

(الانعام: ۱۶۲۔۱۶۳)

تم کہدو (اے رسولؐ) کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب عالموں کے پالنے والے خدا کے واسطے ہے جس کا کوئی شریک نہیں

یہ تو قول یا اقرار بے زبانی۔ لیکن مقصود تو اس پر عمل ہے جس کے لئے عملی نمونہ ضروری ہے اور اس پر عملی نمونہ ذبح عظیم سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اپنے آخری سجدے میں پیش کیا ہے جس میں نماز وقربانی وجینا ومرنا سب کا نقشہ بہ یک لمحہ پیش کردیا ہے۔ یہی مقصودِ قدرت شریعت یا دینِ اختیاری ہے۔

پس یہ نمونہ علم قدرت سے تمام ادیانِ برحق آدمؑ تا خاتم النبیینؐ علیہم السلام کو

خواب میں دکھا کر انھیں صبر و شکر کے جوہر دکھانے کی قدرت نے تعلیم دی ہے ۔ تمام انبیؑا و مرسلینؑ کے سیرت و کردار اسی مفہوم و مقصود کی ابتدائی منازل تھیں چنانچہ اصل مقصود و مفہوم کو جو یادگارِ حسینیؑ میں مضمر ہے یاد رکھنے اور باقی رکھنے کے لیے عزاداری یا ایام محرم کو ایام اللہ قرار دے کر ان واقعات سیدُ الشہداء امام حُسین علیہ السلام کے یاد کرنے و یاد دلانے کا اللہ تعالےٰ نے سب انبیاؑء و مرسلینؑ کو حکم دیا جن کے لیے اِن واقعات میں صبر و شکر کی اعلیٰ ترین مثالیں ونشانیاں (نمونے) موجود ہیں ۔ گویا قیام دینِ اختیاری یعنی قیامِ شریعت (احکامِ خدا کی صحیح صحیح تعمیل) کی بنیاد ازل تا ابد عزاداریَ حسین علیہ السلام ہے ۔ جس میں اللہ کی شریکی (بیعتِ غیرِ خدا جو شرک ہے فروخت ہو کر بندہ بن جانا یا عبد بن جانا) سے پرہیز کا کامل نمونہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے پیش کیا ہے کہ سب کچھ قربان ہو جائے لیکن غیر خدا کو بلحاظ عبدیت خدا کا شریک نہ بنایا جائے ۔ اور نماز و قربانی و جینا و مرنا صرف اللہ کے لیے ہو ۔

بعض واقعاتِ نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم شہر کوفہ کے غربی طرف فرات کے کنارے ایک شہر کے رہنے والے تھے طوفانِ نوحؑ کے بعد جب نوحؑ سلامتی کے ساتھ بحکمِ خدا کشتی سے باہر زمین پر آئے تو آپ نے ایک قریہ کی بُنیاد رکھی جس کا نام قریۃ الثمانین تھا ۔ یعنی اسّی آدمیوں کی آبادی کا قریہ ۔

حضرت نوح علیہ السلام نے سامؑ کی اطاعت کے علاوہ وصیت فرمائی کہ محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر سب ایمان وعقیدہ رکھیں ۔ یادگارِ حسینیؑ قائم رکھیں اور ان کی اولاد میں ایک ہادی ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوں گے ۔ ان کی اطاعت کریں

نجف کی بنیاد

متبرک مقام نجفِ اشرف جہاں ہے وہاں ایک دنیا کا سب سے اونچا اور نہایت ہی بلند پہاڑ تھا کنعان پسرِ نوحؑ نے اسی پہاڑ پر پناہ لینے کا تذکرہ کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے پہاڑ پر وحی فرمائی اور پوچھا کیا تو لوگوں کو میرے عذاب سے پناہ دے سکتا ہے یہ سُنکر پہاڑ خوفِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہوکر خوفِ الٰہی سے پانی ہوگیا جسے لوگوں نے نَے کہنا شروع کر دیا پھر وہ خشک ہوگیا تو خشکی کو جف کہتے ہیں۔ اس طرح نَے جف کہلایا اور نجف مشہور ہوا اور قبر علی علیہ السلام کی نسبت سے نجفِ اشرف (متبرک مقام) بن گیا۔

حضرت نوحؑ علیہ السلام کی عمر ۲۵۰۰ سال ہوئی۔ آپ ایک دن دھوپ میں بیٹھے تھے کہ ازرائیلؑ علیہ السلام نے روح قبض کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا اتنی مہلت دو کہ سائے میں چلا جاؤں۔ جب آپ سائے میں گئے تو ازرائیلؑ نے پوچھا۔ اے نبیؐ اللہ آپ نے اتنی طولانی عمر کیسے گزاری۔ فرمایا حیاتِ ابدی کے مقابل یہ طولانی عمر ایسی تھی جیسے دھوپ سے سایہ میں چلا آیا۔ یا جیسے ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کو آپ کے خلیفہ سام علیہ السلام نے غسل وکفن دیا جبرائیلؑ کے لائے ہوئے کافور سے حنوط کیا۔ اور نجف اشرف میں دفن کیا آپ کی قبر علی علیہ السلام کی قبر کے بائیں جانب ہے آدمؑ و علیؑ کے درمیان۔ آپ کی وہاں زیارت پڑھی جاتی ہے۔

حضرت ہود علیہ السّلام

حضرت نوحؑ کی اولاد میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قابل ذکر

انبیاء میں سے حضرت ہود علیہ السلام ہیں آپ قوم عاد کی طرف مبعوث کیے گئے جو بڑی سرکش قوم تھی اور بتوں کی پوجا کرتی تھی۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (الاعراف: ۶۵)	اور عاد کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم ہودؑ کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود (برحق) نہیں۔

ان کی قوم کی سرکشی کم ہونے کے بجائے بڑھتی گئی اور وہ بت پرستی سے باز نہ آئے۔ اسی زمانے میں شدید اور شداد بادشاہ پیدا ہوئے۔ شداد نے ارم نامی شہر کو بہشت نما بنوایا جس کی تعمیر تین سو سال ہوتی رہی لیکن وہ ابھی ارم میں داخل نہ ہونے پایا تھا کہ عذاب آواز کی صورت میں آیا اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔

قوم عاد نے جب بہت سرکشی کی تو ان پر بارش روک لی گئی۔ ایک گروہ حضرت ہود علیہ السلام کے گھر گیا تاکہ اللہ کے نبیؑ سے بارش کے لئے دعا کرائے۔ آپ کو بلایا تو حضرت ہودؑ موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی جو ایک آنکھ کی اور بوڑھی تھی باہر آئی اور یہ سُنکر کہ لوگ دعا کرانے آئے ہیں۔ بولی اگر ہودؑ کی دعا مستجاب ہوتی تو ان کی اپنی زراعت خشک نہ ہوتی۔ بہرحال وہ لوٹے تو ہود علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے انکی درخواست پر نماز پڑھ کر پنجتن پاک کا واسطہ دے کر دعا کی تو خوب بارش ہوئی۔ پھر انہوں نے بڑھیا کا ذکر کیا تو بولے وہ میری بیوی ہے۔ پھر فرمایا خدا نے کوئی مومن پیدا نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لئے ایک دشمن بھی ہے۔ میری دشمن وہ عورت ہے جس کا میں مالک و مختار ہوں اور یہ اس سے بہتر ہے کہ میرا دشمن ایسا

ہو کہ وہ میرا مالک و مختار ہو۔

بہر حال جب قوم عاد کی سرکشی بہت بڑھ گئی تو حضرت ہودؑ کی بددعا پر بادِ عقیم (بادِ صرصر) نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا۔ حضرت ہودؑ اس کے بعد مومنوں کے ساتھ آباد ہوئے اور تجارت کرنے لگے اور ایک عرصہ آباد رہے آپ نوحؑ کی طرح امام حسینؑ کا تذکرہ و نوحہ کیا کرتے تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام نبی مرسل (رسول) تھے جو قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا م قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ الخ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہ

(الاعراف : ۷۳)

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو الخ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی ہے اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اسے بُری طرح نہ چھونا ورنہ تم کو دردناک عذاب آئے گا۔

اس زمانے کے لوگ محل اور پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بناتے تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت صالحؑ سے انہوں نے معجزہ طلب کیا اور کہا پہاڑ سے سُرخ بالوں والی اونٹنی برآمد ہو جو حاملہ ہو پس حضرت صالحؑ نے پنجتنؑ پاک کا واسطہ دے کر دعا کی تو پہاڑ سے اونٹنی برآمد ہوئی تھی۔ جب سرکش لوگوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان پر صدائے عظیم سے عذاب ہوا۔ اور زلزلے نے

گھیر لیا۔ اور ان کا بیڑہ کر ڈالا۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا ه فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا ه (الشمس : ۱۳-۱۴)

پس ان سے اللہ کے رسول (صالحؑ) نے کہا کہ خدا کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کو نہ چھیڑنا۔ پس انہوں نے رسول کو جھٹلایا۔ اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں پس ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب عذاب نازل کیا پھر ان کا بیڑا کر دیا۔

لوگ ایسے بدبخت تھے کہ نبی کو اپنا جیسا عام آدمی سمجھتے تھے۔ اس کی روحانی فضیلت (روح القدس) کا انکار کرتے تھے اور اُلٹا بے وقوف اور دیوانہ یا سحر شدہ بتلاتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے تراشے و بنائے ہوئے بتوں کو (بطور خلیفہ و امام) پوجتے تھے حتیٰ کہ سرکشی بڑھ جانے کے سبب عذاب میں گرفتار ہو کر برباد ہو جاتے تھے۔ اور جب انہیں یہ کہا جاتا تھا کہ پنجتنؑ پاک کے واسطے سے دعا کیا کریں تو وہ پنجتنؑ پاک کو وسیلہ بنانے و سمجھنے سے انکار کرتے تھے جس کی بنا پر غرق و برباد کر دیئے جاتے تھے۔ حضرت صالحؑ بھی شریعتِ نوحؑ پر چلتے تھے اور نوحہ و ذکرِ حسینؑ کرنا اُن کا معمول تھا۔

قاتل انبیاء و آئمہ و ناقۂ صالح کی مغفرت نہیں ہو سکتی

الحدیث قدسی لو سالت ذنوب اهل الارض نغفرنا لهم غير عاقر الناقة وقتلة الانبياء والائمة (القطرہ صفحہ ۲۱۹ مطبع نجف)

(اے رسولؐ) اگر تم تمام اہلِ زمین کی بخشش کا سوال کرو تو ہم انہیں بخش دیں گے سوائے انکے جنہوں نے (صالحؑ کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ اور جو انبیاء و آئمہؑ (معصومین) کے قاتل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام

اولوالعزم انبیاء و مرسلین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک خاص عظمت کے مالک تمام انسانوں کے امام۔ اور اہلبیت ولائق صلوٰۃ تھے۔ آپ آدم تا عیسیٰ علیہم السلام میں سب سے افضل تھے۔ ابراہیم علیہ السلام سے افضل نورِ اوّل کے حامل ۱۴ معصوم ہیں اور ابی طالبؑ ہیں۔ جن کا اصطفےٰ ابراہیم کے کے بعد ہوا۔ ابراہیمؑ کو اللہ تعالےٰ نے اپنا خلیل قرار دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تارخ علیہ السلام کے فرزند تھے۔ آپ ابھی شکم مادر میں تھے کہ تارخؑ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی والدہ کا کفیل آپ کا چچا آذر ملعون ہوا جو نمرود کا ایجنٹ اور بت گر و بُت فروش تھا۔

نمرود اس زمانے کا بادشاہ تھا جو خدائی کا دعویدار تھا۔ لوگ مختلف خداؤں کے قائل تھے۔ بعض بتوں کو بعض بادشاہ کو بعض ستارے کو بعض چاند کو اور بعض سورج کو خدا مانتے تھے۔ اکثر سب کی خدائی کے قائل تھے۔ نمرود کو نجومیوں نے بتایا کہ فلاں خاندان میں ابراہیمؑ نامی ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کے باعث تیری خدائی باطل و ناکام ہو جائے گی۔ اس نے ابراہیمؑ کی والدہ پر دائیاں تعینات

کر دیں اور مردوں کو عورتوں سے جُدا کر دیا۔ اللہ تعالٰے نے ابراھیم علیہ السلام کے حمل مبارک کو پوشیدہ رکھا اور ابراھیم علیہ السلام کی والدہ کو پیدائش سے پہلے وحی ہوئی۔ جس کی بناء پر ابراھیم علیہ السلام کو انہوں نے ایک پہاڑی کے غار میں جاکر جنا اور نمرود کے خوف سے وہیں کپڑے میں لپیٹ کر چھپا آئیں۔ پھر ہر روز چھپ چھپ کر انھیں دودھ پلا آتی تھیں اور اللہ تعالٰے نے ابراھیم علیہ السلام کے انگوٹھے سے بھی انھیں رزق فراہم کیا۔ اس سے دودھ جاری ہوجاتا تھا جس سے ابراھیم علیہ السلام سیر ہوجاتے تھے۔ اس طرح ایک غار میں آپ کی پرورش ہوتی رہی حتٰی کہ چالیس سال بعد آپ غار سے برآمد ہوئے اور شہر کی طرف روانہ ہوئے۔

چھ قسم کے باطل پرست

اس زمانے کے لوگ چھ قسم کے خداؤں کے پجاری تھے۔ جن کی تردید ابراھیم علیہ السلام نے کرکے ایک خدا کی تعلیم دی۔ ستارہ پرست۔ چاند پرست۔ سورج پرست۔ بُت پرست۔ آگ پرست۔ بادشاہ پرست۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام غار سے نکل کر آہستہ آہستہ شہر کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص ستارہ کو دیکھ کر کہہ رہا ہے یہی میرا رب ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ٥

(الانعام : ۷۶)

پھر جب رات اُن پر چھا گئی تو اس (ابراھیمؑ) نے ایک ستارے کو دیکھا (ایک شخص) بولا یہی میرا رب ہے جب وہ غروب ہوگیا تو (ابراھیم نے) فرمایا میں غروب ہونے والے کو پسند نہیں کرتا

پہلا معجزہ ابراہیمیؑ

اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا معجزہ یہ تھا کہ آپ نے (آنکھ کے اشارے سے) معجزانہ جونہی اس ستارے پر نظر ڈالی جس کی پرستش کی جارہی تھی وہ فوراً غروب ہوگیا۔ آپ نے ستارہ پرستی کا ابطال تغیر سے فرمایا ہے (یعنی جو شئے متغیر غیر کے اثر کی محتاج ہے وہ فانی ہے رب کیسے ہوسکتی ہے)

ابراہیم علیہ السلام کے آگے بڑھے تو دیکھا کہ چاند کی پرستش ہو رہی ہے۔ ایک شخص اسے اپنا پروردگا بتا رہا ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ (الانعام : ۷۷)

پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا (ایک شخص) بولا یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وہ غروب ہوگیا (ابراہیمؑ نے) فرمایا اگر میرے پروردگار نے مجھے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہوں میں سے ہوجاتا۔

دوسرا معجزہ ابراہیمیؑ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند کی پرستش دیکھ کر چاند پر نظر ڈالی۔ تو وہ غروب وغائب ہوگیا۔ پھر چاند پرستوں سے فرمایا اگر میرے پروردگار نے مجھے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں بھی تم جیسے گمراہوں میں سے ہوجاتا۔

رات رات میں جہاں جہاں ستارے اور چاند کی پرستش ہوتی تھی ہلچل مچ گئی۔ زبان زدِ عام یہ بات تھی کہ ایک عجیب شخص دیکھنے میں آیا ہے جس کی نظر میں ایسا اثر ہے کہ ستارہ کو دیکھا تو وہ غائب ہوگیا اور چاند کو دیکھا تو وہ غروب قبل از وقت ہوگیا۔

رات گزری دن نکلا۔ لوگ سورج کی پرستش کرنے نکلے۔ ایک شخص بولا یہ سب اجرامِ فلکی سے بڑا ہے یہی میرا رب ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ (الانعام : ۷۸)

(پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا کسی نے کہا یہ میرا رب ہے کہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غروب ہوگیا تو ابراہیمؑ نے فرمایا۔ اے میری قوم میں تو ان سب چیزوں سے جن کو تم شریک (خدا) گردانتے ہو دور ہوں۔ (یعنی ان کو رب نہیں مانتا)

تیسرا معجزۂ ابراہیمیؑ

حضرتِ ابراہیم نے سورج کی پرستش دیکھ کر آپ نے سورج کی طرف نظر ڈالی تو وہ بھی غروب ہوگیا اور آپ نے اس کی ربوبیت کا انکار کیا۔ بلکہ تمام ان مخلوق اشیاء کی ربوبیت کا انکار کیا جنہیں لوگ پوج رہے تھے اور تغیر سے ان کی ربوبیت کا ابطال فرمایا ہے۔

مسئلہ و دلیلِ ابراہیمیؑ ہر متغیر شے غیر کے اثر سے متغیر ہوتی اور غیر کی محتاج ہوتی ہے اور فانی ہے پس فانی و متغیر شے رب نہیں ہوسکتی (یعنی رب اور خدائے برحق غیر متغیر اور غیر محتاج اور غیر فانی ہے)

اگر بالفرض عامۃ المسلمین کے عقیدے کے مطابق ستارہ۔ چاند۔ سورج کو رب کہنے والا کوئی دوسرا شخص نہیں اور ابراہیم علیہ السلام ہی کے یہ الفاظ قرار دیے جائیں تو بھی ان کا مقصود استفہام ہوسکتا ہے۔ یعنی بطور تقیہ جس کے فوراً

بعد تردید مطلوب ہے۔ ایسی صورت میں ابراہیم علیہ السلام کی نیت دیکھنا ہوگی۔

العمل بالنیۃ	عمل نیت پر منحصر ہے۔ جو نیت ہے
(صحیح بخاری)	وہی عمل ہے۔

نیتِ ابراہیمیؑ ہر سہ معاملات میں ابراہیم علیہ السلام کی نیت ظاہر ہے کہ وہ ان غیر خداؤں کی ربوبیت کی تردید کر رہے ہیں۔ پس یہی ان کا عمل ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام کسی متغیر کی ربوبیت کو نہ پسند کرتے ہیں نہ قبول تو ثابت ہے کہ انہوں نے کبھی ستارے یا چاند یا سورج کو خلافِ عصمت رب نہیں مانا اور ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص اور پہلے ایسے ہادی ہیں جنھوں نے تغیر سے باطل خداؤں کا ابطال پیش کیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا اپنا عقیدہ

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الانعام : ۷۹)	میں سچے دل سے اطاعت گزاری کے لیے صرف اس (اللہ) کی طرف اپنا رخ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ ابراہیم علیہ السلام کبھی بھی مشرک نہ تھے یعنی انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۝ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (البقرۃ : ۱۳۵)	(اے رسول تم) کہدو کہ خالص دل سے ابراہیمؑ کا اتباع کرو اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

اگر بالفرض ابراہیم علیہ السلام کسی وقت بھی مشرک رہے ہوتے تو ان کے

اتباع کا حکم نہ ہوتا اس لئے کہ شرک کا اتباع مشرک بنا ڈالے گا یا اتباع کے لئے شرط ہوتی کہ فلاں حصہ زندگی کا اتباع نہ کرنا جو شرک والا ہے۔ اس کے علاوہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور سیرت کو اسوۂ حسنہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے جبکہ شرک بدترین اور ناقابل معافی شے ہے وہ اسوۂ حسنہ میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَاهِيمَ۔ (الممتحنہ: ۴) تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اچھا کردار نمونہ موجود ہے۔

شیعہ عقیدہ حدیثِ معصوم کے مطابق انبیاؑ و اوصیاء میں پانچ روحیں ہوتی ہیں منجملہ ان کے روح القدس ہوتی ہے جو عصمت سے معنون ہے اور صاحبِ روح القدس گناہ کر سکتا ہی نہیں جبکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ (مفصل دیکھئے شیعہ مذہب کے اصول دین حصۂ عدل)

سورج کا یکایک غروب ہونا

سورج کا یکایک غروب ہو جانا کوئی معمولی شے نہ تھی۔ ساری دُنیا اور سارے ملک میں ایک ہلچل اور بے چینی سی پھیل گئی۔ ہر شخص حیرت زدہ اور کسی تازہ انقلاب کا منتظر ہو گیا۔ ہر شخص کی زبان پہ یہ بات تھی کہ ایک ایسا شخص ظاہر ہوا ہے جس کی نظر ڈالنے سے اجرام فلکی تک غروب و غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی انتہائی غیر معمولی شخصیت ہے عام انسان البشر محض نہیں۔

نمرود بھی حیرت میں ڈوبا ہوا تھا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور متفکر تھا کہ کیا کرے اور اس سے پرستاروں نے کہا تیری خدائی میں ایک شخص انقلاب لا رہا ہے اور تو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ نمرود نے ماحول کو شدت سے بدلتے ہوئے دیکھ کر ابراہیمؑ علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلوایا اور بات چیت کی اور پوچھا کہ

کے اپنا رب مانتے ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَاۤجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ (البقرۃ : ۲۵۸)

کیا تم نے اسکو نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے ان کے رب کے بارے میں حجت کی اس سے کہ خدا نے اسے سلطنت دیدی تھی جس وقت ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ اس (مردود) نے کہا کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔

نمرود نے زندہ کرنے اور موت دینے کا مفہوم مقصود کے خلاف لیا جیل خانے سے دو قیدی منگوائے۔ ایک کو چھوڑ کر کہا اسے میں نے زندہ کر دیا۔ دوسرے کو قتل کرا کر کہا اسے میں نے موت دیدی۔ ابراہیم علیہ السلام نے معنیٰ و مقاصد پر طویل بحث کرنے کے بجائے ایک ایسی دلیلِ قاطع پیش کر دی کہ نمرود اس کی تاویل میں کچھ بھی نہ کہہ سکا اور لاجواب و مبہوت ہو کر رہ گیا۔

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ (البقرۃ ۲۵۸)

ابراہیم نے کہا خدا سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب کی طرف سے نکال لا۔ اس پر وہ کافر مبہوت ہو گیا۔

جب نمرود مبہوت۔ لاچار اور تفکر میں گم ہو گیا۔ ابراہیم علیہ السلام بھرے دربار میں اللہ کا تعارف طلوع الشمس سے کرا کر اور نمرود کی خدائی کا ابطال کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے اور اپنے گھر کا رُخ کیا۔ جہاں ان کی والدہ اور چچا آذر رہتے تھے اور اُن کے چچا آذر کے بُت وہاں موجود تھے۔

بت پرستی کا رد

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ (الانبیا ۵۲:)

(یاد کرو) جبکہ انہوں نے (ابراہیمؑ نے) اپنے چچا سے اور اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ یہ مورتیں چیز کیا ہیں جن کی تم تعظیم کرتے ہو۔

ابراہیم علیہ السلام نے بُت پرستی کی تردید اپنے یعنی چچا کے گھر سے شروع کردی اور جونہی آذر گھر سے نکلا آپ نے ایک رسّی میں تمام بتوں کو باندھا۔ کسی کے گلے میں رسی باندھی کسی کے ہاتھ میں کسی کے پاؤں میں۔ اور تمام بتوں کو باندھ کر رسی کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لیا اور بازار کی طرف گھسیٹتے ہوئے روانہ ہوئے۔ تمام بُت رگڑے جانے سے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ بازار کے لوگ بتوں کی یہ دُرگت دیکھ کر جمع ہو گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ادھر آذر نے سُنا کہ اس کی محنت پر پانی پھر گیا تو وہ بھی دوڑا ہوا آگیا تو ابراہیم علیہ السلام ان سب کو مخاطب ہو کر بولے۔ اے میرے چچا اور اے لوگو یہ مورتیاں کیا چیز ہیں جنھیں تم پوجتے ہو۔ اگر یہ خدا ہوتیں تو اپنی حفاظت بھی نہ کر سکتیں۔ یہ تو تمہاری مخلوق (بناوٹ) ہیں۔ تمہاری خالق تو نہیں۔ ظاہر ہے کہ لوگ یہ دلیل سُن کر مبہوت ہو کر رہ گئے اور سوائے اس کے کچھ نہ کہہ سکے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔

لفظ اب اور آباء کی توضیح

عربی زبان اور قرآن کی زبان میں اَب و آباء سے مراد باپ۔ دادا

نانا اور چچا ہیں۔ جس کی قرآن میں تمثیل موجود ہے۔

آبار میں چچا بھی داخل ہیں

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ۔ (البقرۃ : ۱۳۳)

(اولاد یعقوبؑ نے کہا) ہم آپ کے معبود اور آپ کے آبار ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کے معبود (اللہ) کی عبادت کریں گے۔

آبار اَبْ کی جمع ہے مراد باپ۔ بہت سے باپ۔ یعقوب علیہ السلام کے باپ اسحاقؑ تھے اور دادا ابراہیمؑ اور چچا اسمٰعیلؑ۔ سب کے لئے لفظ اَبْ و آبار یکساں استعمال ہوا ہے۔ گویا قرآن کی زبان میں چچا کے لئے بھی اَبْ کا لفظ استعمال ہوتا ہے یہ تعجب خیز نہیں۔

آذر ملعون تھا جو ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب روح القدس نبی اولوالعزم من الرسل تھے جن کا حقیقی باپ جن کے صاب اطہر سے ابراہیمؑ پیدا ہوئے معصوم صاحب روح القدس ہوگا۔ تاکہ اس سے ابراہیمؑ علیہ السلام میں روح القدس ودیعت ہو جس کا وہ امین تھا جو شخص خود صاحب روح القدس نہ ہو اس کی اولاد میں روح القدس کہاں سے آسکتی ہے۔

امین روح القدس معصوم و طیب ہوتا ہے اس کا صلب بھی طیب ہوتا ہے وہ مشرک یا بت گر نہیں ہو سکتا۔

جب اب کا لفظ چچا کے لئے قرآن میں استعمال ہو چکا ہے تو ابراہیمؑ ابرا

کے حالات میں ابیہ میں اب کے لفظ سے چچا مراد نہ لینا اور حقیقی باپ سمجھ لینا ماسوا عقل کو دھوکہ دینے اور گمراہی کے کچھ نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام جدِ محمد مصطفےٰ ہیں

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نسل اسمٰعیل علیہ السلام میں ہیں جن کے لئے ارشاد ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ (الحج: ۷۸)	یہ تمہارے دادا ابراہیم ہی کی ملت ہے اس نے پہلے ہی سے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔

سید المرسلین خاتم النبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں تو ان کے والد کی اولاد میں بھی ہوئے۔ قرآن میں ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء باپ دادا (آدم علیہ السلام تک) ساجدین یعنی مسلمان بلکہ الساجدین مخصوص سجدہ گزاروں (معصومین) میں سے تھے۔

وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ○ (الشعرآء: ۲۱۹)	اور (وہ اللہ) سجدہ کرنے والوں (کے صلب ورحم) میں تمہارے منتقل ہونے کو (بھی) دیکھتا رہا۔

بہرحال ساجدین کا لفظ کافر کے لئے ہرگز استعمال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ساجدین کے ساتھ نہ ہونا کفر ہے جیسا کہ ابلیس کو ساجدین کا ساتھ نہ دینے پر کافر کہا گیا۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ	پس تمام ہی ملائکہ نے سجدہ کیا۔ نہ کیا سجدہ تو ابلیس نے اس نے سجدہ کرنے

السّٰجِدِیْنَ ٥ (النجم : ۳۰-۳۱) والوں کے ساتھ ہونے سے سرتابی کی۔

اللہ تعالیٰ نے الساجدین معصوم ملائکہ کو فرمایا ہے اور سجدہ نہ کرنے والے ابلیس کو کافر بتایا ہے۔ پس آبائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الساجدین یعنی معصوم تھے۔ کافر کوئی نہ تھا۔ پس ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی آبائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے اس لئے معصوم تھے۔ کافر نہیں ہو سکتے۔

حقیقت یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی حضرت تارخ علیہ السلام معصوم صاحب روح القدس اور حجتِ خدا تھے۔ آذر ملعون کافر بُت گر و بُت فروش ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور چچا کے لئے اَب کا لفظ استعمال ہونا قرآن سے ثابت ہو چکا ہے۔

بروئے حدیث آبائے محمدؐ سب معصوم تھے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَنِیْ وَعَلِیًّا مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ الخ ثُمَّ نَقَلْنَا مِنْ صُلْبٍ طَیِّبٍ وَبَطْنٍ طَاهِرٍ لَا تُهْتَكُ فِیْنَا حَائِلَةٌ اِلٰی صُلْبِ اِبْرَاهِیْمَ الخ (کتاب ھدایۃ السعدا)

نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا فرمایا۔ الخ پھر ہم پاک اصلاب اور پاک ارحام میں منتقل ہوتے رہے ہم میں کوئی حجاب و فرق نہ آیا یہاں تک کہ ابراہیم کے صلب الطہر میں پہنچے۔

پاک وطیب اصلاب معصوم آباء کے ہو سکتے ہیں جن کے لئے مسجد میں جنب کرنا بھی جائز ہو۔ غیر معصوم کا صلب بھی پاک نہیں ہوتا۔ اور غیر معصوم حالتِ جنابت میں مسجد میں نہیں ٹھہر سکتا۔ چہ جائیکہ کافر جو ہوتا ہی نجس ہے اور مشرک کی نجاست میں شک بھی کیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ۔ (التوبة : ۲۸)

سوائے اس کے نہیں ہے کہ مشرک نجس ہیں ۔

پس آذر ملعون مشرک تھا اور نجس تھا اس کا صلب بھی نجس تھا۔ اس کے صلب نجس سے نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے نہ ابراہیم علیہ السلام نیز جس کے باپ میں روح القدس نہ ہو بیٹے میں کہاں سے آئے گی ۔ روح القدس کے امین لوگوں ہی کا صلب طیب و پاک ہوتا ہے ۔ منافقین نے ہمیشہ وہی راستہ اختیار کیا ہے جو گمراہی کا تھا - اور ظاہر پرستی تو ان کا دین ہے ہی بس ظاہری لفظ ابیہ سے انہوں نے آذر ملعون کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ قرار دیکر گمراہی اختیار کی ہے ۔

عصمتِ ابراہیمؑ در دعا برائے کافر

سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ ۔ (مریم : ۴۷)

(ابراہیم نے کہا) عنقریب میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے گناہوں کی بخشش مانگوں گا۔

یہ استغفار مانع عصمت نہیں جب تک اس کی نہی تحریمی نہ ہو۔ پھر یہ رغبت الی الحق دلانے کے لئے وعدہ تھا جب کہ آذر ڈھلمل یقین ہوا اور یہ اُمید ہوئی کہ شاید وہ ایمان لے آئے ۔ نیز استغفار برائے وعدہ تھی۔ جب آذر دشمنِ خدا ثابت ہوگیا اور اپنے کفر پر ڈٹ گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس پر تبرا کیا ۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ

اور ابراہیمؑ کا اپنے چچا کے لئے دُعا مانگنا تو ایک وعدے کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے کرلیا تھا۔ پھر

لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ؕ
(التوبہ : ۱۱۴)

جب ان پر یہ بات کھل گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے تبرا کیا۔

نبیؐ کی استغفار یا رسول کا مغفرت طلب کرنا مشرک اور منافق دونوں کے لئے بے سود ہے اس سے کافر و مشرک و منافق کی مغفرت نہیں ہو سکتی نہ کوئی فیض پہنچ سکتا ہے۔

کافر و مشرک

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ
(التوبہ : ۸۰)

تم ان کے لئے دعائے مغفرت مانگو یا نہ مانگو۔ اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت مانگو گے تو بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے خدا کا اور اس کے رسولؐ کا انکار کیا ہے

منافق

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ
(المنافقون : ۶)

ان (منافقین) کے لئے برابر ہے تم ان کے لئے دعائے مغفرت مانگو یا نہ مانگو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

(نوٹ) مندرجہ بالا دونوں آیات بالخصوص کافروں کے جاسوس لوگوں اور منافقین کے سرغنہ مثل سامری اصحاب کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ جو رعایت علیؑ کے معاملہ میں حکم خدا و رسولؐ کے منکر تھے۔ یعنی کفر پر جمے ہوئے تھے اور انہوں نے منافقانہ طور پر اسلام کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ان کے انتہائی مجرمانہ رویہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ اسکی معافی کے لئے رسولؐ کی استغفار بھی کام نہیں آسکتی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ۶

بانیٔ مِلّت صَاحبِ شریعت ابراہیمؑ تقیہ کے بادشاہ تھے

نمرود کے زمانے میں سال بھر میں ایک رات ایسی مقرر تھی۔ جس رات کو سارے شہر کے لوگ مرد۔ عورتیں۔ بچے سب شہر سے باہر میدان میں نکل آیا کرتے تھے اور ایک ستارے کی پوجا ساری رات کرتے تھے۔ صبح ہونے پر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جایا کرتے تھے جب سب لوگ اپنے رسم و رواج کے مطابق شہر سے باہر جانے لگے تو ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لئے آئے اور انھیں بتایا کہ وہ ستارے کی پوجا کرنے جا رہے ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی پوجا سے نفرت کی۔ اور ستاروں پر ایک نظر ڈالی۔ ستاروں پر نظر ڈالنا تھی کہ ستارے غروب ہو گئے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا جسے قرآن نے ذکر کیا ہے۔

فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِی النُّجُوۡمِ ۝ فَقَالَ اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ ۝ — پھر ابراہیمؑ نے ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی اور یہ فرمایا کہ میں بیمار

(والصّٰفّٰت : ۸۸-۸۹)

ہوں (نفرت کرنے) والا ہوں۔

سقیم سقیم سے مراد بیمار ہے اور بیمار نفرت کرنے والے کو کہتے ہیں بیماری کی حالت میں ہر انسان کا مکلج اور مرغوب غذا اور اشیاء سے بھی نفرت کرتا ہے اس لئے کہ اس کا ذائقہ خراب ہوتا ہے۔ قرآن میں ان لوگوں کے دلوں میں مرض بتایا گیا ہے جو حق سے نفرت رکھتے تھے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ (البقرۃ : ۱۰)

ان (منافقین) کے دلوں میں بیماری (نفرت از حق) ہے اللہ ان کی بیماری (نفرت) کو بڑھنے دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے

منافقین کو دل کے دورے نہیں پڑتے تھے۔ ان کے دل میں حق سے نفرت تھی نفرت کو بیماری کے نام سے بیان کیا گیا ہے اور بیمار کو سقیم کہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام غیر خدا (ستارہ وغیرہ) کی پوجا سے دل میں نفرت رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے سچ فرمایا ہے کہ میں سقیم (نفرت از پوجا برائے غیر خدا رکھتا) ہوں۔

منافقین منافقین نے اسے جھوٹ قرار دے کر ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کی تہمت لگائی اور انکی صداقت کی تکذیب کرکے کفر و گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ درحقیقت ابراہیم علیہ السلام سچے نبی ہیں راست گو ہیں انہوں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ قرآن ان کی صداقت پر سند پیش کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السّلام کا پہلا تقیہ

اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہنا تقیہ تھا۔ تقیہ کا مفہوم جھوٹ بولنا ہرگز نہیں بلکہ حفاظت حق ہے۔

تقیہ کی تعریف تقیہ سے مراد تحریک للحق۔ حق کی حفاظت کرنا ہے جس کا

نتیجہ ابطال باطل ہوتا ہے جس کا اظہار بین القبیحتین ہوتا ہے۔ اسی کا نام ردِّ کبیرہ ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ کی پوجا سے نفرت کی یہ تحریک للحق۔ اور نتیجۃً ابطال باطل تھا۔ ستارے کی پوجا باطل تھی۔ ابراہیمؑ نے خدا کے حقِ عبادت کی حفاظت کی ہے باطل سے مُنہ موڑ کر۔

دو قبیحے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے دو قبیحے تھے۔ ستارہ[1] کی پوجا۔ یا بہانہ[2] آپ نے ستارے کی پوجا جو شرک اور بڑا قبیحہ ہے اس کا رد کر دیا یعنی ردِّ کبائر جو واجب ہے۔

اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ ؕ (النجم: ۳۲)

جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ (ردِّ کبیرہ میں) صغیرہ سے نہ کر سکیں بیشک تمہارا پروردگار بڑا بخشنے والا ہے۔

ردِّ کبیرہ واجب ہے اور ردِّ کبیرہ میں صغیرہ ہونے والا فعل معاف ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ردِّ کبیرہ کر دیا اور ان کا بہانہ انی سقیم بھی جھوٹ نہیں وہ غیر خدا کی عبادت سے متنفر تھے۔ البتہ یہ لفظ ایسا ضرور تھا کہ جس سے ستارہ پرست غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے سمجھا کہ ابراہیم علیہ السلام عام بیماروں کی طرح مادی بیماری میں مبتلا ہیں یا ستاروں کی چال سے انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بیمار ہونے والے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ بلاوجہ بیمار کو اپنے ساتھ لے جا کر اس کی تیمارداری کی وجہ سے ان کی پوجا پاٹ میں خلل پڑے گا۔ اس لئے وہ ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔

تقیّہ کی تعریف

تقیّہ تقیہ تقی کے فعل کا نام ہے پوشیدہ تحریک للحق اور باطل کا ابطال کرنا پھر ر دکبیرہ کرنا تقیہ کہلاتا ہے جس کا اظہار بین القبیحتین ہوتا ہے اور جس میں تقیہ پایا جائے اسے متقی کہتے ہیں۔

اتّقا اس کے دو مصادر ہیں ایک دل جس میں رضا اور نیت ہوتی ہے دل تحریک للحق کرے یا حق کی حفاظت کرے تو اسے تقیہ کہتے ہیں۔ یہ پوشیدہ ہوتا ہے جیسے نیت پوشیدہ ہوتی ہے یہ دل کا عمل ہے اسی کا نام ایمان کی بنیاد ہے۔ اور صاحبِ تقیہ حزقیل علیہ السلام کو قرآن میں مومنِ آلِ فرعون کہا گیا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ (المومن : ۲۸)	اور فرعون کے کنبہ سے ایک مرد مومن نے جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ یہ کہا۔

یہ مومن حزقیل علیہ السلام ہیں جنہوں نے چھ سو برس تقیہ کیا اور اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور اتنے عظیم درجہ کا یہ مومن تھا کہ اس تقیہ کرنے والے مومن کے ایمان کی سند قرآن میں نازل ہوئی اور اس پورے سورہ کا نام سورۂ مومن اسی کے ایمان کی وجہ سے رکھا گیا۔

منافق منافق مومن کی ضد ہے اور منافقت تقیہ کی ضد ہے۔ منافقت کے معنی ہیں۔ پوشیدہ تحریک للباطل۔ جبکہ تقیہ کے معنی ہیں پوشیدہ تحریک للحق۔ دونوں کا تعلق دل سے ہے یا دونوں دل کا عمل ہیں۔

اتقا کا دوسرا مصدر اعضاء، جوارح ہیں جن کے اتقا یا عمل کو تقوےٰ کہتے ہیں (ظاہری عمل)

کفر ظاہری انکارِ حق کا نام کفر ہے اور دل سے انکارِ حق کا نام منافقت ہے۔

تقیۂ ابراہیمیؑ بہرحال ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ پرستوں سے اپنا ایمان اِنِّی سَقِیْمٌ کے الفاظ میں چھپایا ہے اور تحریک للحق پوشیدہ طور پر دل کے عمل سے کی ہے جسے تقیہ کہتے ہیں

ملتِ ابراہیمیؑ ملتِ ابراہیمیؑ پر چلنے سے مُراد تقیہ (تحریک للحق) کرنا ہے جو ایمان کی بُنیاد ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعۂ بُت شکنی

جب تمام اہل شہر ستارہ پرستی کے لئے شہر کو چھوڑ کر باہر سرِ شام سے چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام ایک کلہاڑا لے کر ان کے بت خانہ میں چلے گئے اور آپ نے تمام بتوں کو کلہاڑے سے چکنا چور کر کے توڑ پھوڑ دیا۔ ایک بُت جو سب سے بڑا تھا۔ اسے مضروب تو کیا لیکن بالکل چکنا چور نہ کیا اور کلہاڑا اس کے گلے میں ڈال دیا تاکہ یہ تصور ہو کہ بُت آپس میں لڑتے ہیں اور بڑے بُت نے سب کو توڑ پھوڑ دیا ہے۔ مقصود یہ تھا کہ یہ لوگ آکر جب یہ حال دیکھیں گے تو آپس میں گفت و شنید کریں گے۔ کیا بت لڑ سکتے ہیں یا کوئی کام کر سکتے ہیں۔ جب کچھ بھی نہیں کر سکتے تو خدا کیسے ہو سکتے ہیں (جس دن ابراہیمؑ نے بتوں کو توڑا وہ نوروز کا دن تھا)

حکمتیں اور دلائل ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل سے ایک دلیل یہ ملی کہ بڑے اور زبردست کے ہوتے ہوئے کمزور اور چھوٹے کو خدائی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر ایک سے زائد خدا ہوں تو لڑائی و فساد برپا ہوگا۔ یہی دلیل توحید کے لیے قرآن نے پیش کی ہے۔

لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج (الانبیا : ۲۲)

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور کئی خدا ہوتے تو ضرور فساد ہوتا یعنی) دونوں اُجڑ ہو گئے ہوتے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ متفرق خداؤں سے ایک ہی سب سے زبردست خدا بہتر ہے۔ یہ دلیل بھی قرآن میں حضرت یوسفؑ نے پیش کی ہے۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ٥ (یوسف : ۳۹)

اے میرے قید خانے کے ساتھیو آیا جُدا جُدا (بہت سے متفرق) پروردگار اچھے ہیں یا خدائے یکتا جو سب پر غالب ہو۔

ابراہیم علیہ السلام کے اس قصے سے متعلق قرآن میں مذکور ہے۔

فَرَاغَ عَلَیْھِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ ٥ (وَالصّٰفّٰت : ۹۳)

اب تو چھُپے چھُپے ان پر دائیں ہاتھ کی ضرب لگانے لگے۔

چنانچہ جب صبح کو تمام اہلِ شہر واپس آئے اور بت خانہ کے مجاوروں نے بُتوں کا حال مشاہدہ کیا تو اس کی خبر لوگوں کو کی۔ اور عقلی کمزوری کے سبب کہا کہ گذشتہ شب بت خانہ کے خداؤں میں لڑائی ہوگئی اور سب سے بڑے خدا نے سب کو توڑ پھوڑ دیا۔ یہ سن کر بہت سے لوگ بت خانے میں جمع ہوگئے اور چہ میگوئیاں ہونا شروع ہوگئیں۔ بعض بُت خانے کے مجاوروں کے قول کو نقل کرنے لگے بعض نے ذرا سا عقل سے کام لیا اور کہنے لگے یہ بُت جو بے جان ہیں آپس میں کیسے لڑ سکتے ہیں پھر انھیں میں سے بعض نے کہا۔

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝
(الانبیاء : ۶۰)

بعض نے کہا کہ ہم نے تو ایک جوان کو جو ابراہیمؑ کے نام سے مشہور ہے ان کا ذکر برائی کے ساتھ کرتے ہوئے سنا تھا۔

سب کا اجماع اس بات پر ہو گیا کہ ابراہیم کو سب لوگوں کے سامنے لاؤ کہ لوگ ان کے خلاف گواہی دیں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے سامنے لاتے گئے۔ تو کہا۔

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝
(الانبیاء : ۶۲)

وہ (بت پرست) بولے اے ابراہیمؑ کیا تونے ہی ہمارے معبودوں کی یہ گت بنائی ہے۔

یہ سوال سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝
(الانبیاء : ۶۳)

(ابراہیمؑ نے) فرمایا۔ جو ان میں سب سے بڑا ہے (یہ) اس نے ایسا کیا ہے۔ اگر یہ بولتے ہوں تو انھیں سے پوچھ لو۔

وہ ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ یہ بول نہیں سکتے۔ یہی ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ بت جو بول بھی نہیں سکتے۔ وہ تمہارے کس کام آسکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
(الانبیا : ۶۷)

(ابراہیمؑ نے فرمایا) تم پر تف ہے اور ان پر بھی جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو۔ کیا تم اتنی سمجھ بھی نہیں رکھتے (کیا تم عقل سے بالکل کام نہیں لیتے۔)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس عمل سے ان سب بت پرستوں کو لاجواب

بھی کر دیا اور اس بات کا بھی اقرار لے لیا کہ بت کچھ نہیں کر سکتے۔ نہ بول سکتے ہیں نہ کوئی حکم دے سکتے ہیں پھر وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔؛

پھر ان کی عقلوں کو جو غلط رسم و رواج کی عادی ہونے سے منجمد ہو گئی تھیں حرکت میں لے آئے اور انھیں سوچنے اور عقل سے کام لینے کی طرف دعوت دی۔

عقل ہی وہ بنیاد ہے جس سے حق و باطل میں تمیز پیدا ہو سکتی ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلائل اور مخلوق کی موجودگی میں خالق کے ہونے اور مصنوع سے صانع کی طرف دلیل لائی جا سکتی ہے۔ پھر دین کا تعلق بھی عقل سے ہے بے عقل۔ پاگل دیوانوں اور جانوروں کا دین سے کوئی تعلق نہیں)

ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا تقیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ بلکہ (گویا) ان سے بڑے نے یہ کام کیا ہے۔ یہاں بظاہر اس سے مراد یہ بڑا بت سمجھا گیا۔ لیکن اس کلام میں ان سے بڑے یا زبردست سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تو ہیں جنہوں نے بت شکنی کا یہ کام کیا ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ جو بتوں کو توڑ سکتا ہے وہ ان سے بڑا ہے۔ خدا مخلوق سے چھوٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس مفہوم میں جھوٹ کوئی بات نہیں۔ یہاں ھذا کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے استعمال فرمائی ہے اور بت پرست لوگوں نے اس کلام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام عائد نہیں کیا۔

افسوس تو ان منافقین پر ہے جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہونے کا دعویٰ رکھتے ہوئے ان کی تکذیب کی ہے ان پر جھوٹ کا الزام تھوپ دیا ہے۔

فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ○ انھیں سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔

بولنے سے مراد اظہارِ کیفیت ہوتا ہے۔ اظہارِ کیفیت بتوں سے ظاہر تھی
ان کے احوال کو مشاہدہ کر ہی رہے تھے۔ مقصودِ بیان یہ ہے کہ انھیں کے احوال
سے تم یہ دریافت اور علم حاصل کر سکتے ہو کہ یہ بیچارے بول نہیں سکتے تو حکم کیا
دینگے اور حکم نہیں دے سکتے تو خدائی چہ معنٰی دارد (یعنی یہ خدا نہیں ہو سکتے۔)
اس میں تقیۃ احقاق الحق یہ ہے کہ کمزور و ناتواں و گونگے بُت خدا نہیں ہیں
جس سے باطل بتوں کا ابطال ہو گیا ہے اور ردِّ کبیرہ یہ ہوا کہ عقلوں سے کام نہ لینا
سب سے بڑا جرم اور کبیرہ گناہ ہے جو دین کی بربادی کا سبب ہے۔ پس آپ نے
عقل سے کام لینے کی دعوت دے کر عقل کو معطل کرنے والے کبیرہ گناہ کا رد کر دیا۔
یہی تقیۃ ہے (تقیہ کا جھوٹ سے کوئی تعلق ہی نہیں)

اللہ تعالےٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۖ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ (مریم: ۴۱) اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا (قصہ) بیان کرو بیشک وہ صدیق نبی تھے۔

ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کی تہمت

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ تہمت لگائی گئی
ہے کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے۔ قرآن کہتا ہے ابراہیم علیہ السلام سچے اور صدیق
تھے۔ گویا صحیح بخاری اور صحیح مسلم قرآن کی اور اللہ کی اور ابراہیم علیہ السلام کی تکذیب
کرتی ہیں اور قرآن کی تکذیب۔ نبی کی تکذیب۔ اللہ کی تکذیب کرنے والی
کتب گمراہ کن اور غلط ہیں۔

صدیق | کیا منافقین صدیق اسے کہتے ہیں جو جھوٹا ہو اور خوب جھوٹ

بولے۔ جسے قرآن میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت سچا کہا گیا ہے۔ اس پر تو جھوٹ کی تین تین تہمتیں لگائی گئیں نیز جھوٹی اور خلاف قرآن حدیث لا نورث گھڑنے والے کو صدیق بنا دیا گیا۔

بظاہر خدا۔ رسولؐ۔ قرآن اور ابراہیمؑ کو ماننا اور پھر بباطن انکی تکذیب کرنا اسلام کے پردے میں اگر یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے؟

ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے یہ دلائل دیئے ہیں۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (الانعام: ۸۳)

(اللہ فرماتا ہے) یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم پر غلبہ پانے کے لئے عطا کی تھی ہم جس کے چاہتے ہیں بہت سے درجات بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارا رب صاحب علم وحکمت ہے۔

یہ دلیل اور حجت تو خدا کی طرف سے تھی جو اس نے ابراہیمؑ کو عطا کی یا حکم دیکر یہ کام کرایا۔ پھر جھوٹ کا الزام ابراہیمؑ تک تو محدود نہ رہا۔ خدا پر آ گیا۔ اور ابراہیم علیہ السلامؑ پر جھوٹ کی تہمت لگانے والوں نے خدا کی تکذیب کر دی جو کفر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب شریعت اولوالعزم من الرسل اور تمام انسانوں کے امام ہیں۔ ان کی امامت کا مطلب کیا ہے سوائے اس کے کہ ابراہیمؑ کی پیروی تمام انسانوں پر واجب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تقیہ فرماتے ہیں ان کی تقیہ میں پیروی نہ کرنا ان کی امامت کا انکار اور ان کی ملت سے خارج ہونے کے مترادف ہے۔

سچ ہے تقیہ شیعوں کا دین ہے اور ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے اس لئے

تقیہ کرتے تھے۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝ (والصّٰفّٰت : ۸۳)

اور یقیناً ابراہیم بھی اس کے شیعوں میں سے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب روح القدس۔ معصوم عن الخطا اور آدمؑ تا عیسیٰؑ سب سے افضل۔ تمام انسانوں کے امام۔ اہلبیتؑ۔ لائق صلوٰۃ اور صاحب ملت تا قیامت ہیں اور ان کا کوئی فعل خلاف عصمت نہیں۔ جو ان سے اور ان کے افعال و اعمال و تقیہ سے بیزار ہیں وہ درپردہ کافر اور دیکھنے میں مسلمان یعنی منافق ہیں۔

منافق کی تعریف جو درپردہ (دل میں) احکام خدا اور رسولؐ سے نفرت رکھتا ہے (بسلسلۂ خلافت منصوصہ) اور اجماع پرست لوگوں کے گھڑے ہوئے احکام پر ڈٹ جاتا ہے اگرچہ دیکھنے میں مسلمان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا کے حکم کے مطابق دلائل پیش کرنے پر انھیں جھوٹا بنانے والے خود جھوٹے ہیں اور جو کتابیں ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کی تہمت لگاتی ہیں وہ کتابیں جھوٹی اور گمراہ کن ہیں۔

نیز قرآن۔ رسولؐ۔ خدا سب ابراہیم علیہ السلام کی صداقت کے گواہ اور شاہد ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ (الانبیاء : ۶۸)

(کافر) کہنے لگے اگر تم سے ہو سکتا ہے تو اس کو جلادو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو۔

اجماع تمام بُت پرستوں نے اس بات پر اجماع کر لیا۔ اور ان کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بُت شکنی کی سزا دینے کے لیے جلا دینا چاہیئے۔ یہ فیصلہ کر کے انھوں نے نمرود کی طرف رجوع کیا جو بادشاہ یا حاکمِ وقت تھا۔ نمرود نے حکم دیا کہ ایک بہت بڑے میدان میں بہت سی لکڑیاں جلائی جائیں اور جب شعلے بھڑکنے لگیں تو ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیا جائے۔

ایک بڑا میدان لکڑیوں سے بھر دیا گیا اور انھیں آگ لگا دی گئی۔ جس سے آگ کے شعلے دُور دُور تک دکھائی دیتے تھے اور چونکہ لکڑیوں کے اونچے اونچے ٹیلے سے تھے۔ اس لیے شعلے ہوا میں بڑی بلندی تک بلند ہو رہے تھے اور آگ کی اتنی حرارت تھی اور اتنا دھواں تھا کہ ایک فرسخ (ساڑھے تین میل) تک پرندوں نے پرواز ترک کر دی تھی اور وہاں سے دُور ہو گئے تھے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی بات ہوئی تو کسی میں اتنی جرأت اور ہمت نہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اُٹھا کر آگ کے قریب جا سکے اور آگ میں ڈال سکے۔

نمرود اور اس کے کارندے و ایجنٹ سب پریشان تھے کہ آگ تو جلالی لیکن ابراہیم علیہ السلام کو جلائیں کیسے؟ ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی کہ ابلیس نے انسانی شکل میں ظاہر ہو کر انھیں سبق دیا کہ ایک منجنیق بنائیں اور اس میں ابراہیمؑ کو بٹھا کر یا ڈال کر زور سے جھولے کی طرح جھٹکا دیں۔ تاکہ ابراہیم علیہ السلام آگ میں جا پڑیں۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک منجنیق تیار کی گئی اور اس میں ابراہیم علیہ السلام کو بٹھا دیا گیا اور جھولے کی طرح زوردار جھٹکے سے انھیں دُور سے آگ میں پھینک دیا گیا۔ جبکہ نمرود ایک بہت اونچے مقام سے دیکھ رہا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب منجنیق سے آگ کی طرف پھینکے گئے اور فضا میں تھے تو جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا اے نبی اللہ اگر مجھ سے کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا حاجت تو ضرور ہے مگر تجھ سے نہیں۔ اپنے خالق سے ہے پھر آپ نے اللہ تعالےٰ سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ائمہ طاہرینؑ علیہم السلام کی امامت کا واسطہ دے کر اور پنجتنؑ پاک کے اسمائے گرامی زبان پر لاکر دعا فرمائی کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ چنانچہ خلاقِ عالم نے آگ کو حکم دیا۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ (الانبیاء : ۶۹)

(اللہ فرماتا ہے) ہم نے کہا کہ اے آگ تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا مگر سلامتی کے ساتھ۔

چنانچہ بحکم خدا آگ ٹھنڈی ہو گئی اور جہاں ابراہیم جاکر گرے تھے ان کے گرد چاروں طرف گل ولالہ کا باغیچہ بن گیا۔ جس میں ابراہیم علیہ السلام جبرائیلؑ سے محو گفتگو ہوئے۔ اور آتش کی خاصیت میں تغیر دکھا کر آتش پرستی کا ابطال کر دیا۔

جب نمرود نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ نہ جلا سکی۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو بلوایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کا مال اسباب اور مویشی سب کچھ چھین لو اور انھیں اپنے ملک سے نکال دو تاکہ وہ نیا دین (اسلام جس کو وہ نیا دین سمجھتے تھے) نہ پھیلائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میرا مال اسباب چھینتے ہو تو میری عمر واپس کر دو جو تمہارے ملک میں گزری ہے اس عقل کو دعوت دینے والی بات پر پھر وہ لاجواب ہو گئے۔ بالآخر طے پایا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ملک سے نکال دو اگرچہ اپنا مال اسباب سب کچھ لے جائیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے جاتے جاتے کہا۔ یہ ملک جسے تم اپنا سمجھ

رہے ہو حقیقت میں زمین و آسمان کے مالک خدا کی ملکیت ہے جس نے تمہیں اس نے دیا ہے کہ تم اس کی عبادت و شکر ادا کرو۔ مگر تم کفر کر رہے ہو۔

ابراہیم علیہ السلام کو نکلوا دینے کے بعد نمرود ملعون نے کہا وہ ابراہیم علیہ السلام کے رب سے جنگ کرے گا۔ اس نے چار کرگس منگوائے۔ انہیں بھوکا رکھا اور ایک صندوق بنوایا جس کے چار پائے یا ٹانگیں تھیں چاروں پاؤں سے انھیں باندھا اور ایک گوشت کا ٹکڑا صندوق کے بیچ میں لکڑی لگا کر لٹکا دیا کہ وہ اسے حاصل کرنے کے لئے اُڑیں۔ اس میں ایک شخص کو بٹھایا کہ وہ آسمان کے حالات دیکھ کر بتائے۔ وہ کرگس بہت بلندی تک اس صندوق اور اس شخص کو لے گئے حتیٰ کہ زمین کی جگہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن آسمان بدستور بہت بلند تھا پھر تھک ہار کر اس نے گوشت کے ٹکڑے والی لکڑی کو نیچے لٹکا دیا جس کی کوشش میں پرندے نیچے اُترے اور وہ زمین پر آیا۔

ہلاکتِ نمرود

اللہ تعالےٰ نے ایک مچھر کو نمرود پر تعینات کیا جو اس کی ناک کے ذریعہ اس کے دماغ میں جا گھسا اور مغز کو کھانے لگا۔ اس نے چند آدمیوں کو مقرر کیا جو اس کے سر پر جوتوں سے ضرب مارتے تھے جس سے معمولی سا سکون معلوم ہوتا تھا۔ پھر تکلیف ہوتی تھی۔ اسی طرح چالیس سال تک نمرود ملعون نے گذارے لیکن ایمان نہ لایا۔ بالآخر جہنم رسید ہوا۔

ابراہیم علیہ السّلام کا سفر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خالہ زاد سارہ سلام اللہ علیہا سے

شادی کی تھی جب آپ سارہ کو تزویج میں لائے ان کے پاس زمینیں اور مویشی بہت تھے۔ انہوں نے اپنے تمام اموال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملکیت میں دے دیئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے عراق سے ملک بدر کیا تو حضرت سارہ آپ کی زوجیت میں تھیں۔ آپ نے فرمایا۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ (والصّٰفّٰت : ۹۹)

اور کہا میں اپنے پروردگار کی طرف (یعنی اس کی خوشنودی کے لئے) جا رہا ہوں وہی عنقریب میری راہبری فرمائیگا۔

آپ بیحد غیور تھے۔ آپ نے حضرت سارہ کو ایک لکڑی کے صندوق میں بٹھایا اور مال و اسباب و مویشی لے کر شام کی طرف چل پڑے۔ آپ ایک قبطی کے ملک سے گزرے جس کو عرارہ کہتے تھے۔ چنگی لینے والوں نے روکا اور مال و اسباب کا محصول لینے لگے پھر صندوق کھولنے کو کہا آپ تیار نہ ہوئے۔ معاملہ بڑھ گیا تو بادشاہ کے دربار میں پیش کیے گئے۔

ابراہیم کا تیسرا تقیہ

عرارہ لوگوں کی بیویوں کو چھین لیتا تھا۔ لیکن ایک اس میں غیرت بھی تھی کہ وہ کسی بھائی سے اس کی بہن کو چھیننے میں عار اور شرم محسوس کرتا تھا۔ جب اس کے سامنے ابراہیم علیہ السلام پیش کیے گئے تو اس نے زبردستی صندوق کھلوایا اور اس میں حضرت سارہ کو پایا جو نہایت حسین وجمیل تھیں۔ اس نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے تو آپ نے اس کی غیرت کو جگانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ یہ میری بہن (خالہ زاد بہن) ہے۔

یہ تیسرا تقیہ تھا جو نہ جھوٹ ہے نہ خلافِ عصمت۔ خالہ زاد بہن کو بہن کہنا امر قبیح نہیں ہے تقیہ یہ تھا کہ آپ نے سارہ کی

عصمت بچانے کا حق ادا کیا یعنی احقاقِ حق کیا جس سے باطل بادشاہ کے فعلِ باطل (دوسروں کی بیویاں چھیننے) کا ابطال مقصود تھا - ابطال باطل کرنے اور ردِ کبیرہ (زنا کبیرہ گناہ ہے جس کا رد کیا گیا) کرنے کی کوشش کی اور اپنے معاملہ سارہؑ کا زوجہ ہونے کو چھپایا گیا۔ پس یہ تقیہ ہے نہ کہ جھوٹ (جھوٹ فعل حرام ہے اور اضطراری ہو تو معاف ہے)

چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ بادشاہ اپنی عادت کے مطابق سارہؑ کو چھیننے سے عار کرتا لیکن اس نے خلافِ عادتِ خود حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سخت ناگوار ہوا - آپ کے دل سے یہ دعا نکلی کہ اس کا ہاتھ خشک ہو جائے - چنانچہ قبل اس کے کہ وہ حضرت سارہ کو چھو سکتا - اس بادشاہ کا ہاتھ خشک ہو کر لکڑی جیسا بن گیا - وہ یہ معجزہ دیکھ کر ڈرا اور اس نے ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا تم کون ہو - آپ نے بتایا کہ آپ اللہ کے نبیؑ ہیں اور اسے اسلام کی دعوت دی - اس نے درخواست کی کہ پہلے ابراہیمؑ اپنے رب سے دعا کریں کہ اس کا ہاتھ پہلے کی طرح تندرست ہو جائے - ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لئے یہ شرط رکھی کہ وہ آئندہ کسی کی بیوی نہیں چھینے گا۔ جب اس نے وعدہ کر لیا تو آپ نے دعا کی - اس بادشاہ کا ہاتھ پہلے کی طرح صحت مند ہو گیا - بادشاہ اسلام تو نہ لایا لیکن اس نے ایک حسین و جمیل کنیز کو آپ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا - جو کنواری اور پاکدامن تھی - اس کا نام حاجرہؑ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حاجرہؑ کو بھی ساتھ لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے

حضرت حاجرہ سے شادی اور

ولادتِ اسمٰعیلؑ کی خوشخبری

حضرت ابراہیمؑ نے حاجرہ کو آزاد کرکے ان سے نکاح کر لیا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اگرچہ آپ ضعیفی میں قدم رکھ چکے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آدمؑ کی طرح علم الاسماء کی بدولت خامسِ آلِ عبا ذبحِ عظیم کی شبیہ ایک فرزند کی درخواست کی جس پر اللہ تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی خوشخبری دی جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۝ (والصّٰفّٰت : ۱۰۱) — ہم نے ان (ابراہیمؑ) کو ایک بردبار فرزند کی بشارت دی۔

چنانچہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے جو نہایت حسین وجمیل تھے حضرت سارہ علیہا السلام کو اس بات کی خوشی ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے اولاد سے صاحبِ اولاد ہو گئے۔ لیکن اس بات کا قلق بھی ہوا کہ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اللہ کی محبت میں حاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو لے کر مکہ کی طرف سفر کریں اور سارہ کو اس کے بھروسہ پر تنہا چھوڑ جائیں یہ غیور ترین نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کی محبت میں جذبہ غیرت قربان کرنے کا امتحان تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کو اللہ کے سہارے پر چھوڑ کر حضرت حاجرہؑ اور اپنے شیر خوار بچے کو ساتھ لیا اور مکہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔ جب مکہ

میں جہاں اب چاہِ زمزم ہے پہنچے اس وقت کوئی نہ چشمہ تھا۔ نہ آبادی تھی۔ بے آب و گیاہ وادی پہاڑوں کے درمیان تھی۔ جب وہاں حاجرہؑ اور اسمٰعیل علیہما السلام کو لے کر پہنچے تو اللہ تعالٰے نے ایک اور امتحان لیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے ابراہیمؑ تم ہماری محبت میں حاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو یہیں تنہا چھوڑ دو اور خود واپس چلے جاؤ جہاں سے آئے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی اور چلتے چلتے دعا مانگی۔

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۝

(ابراھیم : ۳۷)

(ابراہیمؑ نے کہا اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو تیرے محترم گھر کے پاس غیر آباد وادی میں (جہاں نہ لوگ ہیں نہ کھیتی باڑی) آباد کر دیا ہے تاکہ اے ہمارے پروردگار وہ (اور اس کی اولاد) نماز پڑھا کریں۔ پس آدمیوں میں سے بعض کے دل ان کی طرف مائل و گرویدہ کر دیجیو اور انھیں پھلوں سے روزی پہنچایئو تاکہ وہ شکر ادا کیا کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ جس کا اثر یہ ہے کہ بلادِ مغرب و مشرق کا کوئی پھل ایسا نہیں جو مکہ معظمہ میں نہ ملتا ہو۔

حضرت ابراہیمؑ جیسا غیور نبی اللہ کی محبت میں اس کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی عزت و حرمت زوجہ مطہرہ حاجرہؑ سلام اللہ علیہا کو اور بڑھاپے میں پیدا ہونے والے اکلوتے شیر خوار بچے کو بے آب و گیاہ پہاڑوں

کے درمیان وادی میں جہاں کوئی آدم تھا نہ آدم زاد - یکہ و تنہا چھوڑ کر اور ایک اللہ پر بھروسہ کرکے (کہ وہی رازق و رکھوالا اور پالنے والا ہے) دور دراز کے ملک شام کو واپس ہو گئے۔

ملکوت السمٰوٰت والارض کی سیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرنے کا کمال دکھایا تو اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السمٰوٰت والارض کی سیر کرائی۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ	اور اس طرح ہم ابراہیم کو آسمان
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ	اور زمین کی سلطنت دکھانے لگے
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝	تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے
(الانعام : ۷۵)	ہو جائیں۔

یعنی ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے سے تمام پردے ہٹا دیئے گئے تھے - دیوار یا پہاڑ یا کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ جو پردہ بن کر کسی شے کے دیکھنے میں حائل ہو سکے۔ جو کچھ زمین کے اوپر ہے یا نیچے - جو کچھ آسمانوں میں ہے سب کچھ ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمایاں و ظاہر ہو گیا - (تفسیر قمی)

جب ابراہیم علیہ السلام نے الطافِ الٰہی کی بارش دیکھی اور وہ کچھ دیکھنے لگے جو اُن سے پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھا تھا - زمین و آسمان کے تمام حجاب ہٹا دیئے گئے تو ان کے دل میں آیا کہ وہ قدرت کا یہ کمال بھی دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ کس طرح مُردوں کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور کرے گا - چنانچہ اللہ تعالےٰ کے حضور انہوں نے یہ درخواست پیش کر دی۔

احیائے طیور اور عصمت ابراہیمؑ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(البقرہ ۲۶۰)

اور جبکہ ابراہیمؑ نے عرض کی تھی کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے (اللہ نے) فرمایا کیا تم ایمان نہیں رکھتے۔ (ابراہیمؑ) بولے (بیشک) ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن اس لئے کہ میرا قلب (عین الیقین کی بدولت) مطمئن ہو جائے (اللہ نے) فرمایا تو چار پرندے لو۔ پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ملا کر ہر ہر پہاڑ پر ان کا جزوی حصہ ڈال دو۔ پھر ان کو بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ اور یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آسمان و زمین کی نشانیاں دیکھ رہے تھے ان کی نظر سمندر کے ایک کنارے پر ایک مردہ جانور پر پڑی جو آدھا پانی میں تھا اور آدھا خشکی میں۔ سمندر کے جانور آ کر پانی میں جو حصہ تھا اسے کھائے جا رہے تھے اور خشکی کے جانور اس کے اس حصے سے کھا رہے تھے۔ جو خشکی میں تھا۔ پھر پلٹ کر ایک دوسرے پر بھی حملہ کرتے۔ اور ایک دوسرے کو کھا جاتے تھے (ابراہیم علیہ السلام کو اس معاملے سے تعجب ہوا کہ ایک جانور جو بے شمار جانوروں کے اجسام میں ٹکڑے

ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہنچ گیا ہے کیسے زندہ ہوگا اور اس کے اجزا کیسے مہیا ہوں گے، تب آپ نے یہ دُعا مانگی۔

اللہ تعالےٰ نے پوچھا کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے کہ میں اس بات پر قادر ہوں کہ مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ فرمایا بیشک میں ایمان تو رکھتا ہوں (ایمان شک کی ضد ہے یعنی شک نہیں رکھتا) لیکن علم مشاہدہ سے مزید اطمینان اور یقین کی اعلیٰ منزل حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تب ارشاد ہوا کہ یہ بات ہے تو چار پرندے پکڑو اور انھیں ذبح کر کے پہاڑوں پر الگ الگ ان کے اجزا ڈال دو۔ اور آواز دو جس پرندے کو آواز دوگے ہماری قدرت سے تمہارے سامنے زندہ ہو کر دوڑتا چلا آئے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار پرندوں کو پکڑ کر ذبح کیا وہ چار پرندے گدھ۔ لٹخ۔ مور اور مرغ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان چاروں کو ذبح کر کے ان کے سر تو اپنے پاس رکھے اور چاروں کا گوشت قیمہ کر کے اجزا کو خوب مخلوط کیا۔ اور پھر مخلوط اجزا کو چاروں طرف مختلف دس پہاڑوں پر ڈال دیا اور بکھیر دیا۔ پھر ایک پہاڑ پر آکر ایک پرندے کا سر ہاتھ میں لے کر اسے پکارا۔ آپ کے پکارتے ہی مختلف پہاڑوں سے اس پرندے کے اجزا متحرک کر کے الگ ہوئے اور فضا میں آکر ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ پھر ایک گوشت کا لوتھڑا جسمانی شکل میں بن گیا اور بال و پر اُڑ کر اس میں لگ گئے پھر وہ بغیر سر کا پرندہ فضا سے اُڑ کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور اس کا جسم اس کے سر سے آکر جڑ گیا جو ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔ اس طرح وہ پرندہ زندہ و صحیح سالم ہو گیا۔ اسی طرح چاروں مرتبہ ہوا اور چاروں پرندے ابراہیمؑ کی آنکھوں کے سامنے زندہ ہو گئے۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ مشاہدہ کیا تو علم مشاہدہ کا اضافہ یقین کے اضافہ کا باعث ہوا اور اللہ تعالےٰ نے بھی تو ملکوت السمٰوٰت والارض کو یقین کے اضافہ ہی کے لیے دکھایا تھا۔ یہ یقین کا اضافہ یا علم مشاہدہ کی کمی لاعلمی یا شک کی دلیل ہرگز نہیں۔

مثال بہت سے ایسے لوگ ہیں جو یہ علم و یقین رکھتے ہیں کہ اس روئے زمین پر مکہ اور مدینہ جیسے دو مقدس شہر آباد ہیں۔ لیکن انہوں نے مشاہدہ کر کے ان کی زیارت نہیں کی تو کیا اسے یا غائبانہ علم (علم بالغیب) نہ ہونا تصور کریں گے۔ ہرگز نہیں۔ البتہ اگر کوئی علم مشاہدہ حاصل کرے۔ مکہ و مدینہ کی زیارات سے مشرف ہو تو اس کے علم مشاہدہ سے اس کے یقین میں مزید اضافہ ہوگا یہی بات ثابت کرنے کے لیے کہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے ایمان پر شک نہ کریں اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ اللہ نے فرمایا اور ابراہیم سے بلیٰ (بیشک ہے) کہلوایا ہے۔ اس معاملہ میں خلاف عصمت کوئی بات نہیں ہوئی۔ نہ ہی کوئی شک یا لاعلمی ثابت ہے۔

بنی اسرائیل کی بُنیاد

حضرت سارہ جو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے مغموم رہتی تھیں انہوں نے ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی کہ وہ اللہ کے حضور میں درخواست کریں کہ مجھ سے بھی آپ کو ایک ایسا فرزند عطا فرمائے کہ جس سے میری اور آپ کی نسل دنیا میں جاری اور باقی رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں دُعا کی کہ بارالٰہا مجھے سارہ سے بھی ایک بیٹا عطا فرما اور اس سے میری اور سارہ کی نسل کو دنیا میں باقی رکھ اور ان میں صلحا بھی پیدا فرما چنانچہ

آپ کو خوشخبری دی گئی۔

نورانی ملائکہ لباسِ بشر میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے اور مہمانوں کی تلاش و جستجو میں رہتے تھے۔ آپ کے گھر چند فرشتے لباسِ بشریت میں آئے جنھیں لباسِ بشریت میں دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اولوالعزم من الرسل بھی عام انسان سمجھ کر ایک موٹے تازے بچھڑے کا گوشت بھون کر لے آئے اور کھانے کی دعوت دی۔ ملائکہ جنھیں ایسی ثقیل غذا کھانے کی عادت نہ تھی۔ انہوں نے کھانے کی طرف رغبت نہ کی جس سے ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھ گئے کہ یہ عام انسان یا بشر محض نہیں بلکہ لباسِ بشریت میں اللہ کے نورانی فرشتے ہیں۔

نوٹ : اگر عام انسان ہادیانِ برحق کو لباسِ بشریت میں دیکھ کر عام بشر یا نوعِ بشر سے یا بشر محض سمجھ لیں تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ یہ تو دلیلِ عقلی سے ثبوت ملے گا کہ انبیاء، و اوصیا (صاحبانِ روح القدس) نورانی مخلوق ہیں (آثار دیکھ کر)

بہرحال ابراہیم علیہ السلام نے جب انھیں ملائکہ سمجھ لیا تو ان کے پاس کچھ آثارِ عذاب دیکھ کر اس بات سے ڈرے کہ کسی زیادتی کے سبب ان کی اُمت پر عذاب نہ آجائے۔ ملائکہ نے ابراہیم علیہ السلام کا خوف محسوس کر لیا اور بتایا کہ وہ عذاب حضرت لوط علیہ السلام کی اُمتِ بدبخت کے لیے لائے ہیں اور آپ کو تو خوشخبری دینے آئے ہیں۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ — اور اس کی زوجہ (سارہ) کھڑی ہوئی

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ (هود : ۷۱)

تھی، پس وہ ہنس پڑی ۔ پھر ہم نے اس کو ولادتِ اسحٰقؑ اور اسحاقؑ کے بعد (اسحاقؑ کی اولاد) یعقوبؑ کی خوشخبری دی ۔

حضرت سارہ اس خوشخبری پر بڑی متعجب ہوئیں ۔ اس وقت ان کی عمر نوے سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی ۔ خوشخبری میں پوتے یعقوبؑ کی خوشخبری اس لئے دی گئی کہ بقائے نسل کا علم ہو کر ان کے قلوب قبولیتِ دعا سے مطمئن ہو جائیں ۔ یہی یعقوب علیہ السلام ہیں جن کا لقب اسرائیل (اللہ کا بندہ) ہے اور آپ کی یعنی یعقوب کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی ۔ جس میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی بدولت کثیر انبیاء ہوئے اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ جیسے صاحبانِ شریعت بھی ہوئے ۔

ارکانِ حج کی بنیاد اور نبی اسمٰعیلؑ

اِدھر مکۃ المکرمہ میں حضرت حاجرہؑ اپنے فرزندِ شیر خوار اسمٰعیلؑ کو گود میں لئے بیٹھی تھیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا جسے محسوس کرکے حضرت حاجرہؑ پریشان ہو گئیں ۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اسمٰعیلؑ کو گود میں لے کر پانی کی تلاش میں نکلیں گی تو وہ مقام تلاش کرنا دشوار ہوگا جہاں ان کے شوہرِ محترم نے بٹھایا ہے ۔ اس لئے انہوں نے اسمٰعیل علیہ السلام کو وہیں پتھریلی زمین میں لِٹا دیا ۔ اور خود تلاشِ آب میں کوہِ صفا کی طرف گئیں ۔

حضرت حاجرہ سلام اللہ علیہا نے کوہِ صفا سے اِدھر اُدھر پانی کی تلاش کے لئے دیکھا تو مروہ پر بادل کا ایسا سایہ نظر آیا جیسے پانی کا دریا بہہ رہا ہو ۔ آپ

اس طرف تیزی سے بڑھیں۔ کچھ راستہ دوڑیں۔ جبکہ نظر اسمٰعیل علیہ السلام پر رکھی کہ کوئی جانور زک نہ پہنچائے۔ جب مروہ پر پہنچیں تو پانی کا نام ونشان دُور دُور تک نہ تھا۔ صفا کی طرف دیکھا۔ جہاں سے چلی تھیں تو ویسا ہی پانی کا سیلاب صفا پر دیکھا۔ اُدھر دوڑیں تو وہاں پانی نہ تھا۔ ادھر بچے کی پیاس سے پریشان تھیں۔ اسی پریشانی میں آپ نے سات چکر صفا اور مروہ کے لگائے جب ساتویں چکر کے بعد مروہ پر پانی نہ ملا تو اللہ سے دعا کی۔ اے پالنے والے تیرا پیارا نبی مجھے اور میرے بچے کو یہاں چھوڑ گیا ہے اور تو جانتا ہے کہ میں اپنے شوہر کی نافرمان نہیں ہوں کہ کہیں کسی اور جگہ چلی جاؤں۔ تو ہی ہے جو میری اور میرے بچے کی پیاس بجھانے کی سبیل پیدا کر سکتا ہے۔ یہ دعا کر رہی تھیں اور اسمٰعیل کی طرف آ رہی تھیں کہ آپ نے دیکھا کہ اسمٰعیل جہاں زمین میں پاؤں کی ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں پانی کے آثار ہیں۔

چاہِ زمزم

حضرت حاجرہ اسمٰعیلؑ کے پاس آئیں تو دیکھا ان کے قدموں کے نیچے سے پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ آپ نے اس خیال سے کہ تالاب یا دریا و سمندر نہ بن جائے ارشاد فرمایا زم۔ زم۔ ٹھہر۔ ٹھہر۔ چنانچہ پانی وہاں ایسا ٹھہرا کہ چشمہ بھی اُبلتا رہا کہ پانی ہر وقت موجود ہے۔ لیکن نہ بہہ کر کہیں جاتا ہے نہ جمع ہو کر تالاب یا دریا بنتا ہے۔ نیچے گر کر وہیں جذب ہو جاتا ہے۔ اس طرح پانی ٹھہرنے کی بنا پر اسے چاہ زمزم اور پانی کو آبِ زمزم کہا جانے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں ذبح ہونے والے معصوم پیارے نبی اسمٰعیلؑ سے اسے منسوب کر کے بطور معجزہ پتھریلی زمین میں چشمہ پیدا فرمایا تھا۔ اس لئے اس پانی

کو ہر مرض کی دوا قرار دیا اور متبرک و بابرکت قرار دیا ہے۔

شعائر اللہ

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ	بیشک صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔

(البقرۃ : ۱۵۸)

خدا کی نشانی (شعائر اللہ) سے مراد وہ شے ہے جس کو دیکھتے ہی اللہ کی راہ میں کسی معصوم ہادی کی پیاس یا راہِ خدا میں ذبح ہونے والے کا کردار یاد آجائے تاکہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور محبت کی طرف ذہن راجع ہو سکے۔

صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیاں بلحاظ بلندی برائے نام بلند ہیں لیکن بلحاظ عظمت بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ جن کے درمیان سعی کرنا (سنتِ حاجرہ ادا کرنا) ایک پیاسے ذبیح اللہ کی یادگار قائم کرنا حج کا رکنِ اعظم ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

مقاماتِ عزاداری یعنی امام بارگاہیں جہاں ذبحِ عظیم کا تذکرہ و یادگار ہو ایسے تمام مقامات مثل صفا اور مروہ کے محترم اور من شعائر اللہ ہوں گے۔ اسی طرح علم، ذوالجناح تعزیہ اور تمام وہ لوازماتِ عزاداری سید الشہداؑ جن سے اللہ کی راہ میں قربانی اور ان کی پیاس یاد آئے من شعائر اللہ ہوں گے۔

شعائر اللہ کی بے حرمتی گناہِ عظیم اور حرام ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا	اے ایمان لانے والو! خدا کی نشانیوں

شَعَآئِرَ اللهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ ۔ (المائدہ ۲:)

کی بے توقیری نہ کرو ۔ نہ حرمت والے مہینے کی نہ نذر کردہ قربانی کی نہ پٹہ ڈالے (نشانی کردہ) قربانی کے جانور کی ۔

ماہِ محرّم حرمت والا مہینہ وہ ہے جو اللہ کی طرف ذہن کو راجع کرتا ہے اس کی راہ میں قربانی کے تصور سے اور ماہِ محرم ہی حرمت والا مہینہ جو روزِ آفرینش سے قابلِ احترام پایا ہوا ہے ۔ اسی طرح ماہِ ذی الحجہ بھی محترم ہے اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ سے منسوب ہو کر ۔

ھدی ھدی وہ شے یا جانور یا ذی روح ہے جو اللہ کی راہ میں قربان و ذبح ہو جائے ۔

قلائدہ وہ جانور ہے جو ذبح نہ ہو ۔ اس لئے کہ وہ ذبح کے بعد قلائدہ نہیں رہتا ھدی بن جاتا ہے البتہ اسے پٹہ یا رنگ یا چادر ڈال کر یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ اس کی نسبت قربانی سے ہے یا جس کو دیکھ کر اللہ کی راہ میں قربانی کا تصور پیدا ہو ۔ پس ذوالجناح قلائدہ ہے جو ذبح نہیں کیا جاتا مگر قربانی راہِ خدا کی طرف ذہن کو راجع کرتا ہے ۔ پس ذوالجناح من شعائراللہ محترم ہوا ۔

اور یہ سب اشیاء جو راہِ خدا میں قربانی اور پیارے معصوم کی یادگار بنیں من شعائر اللہ اللہ کی نشانیاں ہیں ۔ جن کی بے توقیری یا بے حرمتی حرام ہے ۔ یا اللہ کی دشمنی ہے ۔

شعائر اللہ کی تعظیم ایمان کی بنیاد ہے

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ — جو شخص خدا کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا

تَقْوَے الْقُلُوْبِ (الحج : ۳۲)　　پس یہ امر دلوں کی پرہیزگاری میں شامل ہے

دلوں کی پرہیزگاری سے مراد کفر، شرک، منافقت وغیرہ سے پرہیز یعنی باعثِ ایمان یا بُنیادِ ایمان ہے۔ جو اللہ کی طرف ذہن کو راجع کرتی اور اللہ کی راہ میں محبت و قربانی پیش کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

ابراہیمؑ کی یادگار حج اور قربانی و سعی اور ابراہیم علیہ السلام کو اہلبیتؑ لائقِ صلوٰۃ اور امام قرار دے کر ان کے واقعات سے یہ دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔ کہ لائقِ صلوٰۃ اہل البیتؑ اور امام سید الشہدا حسین علیہ السلام ذبحِ عظیم کی یادگار قائم کی جائے اور لوازماتِ عزاداری کی تعظیم کی جائے۔ تاکہ اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا رہے اور ظالم و ظلم سے نفرت پیدا ہوکر تطہیرِ معاشرہ ہوتی رہے۔

انبیاءؑ و مرسلینؑ سب حسینؑ کے عزادار تھے

بنیادِ نبوت علم الاسماء پنجتنؑ پاک (۱۴ معصوم) کی معرفت پر تمام انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اور سب کو خواب میں واقعاتِ کربلا دکھا کر امام حسینؑ کے صبر و شکر سے تعلیم دی گئی ہے۔ جس کی یادگار میں انہوں نے اپنی امتوں کے ڈھالتے ہوئے مصائب پر صبر و شکر کے جوہر دکھائے۔ اور سب ہی نے ذکرِ حسینؑ کر کے گریہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب پر ذبحِ عظیم امام حسینؑ کی یاد منانا فرضِ عین قرار دیا ہے۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (ابراھیم : ۵)

اور انہیں اللہ کے لئے قربانی ذبحِ عظیم کے دن یاد دلاؤ۔ یقیناً ان میں ہر بڑے سے بڑے صابر و شاکر کے لئے بھی نشانیاں ضرور موجود ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۷

مکّہ کی آبادی

چشمہ پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ حاجرہ سلام اللہ علیہا کی روزی کے اسباب پیدا فرمائے۔ اول تو ملائکہ کے ذریعہ انہیں رزق بہم پہنچایا۔ اور پھر لوگوں کے دلوں کو راجع فرما دیا۔ لوگ اِدھر اُدھر سے آکر اس کے قریب بہ اجازت حضرت حاجرہ وبعدہٗ باجازت حضرت اسمٰعیل آباد ہونے لگے اور آہستہ آہستہ وہ بستی وشہر بن کر آباد ہوا۔

جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ مکہ میں جاکر اپنی بیوی اور بچے کی خیر وخبر لو۔ ابراہیم علیہ السلام ملک شام سے سفر کر کے اکیلے مکہ تشریف لائے۔ آکر دیکھا کہ زوجہ محترمہ حضرت حاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام اسی مقام پر ہیں جہاں چھوڑ گئے تھے۔ البتہ کچھ وقفے پر آبادی بن گئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے سے مل کر بہت خوش ہوئے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ وفورِ مسرت سے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کو پیار کیا۔ سینے سے لگایا۔ اور اللہ کا شکر بجالائے۔

اللہ تعالٰے کو ابراہیمؑ کا یہ عمل اور مدت سے بچھڑے ہوئے بیٹے کی یہ محبت بہت پسند آئی۔ لیکن اللہ تعالٰے نے چاہا کہ ابراہیمؑ کی عظمت کو اور بڑھائے اور ثابت کرے کہ ابراہیمؑ اللہ تعالٰے سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ اس کی راہ میں ایسا پیارا بیٹا بھی قربان کر سکتے ہیں۔

قربانی کا خواب

اللہ تعالٰے نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں (خواب سے مراد وہ منظر ہے جو نگاہوں کے سامنے آجائے) واقعاتِ کربلا کا ایک منظر دکھایا اور آپ نے دیکھا کہ ایک میدان میں سجدے کی حالت میں ایک ذبیح اللہ پڑا ہے جس کی گردن کٹی ہوئی ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ چونکہ نورِ حسینؑ علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیشانی میں موجود تھا اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ تعالٰے نے اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی بحالتِ سجدہ طلب فرمائی ہے چنانچہ انہوں نے اس کا اسمٰعیل علیہ السلام سے تذکرہ فرمایا اور رائے طلب کی جس کا قرآن میں ذکر موجود ہے۔

ابتلائے عظیم

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ

(والصّٰفّٰت : ۱۰۲)

پس جب وہ (فرزند) ان کے ساتھ چلنے پھرنے کے لائق ہوا تو انہوں (ابراہیمؑ) نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تو اب غور کرو کہ تمہاری رائے کیا ہے۔

اگر اسمٰعیل علیہ السلام عام بچے اور بشر محض ہوتے تو یہ سُنکر یا تو بھاگ جاتے اور

ڈر جاتے یا ابراہیم علیہ السلام سے کہتے۔ بابا جان اتنے عرصے کے بعد آپ آئے ابھی تو اس لئے کہ مجھے ذبح کر ڈالیں لیکن وہ عام بچے اور بشر محض نہ تھے۔ صاحب روح القدس یعنی معصوم تھے۔ جو علم لے کر پیدا ہوتے ہیں وہ اس عالم طفلی میں یہ شعور رکھتے اور جانتے تھے کہ ابراہیم نبی و رسول ہیں۔ انہیں خواب میں احکام الٰہی تفویض ہوتے ہیں ان کا خواب جھوٹا نہیں ایک قسم کی وحی اور حکم الٰہی ہے جس کی وہ ان الفاظ میں تشریح خود کر دیتے ہیں اور بخوشی راہِ خدا میں ذبح ہونے کی تکلیف برداشت کرنے پر رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (والصّٰفّٰت : ۱۰۲)

انہوں (اسمٰعیلؑ) نے عرض کی۔ بابا جان آپ کو جو حکم ملتا ہے بجا لائیے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیٹےؑ کو حکمِ الٰہی بجا لانے پر رضامند پایا تو خوش ہوئے۔ لیکن اس کا ذکر اپنی زوجہ محترمہ حاجرہؑ سے نہ کیا۔ بلکہ ان سے کہا کہ وہ اسمٰعیل علیہ السلام کو تیار کر دیں ابراہیمؑ اپنے ایک دوست کے ہاں اسمٰعیلؑ کو لے جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے اللہ کی محبت کو دوستی سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ تقیہ ہے کہ آپ نے اللہ کا حق ادا کرنے احقاقِ حق کے لئے تدبیر و تحریک کی ہے۔ جو پوشیدہ تحریک للحق ہے۔

خلیلِ خدا کا لقب

اللہ تعالیٰ کو ابراہیم علیہ السلام کا یہ تقیہ اور دوست یا خلیل کا لفظ کہنا اتنا پسند آیا کہ ایک فرشتہ کو بھیجا۔ اس نے بشکل انسانی (لباسِ بشریت میں)

آکر ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ میں نے تمہیں اپنا خلیل (دوست) قرار دیا ہے ۔

ابراہیم علیہ السلام سجدۂ شکر بجالائے اور پھر آپ نے ایک تیز چھری کپڑے میں لپیٹ کر لی ۔ اور ایک رسی بھی کپڑے میں چھپالی ۔ اُدھر حضرت حاجرہؓ نے اسمٰعیل علیہ السلام کو نہلا دھلا کر فاخرہ لباس پہنایا اور کنگھی وغیرہ کر کے شہزادے کو تیار کیا تاکہ ابراہیمؑ اپنے دوست کے ہاں جائیں تو بچہ باعثِ توقیر ہو اور دوست بھی ان کے خوبصورت فرزند کو دیکھ کر خوش ہو ۔

شیاطینِ ثلاثہ

ابراہیم علیہ السلام اسمٰعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر چلے ۔ ابھی گھر سے نکلے تھے کہ ابلیس بشکلِ انسانی (لباسِ بشریت میں) شیطنت کے لئے آموجود ہوا اور اس نے کہا ۔ اے پاک بی بی یہ تمہارا شوہر جو ہے اس نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا ہے اور وہ خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تمہارے خوبصورت اکلوتے بیٹے کو ذبح کر ڈالے گا ۔ تم اسے دوڑ کر روک لو ۔ خواب تو اکثر جھوٹے بھی ہوتے ہیں ۔ حضرت حاجرہؓ نے جب سُنا کہ وہ اللہ کے نبیؑ کی تکذیب خواب کے بہانے کر رہا ہے فوراً سمجھ گئیں یہ شیطان ہے ۔ آپ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط کہا ۔ اور ابلیس ناکام ہو کر پلٹا ۔ (یہ وہ مقام ہے جہاں جمرۃ الاولیٰ یعنی شیطانِ اول بنا ہوا ہے اور رمی جمرات حج کے ارکان میں کی جاتی ہے یعنی اس پر سات پتھر مارے جاتے ہیں جو ایک قسم کی لعنت و نفرت ہے)

پھر ابلیس نے ابراہیم علیہ السلام کے راستہ میں روڑا اٹکانے کی کوشش کی اور کہا بزرگوار یہ خواب کی بات ہے آپ بلا وجہ اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کیوں

کرتے ہیں اور اپنے گھر کو بے چراغ کرنے پر کیوں تیار ہو گئے۔ ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ کی راہ میں قربانی کو روکنے والا ابلیس و شیطان ہی ہو سکتا ہے آپ نے بھی اعوذ پڑھی اور ابلیس ناکام ہوا (اس مقام پر جمرۃ الوسطیٰ دوسرا یا درمیانی شیطان ایک تھملا بنا کر اس کی نشانی کے طور پر موجود ہے جس پر حج کے ارکان میں سات کنکریاں بطور لعنت و نفرت ماری جاتی ہیں)

پھر ابلیس نے شہزادے اسمٰعیلؑ کے کان میں کہا۔ یہ بڈھا معاذ اللہ سٹھیا گیا ہے یعنی معاذ اللہ اس کے دماغ میں فرق آ گیا ہے اس لئے تمھیں ذبح کرنے جا رہا ہے تم اس کی بات نہ مانو اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے سے فرار اختیار کر لو۔ اسمٰعیل علیہ السلام فوراً پہچان گئے کہ اللہ کے نبی کے دماغ پر حملہ کرنے والا اور اس کی اطاعت سے روکنے والا اور راہِ خدا میں قربان ہونے کے بجائے فرار ہونے کا مشورہ دینے والا شیطان ہی ہو سکتا ہے۔ پس اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی اعوذ پڑھی اور ابلیس ناکام پلٹا۔ (اس مقام پر تیسرا شیطان شیطانِ عقبہ یا جمرۃ العقبیٰ ہے۔ جس کی نشانی ایک تھملہ ہے جسے حج کے دوران بطور رکنِ اعظم حج سات کنکریاں بطور لعنت و نفرت ماری جاتی ہیں)، یہ تینوں شیطان جمرۃ الاولیٰ۔ جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبیٰ منیٰ کے میدان میں تھملے کی شکل میں اکٹھے کھڑے ہیں اور تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں مار کر لعنت و نفرین کرنا ارکانِ حج میں داخل ہے جو یہ عمل نہ کرے اس کا حج مکمل و قبول نہیں ہوتا۔ (یاد رہے کہ سات پتھروں کو سبع مثانی کی تعداد کے لحاظ سے ان کے دشمنوں پر تبرّا کرنے اور نفرت کرنے کی دلیل کے طور پر مارا جاتا ہے)

اللہ کی راہ میں قربانی

ابراہیم علیہ السلام منیٰ میں پہنچے۔ آپ نے رسّی اور چھری نکالی۔ پہلے

پہلے بیٹے کے ہاتھ پاؤں باندھے تاکہ وہ ذبح کی تکلیف میں اِدھر اُدھر نہ ہو اور قربانی ناکام نہ رہ جائے پھر اپنے پیارے بیٹے کو سجدے کے بل ڈالا۔ جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا۔ (حالانکہ پسِ گردن سے ذبح کرنے کا نہ کوئی طریقہ ہے نہ کسی شریعت میں جائز ہے لیکن یہ تو نقل تھی حسین علیہ السلام کے پسِ گردن ذبح ہونے کی۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا)

پھر ابراہیم علیہ السلام نے چھری ہاتھ میں سنبھالی۔ اور یہ دعا پڑھی جس کا بوقت ذبح پڑھنا سنتِ ابراہیمیؑ اور اسوۂ ابراہیمیؑ ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا بوقتِ ذبح

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الانعام : ۷۹)

میں تو سچے دل سے اطاعت گزاری کے لئے صرف اس (اللہ) کی طرف اپنا رُخ کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(الانعام : ۱۶۲)

بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب عالموں کے پالنے والے خدا کے واسطے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اطاعت کرنے والا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط

اے اللہ یہ تیرا عطیہ ہے اور تیرے ہی لئے ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ ہر تصور سے بڑا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر چھُری رکھ کر اپنی جانب سے یہ کوشش کی ہے کہ بہت جلد ذبح کر دیں تاکہ شفقتِ پدری حائل ہو کر ذبح کرنے میں حارج نہ ہو۔

لیکن اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر ہے کہ ایک لمحہ کو ہزاروں برس جیسا طویل بنا دے یا ہزاروں۔ سینکڑوں سال کے فاصلہ کو ایک لمحہ میں تبدیل کر دے۔ جیسا کہ عزیزؑ (ارمیاؑ) کے لئے سو سال مثل ایک دن کے حصے کے بنا دیئے گئے تھے۔

پس اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھی گئی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوقات تمام ارواح اور ملائکہ سے ارشاد فرمایا ہے کوئی جو اس سے عظیم قربانی دے کر میرے پیارے اسمٰعیلؑ کو بچا لے جس کی نسلِ مطہرہ میں میرے حبیب محمد مصطفےٰؐ کا نور ہے جس نے میرے دین کو کامل کر کے قائم کرنا ہے اگر آج اسمٰعیلؑ ذبح ہو گیا تو میرا دین بھی ذبح ہو جائے گا پھر نہ میرا دین قائم ہو گا نہ میرا نام لیوا کوئی قیامت تک ہو گا۔

یہ ندائے قدرت سنکر ایک مرتبہ سارے عالم میں تھرتھری پڑ گئی (جیسا کہ حدیث وخطبۂ عیدالاضحیٰ میں ہے)

فَاَقْبَلَتِ الطَّيْرُ عَلَيْهِ عَاكِفَةً وَ اَصْبَحَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ رَاجِفَةً وَالْمَلٰئِكَةُ مُتَضَرِّعَةً وَّالْوُحُوْشُ مُتَسَرِّعَةً وَّالسَّمَآءُ مِنْ فَوْقِهِمْ تَضِجُّ وَالْاَرْضُ مِنْ تَحْتِهِمْ تَعِجُّ رَحْمَةً لِّلطِّفْلِ الصَّغِيْرِ وَتَعَجُّبًا مِّنْ صَبْرِ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ

پس پرندے اس پر آکر قربان ہونے لگے اور زمین وپہاڑ لرزنے لگے۔ فرشتوں نے رونا شروع کر دیا اور وحشی (جانور گھبرا کر) دوڑنے لگے اوپر آسمان چیخا۔ نیچے سے زمین چلائی۔ اس بچے پر رحم وترس آیا اور اس بزرگ بوڑھے کے صبر کو دیکھ کر (سب کے سب) حیرت میں ڈوب گئے۔

حسین علیہ السلام کا عالمِ روحانیت میں وعدہ

حسینؑ کے علاوہ ایسا کوئی نہ نکلا جو آگے بڑھ کر کہتا ۔ بارالٰہا میں اس سے بڑھ کر قربانی دوں گا۔ تو اسے اسمٰعیلؑ کو بچالے ۔ ہاں ایک روحِ حسین علیہ السلام آگے بڑھی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا ۔ بارالٰہا تو اپنے حبیب محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے جدّ امجد اسمٰعیلؑ کو بچالے تاکہ تیرا دین قائم و کمل ہوسکے میں اس سے بڑی اور سب سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں اور ذبح عظیم بننے کو تیار ہوں (اسی بنا پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ حسینؑ اگرچہ مجھ سے میرے نور سے وا ولاد ہے لیکن میں حسینؑ سے ہوں اگر حسینؑ قربانی کا وعدہ کرکے میرے جدّ امجد اسمٰعیلؑ کو نہ بچاتے تو میں نہ ہوتا ۔میری بُنیاد حسینؑ سے ہے)

اللہ نے امام حسینؑ علیہ السلام سے وعدۂ قربانی لے کر جبرائیلؑ کو حکم دیا۔فوراً جنت سے ایک دُنبہ لے جاؤ اور ابراہیم علیہ السلام کی چھری کے نیچے سے اسمٰعیلؑ کو نکال کر دنبہ کو ذبح کے طریقہ پر لٹا دو۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے جب نہایت سرعت اور تیزی سے تیز دھار چھری چلائی تو سرعت سے اسمٰعیل علیہ السلام کو جبرائیل نے ہٹا کر دُنبہ کو رکھ دیا کہ چھری کا نشان تو اسمٰعیل کی گردن پر پڑا لیکن چھری کھال کاٹ نہ سکی اور چھری فوراً دنبہ کی گردن میں ذبح کرتی ہوئی اُتر گئی اور اس کا خون بہنے لگا۔

ٹڈی اور مچھلی بغیر ذبح کیوں حلال ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھبرا کر (ذبح کی تکمیل تصور کرکے) چھری کو

فضا میں زور سے اُچھالا۔ جس نے فضا میں ٹڈی کو ذبح کر دیا اور پھر وہ سمندر میں گری جو مچھلی کو ذبح کر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ٹڈی و مچھلی کو اس ذبح کی یادگار باقی رکھنے کے لیے بغیر ذبح کیے (ابراہیم کی چھری سے ذبح شدہ قرار دے کر) حلال قرار دے دیا صرف شرط یہ رکھی کہ زندہ کو پکڑ لیا جائے (اگر پکڑنے سے پہلے مردہ ہو تو حرام ہے۔)

محو و اثبات

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ذبح کی تکمیل محو اور زندگی ثابت و تحریر در لوحِ محفوظ ہو گئی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھبرا کر پٹی ہٹا کر دیکھا تو بیٹے کو زندہ و سلامت پایا اور دُنبہ ذبح شدہ ملا۔ پہلے تو اللہ کا شکر ادا کیا پھر سوچے شاید میری قربانی دربارِ الٰہی میں منظور نہ ہوئی ہو۔ اس لیے اسمٰعیلؑ بچ گئے ہوں۔ بس یہ خیال آتے ہی ارشادِ رب العزت ہوا۔

خواب سچّا کر دیا

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ○

(وَالصّٰفّٰت : ۱۰۵ تا ۱۰۹)

(اے ابراہیم) بے شک تم نے اپنا خواب (نمونۂ ذبحِ عظیم پیش کر کے) سچا کر دیا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک یہ کھلی آزمائش ہے ہم نے اسے ذبح عظیم پر فدیہ (جاں نثار) قرار دیا اور اس (ذبح عظیم) کو آخری زمانے والوں (کے نبی محمدؐ کے خاندان) کے لیے رکھ چھوڑا

۴۔ ابراہیمؑ پر سلام ہو۔

تفسیر العیون میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اسمٰعیل ذبح نہ ہوئے اور ابراہیم علیہ السلام کو ذبح عظیم امام حسینؑ علیہ السلام کے بظلم و ستم شہید و ذبح ہونے کے واقعات اللہ تعالٰے نے وحی کے ذریعہ بتائے تو ابراہیم علیہ السلام دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

(نوٹ: اس وقت ذکرِ حسین علیہ السلام کرنے والا خدا ذاکرِ حسینؑ تھا اور وہ مجلس و ذکر سننے والے ابراہیمؑ تھے۔)

صدقِ نیت اول تو صدقِ نیت پر ابراہیم علیہ السلام کو انعام ملا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

العمل بالنیۃ (صحیح بخاری) عمل نیت کے ساتھ یا نیت پر منحصر ہے۔

پھر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ البتہ نقصانِ عظیم یہ ہوتا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ ہی ان کی نسل ختم ہو جاتی اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پیدا ہو سکتے۔ نہ دینِ خدا اکمل و قائم ہوتا۔

اللہ تعالٰے نہ کوئی کام عبث (فضول) کرتا ہے نہ فعلِ عبث کا حکم دیتا ہے وہ تو زبردست حکمت والا ہے اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اس نے خواب میں امام حسینؑ کی قربانی بحالتِ سجدہ دکھا کر اور اس کا نمونہ ابراہیم علیہ السلام سے پیش کرا کے اور پھر ابراہیمؑ کی ملت پر تمام مسلمانوں سے اس کی یادگار بطور رکن حج اور قربانی عیدالاضحٰے مقرر فرما کر یہ دلیل فراہم کی ہے کہ عزاداریٔ امام حسینؑ ہر سال منائی جاتی رہے۔ تاکہ ظلم سے نفرت باعث تطہیرِ معاشرہ بنتی رہے اور صبر و شکر کا نیز اللہ تعالٰے کے احکام کی تعمیل میں استقامت کا اور جذبۂ قربانی کا سبق

ملتا رہے۔

امامتِ انسانی کی تفویض

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۲۴)

اور یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ کا اس کے رب نے چند کلمات سے امتحان لیا۔ اور ابراہیمؑ نے ان کو پورا کر دیا (خدا نے) فرمایا کہ میں تم کو کل آدمیوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں (ابراہیمؑ نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی (خدا نے) فرمایا جو ظالم ہونگے وہ میرے عہد (عہدہ) کو نہ پائیں گے۔

کلمات کتاب الخصال میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کلمات سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام ہیں۔ محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ حسنؑ۔ حسینؑ اور نو معصوم آئمہ جو اولادِ حسین علیہ السلام سے ہیں۔ انھیں کا القا آدم علیہ السلام کو ہوا تھا۔ انہیں کی محبت میں قربانی کا نقشہ ابراہیمؑ نے پیش کیا۔

ابتلا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ (والصٰفٰت: ۱۰۶، ۱۰۷)

بیشک یہ (اولاد کی قربانی) کھلی آزمائش ہے اور ہم نے اسے ذبحِ عظیم بوفدیہ (جاں نثار) قرار دیا۔

واقعاتِ کربلا

تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کو عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالیٰ نے صبر و شکر کی معراج (حاملِ نورِ اول)، امام حسین علیہ السلام جو ذبحِ عظیم ہیں۔ انکے واقعات

کا یعنی واقعاتِ کربلا کا ایک ایک منظر پیش کر کے اور دکھا کر ابتدائی طور پر انھیں صبرو شکر کی میزان میں تولا ہے اور جو مرسل جتنا اس امتحان میں صبرو شکر کی منازل طے کر سکا۔ اسی کے مطابق ان کے درجات عالیہ مقرر فرمائے اور ان انبیاء و مرسلین کو مومن اور شیعہ آلِ محمدؐ کا قرار دیا ہے۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام آدمؑ تا عیسیٰؑ تمام انبیاء و مرسلین میں سب سے افضل صاحبِ ملتؑ۔ خلیلؑ اور امام انسانیتؑ تا قیامت۔ اہل البیتؑ۔ لائقِ صلوٰۃ۔ جن کے پورے خاندان کا اصطفےٰ ہوا۔ اس لیے قرار دیئے گئے کہ آپ نے واقعاتِ کربلا کی مستقل یادگار قائم کی بیٹےؑ کی قربانی کا نمونہ پیش کر کے اور آپ کو امام حسین علیہ السلام کے واقعات کے سب سے زیادہ مناظر یعنی سات مناظر دکھائے گئے۔ جن میں آخری و ساتواں منظر بیٹےؑ کی راہِ خدا میں قربانی تھا۔ آپ نے تمام امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور تمام شرائط پوری کر دکھائیں۔

واقعاتِ کربلا کے سات مناظر جو ابراہیمؑ نے دیکھے اور اہلبیت سے منسوب ہوئے

منظر ۱ امام حسینؑ علیہ السلام کو ظالم ترین بادشاہ یزید ملعون سے واسطہ پڑا تو ابراہیمؑ کو نمرود ملعون سے۔

منظر ۲ امام حسین علیہ السلام کے خلاف یزید ملعون کی فوجیں جمع ہوئیں تو ابراہیمؑ کے خلاف تمام بُت پرست اکٹھے ہو گئے مخالفت کے لیے۔

منظر ۳ امام حسین علیہ السلام آخر میں اکیلے بے یار و مددگار رہ گئے۔ تو ابراہیمؑ ابتدا میں دربارِ نمرود میں اکیلے بے یار و مددگار تھے۔

منظر ۴ امام حسین علیہ السلام نے اصغرؑ جیسے شیر خوار بچے اور عورتوں کو ساتھ لے کر سفر کی صعوبت اٹھائی صرف خدا کی خوشنودی کے لیے۔

مدینہ سے ہجرت کرے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ اپنے شیرخوار بچے اسمٰعیلؑ اور زوجہ حاجرہؑ کو لے کر شام سے مکہ تک سفر کریں اور سفر کی صعوبت اٹھائیں۔

منظر ۵ امام حسین علیہ السلام کے بچے اور عورتیں غیر آباد و بیابان وادیٔ کربلا میں لاوارث رہ گئے، تو ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ اور زوجہ مطہرہ حاجرہؑ کو غیر آباد و بیابان وادیٔ مکہ میں لاوارث چھوڑ جائیں اور حسین علیہ السلام کی طرح ایک اللہ پر بھروسہ کرکے ان کی فرقت کا صدمہ برداشت کریں۔

منظر ۶ امام حسین علیہ السلام کا شیرخوار بچہ علیؑ اصغر تین دن پیاسا رہا تو ابراہیمؑ کا فرزند اسمٰعیلؑ تین ساعت پیاسا رہے۔

منظر ۷ امام حسین علیہ السلام نے اپنے لخت جگر بیٹوں کی قربانی راہِ خدا میں پیش کی۔ تو ابراہیمؑ راہِ خدا میں اپنے لختِ جگر بیٹے کی قربانی پیش کریں۔ یہ آخری ابتلا قربانی امام حسین علیہ السلام کے سجدے میں شہید ہونے کی نقل تھی۔ اس لئے خلافِ طریقِ ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کو سجدے کے بل لٹا کر نمونہ دکھایا گیا۔

پس جب ابراہیم علیہ السلام نے ساتوں مناظر پر صبر و شکر کرکے تکمیل بیٹے کی قربانی کے نمونہ سے کردی تو انھیں امام حسین علیہ السلام کے صدقہ میں جو کل عالمین کے امام ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کو کل انسانوں کا امام قرار دیدیا گیا۔ جس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ کل انسان ابراہیمؑ کی ملت پر چل کر عزاداری و یادگارِ حسینؑ قائم کرتے رہیں اور صبر و شکر کا نیز راہِ حق میں مصائب برداشت کرکے استقامت علی الحق کا سبق حاصل کرتے رہیں نیز ظلم و ظالم سے نفرت باعثِ تطہیر معاشرہ بنتی رہے۔

شریعتِ ابراہیمیؑ کے دو جزو ہیں

ابراہیم علیہ السلام پر دو حصوں پر مشتمل شریعت نازل ہوئی۔ شریعت حصہ نبوت جس کا دور شریعتِ موسوی تک رہا۔ اور شریعتِ حصہ امامت جس کا دور قیامت تک باقی رہے گا جس کا کوئی ناسخ نہیں۔ اسی شریعتِ امامت کا نام ملتِ ابراہیمیؑ ہے۔ جس کی بنیاد عزاداریٔ حسینؑ ہے اور چند مندرجہ ذیل اعمال ہیں۔

ملتِ ابراہیمیؑ یا شریعتِ امامت جس کی پیروی واجب ہے (معہ عزاداریٔ حسینؑ)

۱۔ داڑھی رکھنا (داڑھی کا طرفین سے ترشوانا اور مدور کرنا سنتِ انبیاءؑ میں سے ہے)

۲۔ سر کے بال ترشوانا (قطعی عورتوں کی طرح بال چھوڑ دینا مردوں کے لئے جائز نہیں۔)

۳۔ شارب لینا۔

۴۔ دانتوں میں کھانے کے بعد خلال کرنا۔ ان کے درمیان کی غذا کو منہ سے باہر نکال پھینکنا۔

۵۔ مسواک کرنا یعنی دانتوں کا صاف کرنا (تاکہ منہ میں بدبو آنے سے لوگ متنفر نہ ہوں۔)

۶۔ زیرِ ناف کے بال اور بغلوں کے بال صاف کرنا۔

۷۔ ختنہ کرنا (جو لوگ ختنہ نہیں کرتے وہ نجاست سے قطعی پاک نہیں ہو سکتے۔)

۸۔ ناخن کٹوانا۔

۹۔ پیشاب کے بعد پانی سے استنجا (طہارت) کرنا۔

۱۰۔ غسل جنابت کرنا۔

۱۱۔ اللہ کی راہ میں قربانی۔ جانور کی قربانی پیش کرنا (دوران حج منیٰ میں

۱۲۔ تقیہ۔ (تقیہ قیامت تک ہے) (صحیح بخاری)

انبیاءؑ و مرسلینؑ کا کربلا میں ورود

آدمؑ آدمؑ صحرائے کربلا میں پہنچے ٹھوکر کھا کر زخمی ہوتے۔ خون بہا۔ اللہ سے سبب پوچھا تو اللہ نے فرمایا اس زمین پر میرا برگزیدہ حسینؑ قتل ہوگا۔ میں نے چاہا کہ اس کے غم میں تمہیں شریک کروں۔ قاتل کا نام پوچھا۔ تو خدا نے وحی کی کہ حسینؑ ابن علیؑ کا قاتل یزید ہوگا۔ اہل آسمان و زمین اس پر لعنت کریں گے۔ آدم علیہ السلام نے یزید پر لعنت کی۔

نوحؑ نوحؑ کی کشتی ارض کربلا پر قریب غرق تھی۔ نوحؑ نے سبب دریافت کیا جبرائیلؑ نے نازل ہو کر بتایا یہ وہ جگہ ہے جہاں خاتم الانبیاءؐ کے فرزند حسینؑ شہید ہوں گے۔ قاتل ان کا یزید ہوگا۔ اس پر اہل آسمان و زمین لعنت کریں گے۔ نوحؑ نے یزید پر لعنت کی تو بیڑہ غرق ہونے سے بچا۔

ابراہیمؑ ابراہیم کربلا میں گزرتے ہوئے گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے سرِ مبارک سے خون بہا۔ جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں نورِ دیدۂ مصطفےٰ حسینؑ شہید ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ تمہارا خون بھی اس کی یادگار کے طور پر بہے۔ قاتل کا نام پوچھا تو بتایا کہ قاتل یزید ہوگا۔ اہل آسمان و زمین و لوح و قلم اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ابراہیم نے یزید پر لعنت کی۔

دیگر انبیاءؑ اسمعیلؑ۔ سلیمانؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ وغیرہ نے بھی کربلا میں آکر غم اٹھایا اور یزید پر لعنت کی ہے۔ (دیکھئے جلاء العیون)

فعلِ اختیاری قابلِ سزا ہوتا ہے

اللہ عالم الغیب جانتا تھا کہ یزید ظلم کر کے امام حسینؑ کو قتل کرے گا۔ یزید قتل کرنے پر مجبور نہیں تھا۔ ہر شخص فعلِ بدلنے اختیار سے کرتا ہے۔ جس پر سزا ہے۔ اگرچہ اللہ کو اس کا علم پہلے سے ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ۸

ابراہیم علیہ السّلام کے خاندان کا اصطفا

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ (آل عمران: ۳۳)	بالتحقیق اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران کو تمام عالموں سے برگزیدہ کیا۔

آدمؑ اور نوح علیہما السلام کا انتخاب شخصی ہے۔ جنھوں نے عزاداریٔ سیدالشہدا، علیہ السلام کی بنیاد شخصی طور پر قائم کی۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام کا انتخاب خاندانی ہے ان کا پورا خاندان منتخب و مصطفےٰ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے خاندان یعنی ان سے اور ان کی زوجہ حاجرہؑ سے اور بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے ذبح عظیم امام حسین علیہ السلام کی قربانیوں کی یادگار قائم کرائی۔ جو ان کے ساتھ سفر میں شریک تھے۔ جب مکہ کی غیرآباد وادی میں انھیں لاوارث چھوڑا تو حسین علیہ السلام کے لاوارث عورتوں بچوں کی یادگار قائم ہوئی ان کے تذکرہ وعمل ہے۔ پس پورے خاندان کا اصطفےٰ فرمایا گیا۔

آلِ عمران سے مراد اولادو خاندانِ ابی طالبؑ علیہ السلام ہے۔ اگرچہ عمران

نامی دو شخصیتیں اور بھی گزری ہیں ۔ عمران ابن یصر ابن لاوی ابن یعقوبؑ جن کے بیٹے موسیٰؑ و ہارونؑ علیہما السلام ہیں ۔ دوسرے عمران ابن ماثان جو یہودا ابن یعقوبؑ کی ستائیسویں پشت ہیں جن کی بیٹی مریمؑ اور نواسے عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن یہاں اصطفا جن عمران کا ہوا ہے یا ان کے خاندان کا اس سے موسیٰؑ و ہارونؑ کے والد یا عیسیٰؑ کے نانا مراد نہیں اس لئے کہ ان کے خاندان کے باہر بنی اسمٰعیلؑ میں نبوتِ محمدیہ موجود ہے جب خاندان کا اصطفا ہوگا تو ہدایت اسی مصطفےٰ خاندان میں منحصر ہوگی اس کے باہر سے کوئی ہادی مبعوث نہیں ہوسکتا ۔ اصطفےٰ کا مقصود ہی ہادی ہونا ہے ورنہ اصطفےٰ کا کوئی مقصود ہی نہیں ہوسکتا اور فعلِ عبث اللہ تعالےٰ کرتا نہیں ۔ خاندانِ ابراہیمؑ کا اصطفےٰ ہوا تو اس خاندان میں ہادی قیامت تک منحصر و محدود ہوگئے باہر کسی خاندان سے قیامت تک کوئی ہادی مبعوث نہیں ہوا پس آلِ عمران سے مراد وہ خاندان ہے جو تمام ہادیان برحق قیامت تک اپنے دامن میں رکھتا ہو ۔ باہر سے کوئی کسی قسم کا ہادی (نبی ۔ رسول ۔ امام ۔ خلیفہ ۔ ولی ۔ اولی الامر) مبعوث نہ ہو ۔

ابی طالب علیہ السلام کا اصل اور حقیقی در پیدائشی نام عمرانؑ بن عبد المطلبؑ ہے ۔ ابیطالبؑ تو آپکی کنیت ہے ۔ آپ کے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا جس کی وجہ سے آپ طالب کے باپ ابیطالبؑ کہلائے ۔ بعد میں یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اصل نام پر چھاگئی (جیسے علی علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن یا رسول اللہؐ کی کنیت ابو القاسم ہے) ابیطالبؑ کا خاندان وہ مصطفےٰ خاندان ہے جس کے باہر سے تاقیامت کوئی کسی قسم کا ہادی مبعوث نہیں ہوا ۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاندانِ ابیطالبؑ میں حقیقی بھتیجے ہوکر اور پروردۂ ابیطالبؑ ہوکر آلِ عمران میں داخل ہیں ۔ اور پھر محمد مصطفےٰ کی تمام اولاد خاتونِ جنت اور ابیطالب علیہ السلام کی اولاد علیؑ ۔ تا

مہدی علیہم السلام قیامت تک کے ہادی اسی خاندان میں منحصر ومحدود ہیں۔

آلِ ابراہیمؑ نے جس قربانی کا تصور نقل پیش کی اسکی مثال بھی بنی اسرائیل میں نہیں ملتی۔ اور بنی اسمٰعیلؑ میں خاندانِ ابیطالبؑ میں ذبح عظیم امام حسین علیہ السلام اصل قربانی عظیم موجود ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے قربانی دینے کے لئے چنا اور اصطفےٰ فرمایا وہ آلِ ابراہیمؑ اور آلِ ابیطالبؑ علیہم السلام ہیں۔ جن کے پورے پورے خاندان قربانیٔ راہِ خدا میں داخل ہیں۔

ایک قانون اللہ تعالےٰ نے مزید اصطفےٰ کے بعد ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ط ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔

(آل عمران : ۳۴)

یعنی اصطفےٰ کا قانون یہ ہے کہ مصطفےٰ خاندان ہی کی اولاد یا مصطفےٰ ہی کی آل میں سے بعد کا اصطفےٰ ہوگا جیسے آدمؑ کے بعد ان کی اولاد نوحؑ کا یا نوحؑ کے بعد ان کی اولاد ابراہیمؑ کا اس طرح آلِ ابراہیمؑ کے بعد ان کی اولاد میں آلِ عمران کا۔ پس آلِ عمران وہ ہیں جن کی اولاد آلِ محمدؐ ہو۔ جو ان کے بعد مصطفےٰ خاندان ہے جن کا اصطفےٰ آیتِ تطہیر۔ آیتِ مباہلہ۔ اور سورۂ دہر وسورۂ الکوثر سے ثابت ہے اور لائق درود وسلام (لائق صلوٰۃ) دا ہل البیتؑ ہیں ابراہیمؑ کی آل کی طرح۔

پس جس طرح خاندان وآلِ ابراہیمؑ کے اصطفےٰ کے بعد ان کے خاندان وان کی آل کے علاوہ کسی خاندان سے تا قیامت ہدایت کنندہ اور ہدایت کے اہل وہادی کو اللہ تعالےٰ نے پیدا نہیں فرمایا۔ اسی طرح اسی قانون واصول کے مطابق آلِ ابیطالبؑ اور پھر آلِ محمدؐ کے خاندان کے باہر سے تا قیامت کو نہ کسی قسم کا ہادی (نبی۔ رسول۔ امام۔ خلیفہ۔ اولی الامر۔ شہیدِ خدا) پیدا نہیں فرمایا اور طریان برحق ومعصوم آئمہ منصوص من اللہ از خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تا قیامت سب آلِ محمدؐ میں منحصر و محدود ہیں اسی لئے وہ اہلبیتؑ یعنی ہدایت کرنے کے اہل ہیں اور ہدایت کے گھر کے اہل یعنی ہادی ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کا خاندان اہلبیتؑ ہے

اہل البیتؑ سے مراد ہدایت کرنے کے اہل اور ہادی ہیں۔ جب ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو اہل بیت قرار دیا گیا تو وہی دو دلیلیں محکم ہوئیں جو اصطفےٰ برائے خاندان کے لئے تھیں۔ ا۔ اہلبیت سے مراد وہ مصطفےٰ خاندان ہے جس کے باہر سے تا قیامت کوئی ہادی مبعوث نہ ہو اور جو اللہ کی راہ میں اولاد کی قربانی دے۔ نیز مصطفےٰ خاندان ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کا اصطفےٰ اور اور قربانی اور اہل البیت قرار دینے کا مقصد اہل البیت اطہار اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے دلائل فراہم کرنا ہے کہ اہلبیتؑ محمدؐ ہی ہدایت کے گھر کے اہل و ہادی ہیں اور مصطفےٰ و امام ہیں جو ابراہیمؑ کی طرح راہِ خدا میں ذبحِ عظیم جیسی قربانی رکھتے ہیں۔

اہل البیتؑ کے حقیقی معنیٰ حقیقی اہلبیتؑ چودہ معصوم ہیں جو تمام عالمین کے ہادی ہیں جبکہ البیت ھدًی للعٰلمین بیان ہوا ہے جو ظرف ہے اور یہ عام قاعدہ ہے کہ مظروف کی صفت ظرف سے بیان کی جاتی ہے۔ جیسے نہر سے سیراب ہونا جبکہ نہر ظرف ہے اور سیرابی اس کے مظروف پانی سے ہوتی ہے ابراہیم کے خاندان کو اہلبیتؑ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کے دامن میں یا نسلِ مطہرہ میں ہادی للعٰلمین ۱۴ معصوم موجود ہیں۔

خاندانِ ابراہیم علیہ السلام کا لائق صلوٰۃ ہونا

درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

وَّآلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یا بقولِ عامہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،

مقصود و معنٰی ایک ہی ہے اے اللہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام پر ایسی رحمتِ کاملہ فرما جیسی ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ پر کی تھی۔

صلوٰۃ یا رحمتِ کاملہ اس کا مقصود بھی اصطفٰی۔ لائق درود و سلام ہونا ہے جس کا مقصود وہی تسلیمگی ہے کہ جس طرح ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ کے مصطفٰی ہونے کے بعد خاندانِ ابراہیمؑ میں ہدایت وہادی منحصر ہو گئے باہر سے تا قیامت کوئی مبعوث نہیں ہوا۔ اسی طرح محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام میں ہدایت و ہادی منحصر ہیں۔ ان کے باہر سے کوئی کسی قسم کا ہدایت کنندہ یا ہادی مبعوث نہیں ہو سکتا اور یہ ہماری دعا بطور رضا مندی بر منشاء الٰہی ہے کہ ہم تیرے اس فیصلے پر راضی ہیں اور ہم آلِ محمد علیہم السلام کے باہر سے کسی کو لائقِ اطاعت و ہادی نہیں سمجھتے۔ نہ قرار دیتے ہیں۔

تعمیرِ کعبہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قربانی کے بعد پھر بحکمِ الٰہی شہزادہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حاجرہ کو مکہ میں چھوڑ کر شام روانہ ہو گئے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر بحکمِ الٰہی مکہ میں تشریف لائے اور بحکمِ خدا کعبہ کی تعمیر ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ علیہما السلام نے مل کر کی۔ جبکہ میکائیل و جبرائیل معاون بنے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر شروع کی۔ جس میں اللہ تعالٰے نے یہ صفت

قرار دی کر وہ دیواریں بلند ہونے کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہو جاتا تھا پیڑ کی ضرورت نہ تھی یا نہ ہوئی۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم شریف گڑے ہوئے بطور نشان موجود ہیں یہ پتھر بطور من شعائر اللہ کعبہ کے پاس مقام ابراہیم پر ایک شیشے کے اندر جیسے ضریح ہو برائے زیارت موجود ہے۔

تعمیر کعبہ کے وقت دعائے ابراہیم علیہ السلام

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص

(البقرۃ : ۱۲۸)

اور (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اس گھر (کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور یہ عرض دعا کرتے تھے) کہ ہمارے پروردگار ہماری یہ خدمت قبول فرما۔ بالتحقیق تو سننے و جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار قرار دے اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ (سلک) کو اپنا فرمانبردار قرار دے۔

توضیح مسلمین یہاں مسلمین۔ دو مسلمان یا فرمانبردار سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ وہ معاذ اللہ نبی۔ رسول۔ خلیل۔ امام ہوتے ہوئے کبھی مسلمان نہ ہوں۔ مسلمان سے مراد فرمانبرداری ہے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کا جس درجہ کا فرمانبردار ہوگا اسی درجہ کا مسلمان ہوگا۔

یہ دعا اس وقت کی ہے جب تمام عظمت کے عہدے امامت تک ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہیں۔ حالانکہ سب سے پہلے جب ان کے کوئی اولاد نہ تھی اس وقت

بھی آپ نے فرمایا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (البقرہ : ۱۳۱)	جس وقت ان (ابراہیمؑ) کے پروردگار نے ان سے فرمایا اطاعت کرو انہوں نے عرض کی میں رب العلمین کا مطیع ہوں یعنی مسلمان ہوں۔

یہاں اسلام و اسلمتُ سے مراد عام اسلام لانا یا مسلمان ہونا نہیں بلکہ خاص فرمانبرداری ہے۔ دیکھئے بوقت ذبح ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام : ۱۶۳) میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ یہاں بھی اول المسلمین سے مراد ایسی فرمانبرداری مقصود ہے جو اللہ کی راہ میں اولاد عزیز (بیٹے) کی قربانی پر رضا مندی و تسلیمگی ہو جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ (والصّٰفّٰت : ۱۰۳)	پس جب دونوں (ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ) نے اظہار اطاعت کیا اور ابراہیمؑ نے اسمٰعیل کو پیشانی کے بل (سجدے کی حالت میں) لٹا دیا۔

یہاں توصاف اسلما سے مراد ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی قربانی کے سلسلہ میں رضا مندی و تسلیمگی اور فرمانبرداری ہے نہ کہ محض عام مسلمان ہونا۔

مسلمانوں کی اقسام

مسلمان اس کی دو قسمیں ہیں، غیر مومن۔ مومن

غیر مومن اس سے مراد عام مسلمان ہیں جو لباسِ اسلام میں نظر آنے کی وجہ سے اور احکام اسلام پر ظاہرہ عمل کرنے کے سبب مسلمان کہلائے اگرچہ مومن نہیں یعنی منافق ہیں جو مسلمان تو ہوگئے مگر دولت ایمان سے محروم رہے۔

قرآن میں انھیں منافقین کہا گیا ہے ان کے متعلق کافی تعداد میں آیات اور ایک پورا سورۃ المنافقون موجود ہے اور اس آیت میں ان کے مسلمان ہونے اور مومن نہ ہونے کا واضح تذکرہ ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ (الحجرات ۱۴)

یہ اعرابی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تم کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ تم یہ کہو کہ ہم اسلام لائے۔ ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہوا ہی نہیں۔

منافقین کو مسلمان کہلانے کی اجازت سے فائدہ

منافقین (ظاہری مسلمانوں) کو مسلمان کہلانے کی اجازت اس لئے دی گئی تاکہ ان کی کثرت کی وجہ سے اسلامی معاشرہ قائم ہو سکا۔ جبکہ مومنوں کی تعداد اتنی کم ہے کہ اسلامی معاشرہ قائم ہونا محال تھا۔ دوسرے یہ کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے جو پوشیدہ ہوتا ہے ہر شخص دیکھ نہیں سکتا کہ اسے دیکھ کر اپنا پرایا قرار دے سکے۔

مومن کی تعریف

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحجرات: ۱۵)

سوائے اس کے نہیں ہے کہ مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پہ ایمان لائے پھر انھوں نے کبھی شک نہ کیا۔ اور راہ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ ایسے ہی لوگ تو سچے (مسلمان) ہیں۔

مومن کم سے کم وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد کبھی شک نہ کریں۔ جنھوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر شک کیا اور رسالت پر شک

کرنے کے سبب اطاعتِ رسولؐ نہ کی وہ سب منافق ہیں مومن نہیں۔ دیکھئے احوالِ صلحِ حدیبیہ (صحیح بخاری) (نوٹ صلحِ حدیبیہ میں علیؑ معصوم کے علاوہ سب شک میں گرفتار ہو گئے تھے)

پھر مومنین یا ایمان کے درجات ہیں۔ کسی کا ایمان کم درجہ کا ہے کسی کا زیادہ درجہ کا حسبِ معرفت و عمل۔ اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

وضع الایمان علیٰ سبعة اسهم علیٰ البر والصدق والیقین والرضا والوفاء والعلم والحلم

(اللہ نے) ایمان کو سات حصوں میں رکھا ہے ۱ بِرّ (نیکی) ۲ صدق۔ ۳ یقین۔ ۴ رضا۔ ۵ وفا۔ ۶ علم۔ ۷ حلم۔

(اصول کافی ج ۲ باب ۲ ص ۶۰)

دوسری حدیث میں ہے کہ ان میں سے ہر درجہ کے پھر سات سات درجات ہیں اس طرح ۴۹ درجے ہوئے۔ پھر ان میں سے ہر درجہ کے دس دس درجے ہیں۔ اس طرح ۴۹۰ درجاتِ ایمان ہیں۔ کسی کو ایک درجہ ایمان ملا ہے کسی کو دو درجے کسی کو اسی طرح بتدریج زیادہ۔

جب کسی میں مذکورہ بالا ساتوں حصص ایمان یا کل ۴۹۰ درجاتِ ایمان جمع ہو جائیں تو وہ معصوم بنتا ہے۔ اور انبیاءؑ و آئمہؑ منصوص من اللہ کا ایمان کامل ہوتا ہے جو معصوم ہیں۔ گویا مومنِ حقیقی معصوم و مومنِ کامل ہوتے ہیں جبکہ ہم جیسے گنہ گاروں کا ایمان ناقص (کم یا کمزور) ہوتا ہے اور ہم مومن مجازی یا ناقص الایمان والے ہیں (اللہ تعالےٰ ہمارے ایمان میں اضافہ کیجئے۔ آمین ثم آمین)

ایمان کی سب سے پہلی بنیاد بِر (نیکی) ہے جس کا احوال قرآن میں اس طرح ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ (آلِ عمران : ۹۲)

پس ابراہیم علیہ السلام جو نبی۔ رسول۔ خلیل۔ امام الناس اور معصوم

ہیں۔ کامل الایمان ہیں۔ پھر ہمیں مُسلمین بنا سے مراد کیا ہے۔ سوائے اس کے
کہ کامل فرمانبرداری درعمل مقصود ہے۔

نتیجہ صرف مسلمان یا منافق وہ ہے جو عمل (نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ)
کرتا ہے لیکن اس کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ وہ ایمان
کی بنیاد کے بغیر شک کی حالت میں عمل کرتا ہے جو یقین کی ضد ہے۔

مومن وہ ہے جو ایمان دل میں رکھتا ہے اور اسکی بنیاد پر عمل کرتا ہے۔

اسلام یہ معنون ہے عمل سے۔ تسلیمگی بذریعہ عمل۔

ایمان یہ دل میں ہوتا ہے۔ یقین کامل اور جذبۂ صادق سے۔ جس پر عمل
سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ پس ایمان کے بعد عمل مفید ہے اور
جتنا عمل ہوگا اتنا ہی فرمانبردار (یعنی مسلمان) ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام کامل فرمانبرداری درعمل کی درخواست کرتے ہیں نہ
کہ مسلمان ہونے کی۔ وہ تو ایمان کامل رکھتے ہیں۔ بطور معصوم وحجت اللہ۔

اور ایسے ہی کامل الایمان اور عمل صالح رکھنے والوں کی سلک وسلسلہ اپنی
واسمٰعیل کی اولاد میں بذریعہ دعا مانگتے ہیں۔ جو عصمتِ ابراہیمؑ پر فائز ہو۔
یا جو معصوم مومن ومسلمان اولاد سے معنون ہے (اور انھیں کی نشاندہی بذریعہ
امامت اللہ نے فرمائی کہ ظالم یعنی غیر معصوم امام کا عہدہ میری جانب سے
یعنی نص سے نہ پائیں گے۔)

ابراہیم علیہ السّلام کی دعا آگے بڑھتی ہے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ	اے ہمارے پروردگار ان میں ایک رسول
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ	انھیں میں سے مبعوث فرما۔ جو تیری آیتیں

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
(البقرۃ : ۱۲۹)

ان کو سنائے اور کتاب و حکمت کی انھیں تعلیم دے۔ اور ان کے ظاہر و باطن) کو پاک کرے۔ بے شک تو غالب (اور) حکمت والا ہے۔

معصومین کا سلسلہ

ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ علیہم السلام کی اولاد میں معصومین علیہم السلام کا ایک سلسلہ جاری ہوا اور مسلسل امین روح القدس (صاحبانِ روح القدس) ایک کے بعد دوسرا۔ باپ کے بعد بیٹا اس طرح ہوتے رہے کہ یہ سلسلہ محمدؐ و علیؑ علیہم السلام تک پہنچا۔ یہ ضروری نہیں کہ معصوم کی تمام اولاد معصوم یا صاحبِ روح القدس ہو۔ ہاں صرف وہ معصوم کی اولاد معصوم و صاحبِ روح القدس ہوتی ہے جو خود ہادی ہو جیسے نبی لنفسہ اور اس کی اولاد میں معصوم ہادی صاحبِ روح القدس نے پیدا ہونا ہو۔ پس محمدؐ و علیؑ و آئمہ طاہرینؑ کے تمام آباء آدم علیہ السلام تک سب معصوم صاحبانِ روح القدس و حجت اللہ و ہادیانِ برحق تھے۔ خواہ رسولؑ ہوں آدمؑ و نوحؑ کی طرح یا نبی لنفسہ ہوں دیگر آباء کی طرح۔ چنانچہ ہاشمؑ۔ عبدالمطلبؑ عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ اور عمرانؑ بن عبدالمطلبؑ المعروف ابیطالب علیہم السلام سب معصوم صاحبانِ روح القدس اور حجت اللہ و ہادی اور انبیاء لنفسہم تھے جن میں سے کسی ایک کی عظمت کا انکار یا ہتھک کفر ہے۔ جو ان میں سے کسی ایک کو بھی کافر کہے حقیقتاً وہ کافر ہے اگرچہ لباسِ اسلام میں ہو تو وہ منافق ہے جس کا ٹھکانہ اسفل السافلین جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہے جو عذابِ شدید کی جگہ ہے۔

ابی طالبؑ اور عبدالمطلبؑ حجج اللہ تھے

بالخصوص حضرت ابیطالبؑ اور حضرت عبدالمطلب علیہما السلام کے لئے

اعتقادیہ صدوقؒ میں لکھا ہے۔

وَروی ان عبد المطلب کان حجۃ وابا طالبؑ (اعتقادیہ صدوقؒ ص ۱۹۹)

روایت ہے کہ عبدالمطلبؑ حجت اللہ تھے اور ابو طالبؑ بھی۔

تاریخِ کعبہ

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ
(آل عمران : ۹۶)

بے شک سب سے پہلا گھر جو کل آدمیوں (کی ہدایت) کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو بکہ (بکا کی جگہ) مکہ میں ہے (وہ گھر) برکت والا اور کل عالموں کے لئے ہدایت (کا باعث) ہے۔

اوّل بیت

جب اللہ تعالےٰ نے نور سے پانی کو پیدا فرمایا تو پانی ہی پانی تھا اور کچھ نہ تھا اس کے اوپر نور تھا۔ خالق کُل نے نور ہی سے پانی کے کچھ حصہ کو خشک کر کے ہوا کو پیدا فرمایا۔ پھر ہوا اور پانی کے مدوجزر سے جھاگ پیدا فرمائے جن کو خشک کر کے پتھر اور خاک (مٹی) کو پیدا کیا اور اسی مدوجزر سے بجلی و آگ کو پیدا فرمایا اس طرح کائنات ارضی کی بنیاد رکھی گئی۔

بقولے سب سے پہلا نقطہ ارضی جو اس پانی سے نمودار ہوا وہ جوفِ کعبہ ہے اور پھر کعبہ کا وہ مقام جہاں اس کا کوٹھہ ہے۔ کعب کے معنی بلندی کے ہیں اور پانی سے بلند ہونے والا سب سے پہلے جو قطعہ ارض تھا کعبہ کہلایا۔

ولادت گاہ علیؑ

کعبہ علی علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے علیؑ کہتے ہیں بلند مرتبہ و مقام والے کو اسی نسبت سے بلند جگہ کہلایا۔

(دیکھئے بنیاد اول کعبہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خدا جبرائیلؑ کے بتائے ہوئے نشانات پر خط کھینچ کر کعبہ کا کوٹھہ بہ امداد اسمٰعیلؑ و ملائکہ جبرائیلؑ و میکائیلؑ بنایا اور اس کا حج کیا۔ بعد طواف جہاں ابراہیم علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی اسے مقام ابراہیمؑ اور مصلےٰ کہتے ہیں۔ درحقیقت میں مقام ابراہیمؑ سے مراد امامت انسانی ہے۔ اور مصلے سے مراد انکی ذریت میں مسلسل قیامت تک اسی امامت کا جاری رہنا ہے۔ (نسل اسمٰعیلؑ سے)

حجرِ اسود

یہ ایک نورانی سفید پتھر تھا۔ جس کو جنت سے اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ یہ سفید تھا اور حجر ابیض کہلاتا تھا۔ جب اسے کافروں نے مس کرنا شروع کر دیا اور گنہ گاروں نے گناہوں میں شدت و کثرت کی تو اس کا رنگ سیاہی پکڑنے لگا اور اسے حجرِ اسود کہا جانے لگا۔ اسے بوسہ دینا ثواب عظیم و سنتِ انبیاءؑ و مرسلینؑ و سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و سنتِ آئمہ طاہرین علیہم السلام ہے۔

کعبہ کو بکّہ کہنے کی وجہ تسمیہ

کعبہ وہ مقام ہے جہاں آدم علیہ السلام خواب میں واقعات کربلا کا منظر دیکھنے کے بعد حسینؑ علیہ السلام پر پانچ سو سال تک بُکا کرتے اور روتے رہے۔ بکّہ بُکا سے مشتق ہو کر کہلایا اس سے صرف وہ زمین مراد ہے جو کعبے کے کوٹھے میں محدود ہے جو آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے تر ہوئی۔ باقی شہر کا نام مکّہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۹

حضرت لوط علیہ السّلام

حضرت لوط علیہ السلام نبی مرسل حضرت ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی اور ابراہیمؑ کی شریعت کے پابند تھے۔ آپ لوگوں کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے اور مہمان نوازی کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ مہمانوں کے آگے کھانا رکھ کر امام حسین علیہ السلام کی بھوک پیاس کا اور مہمان بُلا کر ناقدری کرنے والوں کی مذمت کا تذکرہ کرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ شاہراہوں پر آباد بستیوں میں رہتے تھے۔ مسافر گزرتے تو ان بستیوں میں قیام کرتے و مہمان ہوتے تھے اور وہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کی ہدایت پر مہمان نوازی کرتے تھے۔

ابلیس نے انھیں بُخل کی ترغیب دی اور خود ایک خوبصورت لڑکا بن کر لوگوں کو بدفعلی کی طرف راغب کیا اور پھر یہ ترغیب دی کہ مہمانوں کے ساتھ یہ بُرا فعل کیا جائے تاکہ وہ مہمان ہونا ترک کر دیں اور اخراجات کی کمی

ہونے سے وہ لوگ امیر ہو جائیں اس طرح بدبخت لوگ اس قبیح عادت کے باعث خلاف وضع فطری کے عادی ہو گئے اور عورتوں سے بے رغبت ہو گئے۔ پھر ابلیس نے عورتوں کو عورتوں سے خواہشات پوری کرنے کی ترغیب دی۔

کافروں کا اجماع لوطؑ کے خلاف

حضرت لوط علیہ السلام نے لوگوں کو اس بے حیائی کے فعل سے روکا تو انھوں نے اس بات پر اجماع کر لیا کہ لوط علیہ السلام کو مع ان کے خاندان کے اپنی بستی سے نکال دیں۔ اس کا ذکر قرآن میں ہے۔ بدبخت امت یہاں تک سرکشی اختیار کر گئی کہ لوط علیہ السلام کو مہمان نوازی سے روکنے لگی۔ لوط علیہ السلام کے ہاں جو مہمان ہوتا اُسے بھی رواج بنا کر بدفعلی کے لئے طلب کرنے لگی جس کی وجہ سے حضرت لوطؑ اپنے مہمانوں کو چھپانے لگے۔

لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی۔ وہ لوگوں میں حضرت لوطؑ کا راز (کہ مہمان موجود ہے) فاش کر دیتی تھی۔ تاکہ لوگ حضرت لوطؑ کو ستائیں اور وہ بھی تنگ آ کر مہمان نوازی چھوڑ دیں۔

اُمّت کی عورتوں کے لئے بیٹی لفظ کا استعمال

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۝ (لوطؑ نے، فرمایا اگر تم کو کچھ کرنا ہی ہے)

(الحجر : ۷۱)

تو یہ میری (قومی) بیٹیاں موجود ہیں۔
(ان سے نکاح کر لو)

حضرت لوط علیہ السلام کی کوئی صلبی بیٹی نہیں تھی۔ قوم کی بیٹی یا بیٹیوں کو بیٹیاں کہا گیا ہے۔

بیٹیاں ان کی قسمیں ہیں، مثلاً صلبی[1]۔ رضائی[2]۔ ربیبہ[3]۔ اسلامی[4]۔ قومی[5]۔ انسانی[6] (جیسا رشتہ ہو) وغیرہ

قوم لوطؑ پر عذاب

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ

(ھود : ۸۱)

(فرشتوں نے) کہا اے لوطؑ ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں یہ (تمہاری قوم کے لوگ) تم کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے پس تم تھوڑی سی رات رہے اپنے اہل (ممبروں) کو لے کر اس بستی سے نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی پلٹ کے پیچھے نہ دیکھے مگر تمہاری زوجہ ساتھ نہ ہو اس پر بھی وہی (عذاب) پڑے گا جو ان لوگوں پر پڑنے والا ہے۔

نبی کی نافرمان زوجہ کا معذب ہونا

نافرمان ازواج یا زوجہ نبیؑ کی بھی عذابِ خدا سے ہرگز نہیں بچ سکتی۔ بلکہ اس کی سزا اُمتی عورتوں سے دوگنا ہوگی۔ ایک جرم اور جرم پر رضامند ہونے کی۔ دوسرے

نبی کی قربت کا حق ادا نہ کرنے کی۔ (اعتقادیہ)

سبق نافرمان زوجہ حضرت لوطؑ کے اہل میں داخل نہیں ہے۔ جس طرح نافرمان زوجہ اور نافرمان بیٹا حضرت نوحؑ کے اہل میں نہیں تھا۔

ذوالقرنین علیہ السّلام

ان کا نام عَیَاش تھا۔ اللہ تعالےٰ نے انھیں ایک قوم پر مبعوث فرمایا۔ انہوں نے بہ علم عطائے الٰہی (علم الاسماء) واقعاتِ کربلا بیان کئے تو ایک شقی نے ان کے سر پر ایک ایسی زبردست ضرب لگائی کہ وہ شہید ہوگئے۔ پھر سو سال بعد اللہ تعالےٰ نے انہیں زندہ کرکے دوبارہ مبعوث فرمایا۔ آپ نے پھر واقعاتِ کربلا بیان کئے تو مخالف لوگوں میں سے ایک شقی نے ان کے سر کے دوسری طرف سخت ضرب لگائی جس سے وہ شہید ہوگئے۔ سو سال بعد پھر اللہ تعالےٰ نے انھیں زندہ کرکے مبعوث فرمایا ان دو ضربتوں کی جگہ دو شاخیں عطا فرمائیں جن کے درمیان میں خلا تھا۔ ان دو اونچائیوں کی وجہ سے یا دو قرنوں میں دو مرتبہ شہید ہونے کی وجہ سے ذوالقرنین کہلائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغمبری کے ساتھ بادشاہی بھی عطا فرمائی۔ انھوں نے اسمارِ پنجتنؑ پاک کا واسطہ دے کر دعا مانگی کہ انہیں مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے دکھلا دیا جائے جو قبول ہوگئی۔

اللہ تعالےٰ نے انھیں آسمانِ اوّل میں بُلا کر حجابات اٹھا دیئے۔ انہوں نے مشرق و مغرب اور ان کے درمیان جو کچھ زمین پر تھا سب کچھ دیکھ لیا۔ خدا نے انھیں اس زمانے کی ہر چیز کا علم عطا کیا۔ ان کو ایک قطعہ ابر سے تقویت دی۔ پھر زمین پر بھیجا اور وحی کی کہ اطراف مشرق و مغرب کی زمین کی سیر

کرو۔ تمہارے لئے طے ارض آسان کردیا۔ لوگوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا گیا۔ اور لوگ ان کے مطیع ہوگئے۔

یاجوج ماجوج کو روکنے کی دیوار

ذوالقرنین قدرتی پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ پہنچے۔ وہاں کے لوگوں نے ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کی ضرر رسانی کا ذکر کیا اور خراج دینے کا وعدہ کرکے ان کے اور یاجوج ماجوج کے درمیان ایک دیوار بنانے کی درخواست کی۔ ذوالقرنین بولے۔ مجھے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے تمہارے خراج سے کہیں بہتر ہے۔ آپ نے لوگوں سے پہاڑوں کے درمیان لوہے کی چادریں ڈلوائیں اور آگ پھونکی گئی۔ جب لوہا سُرخ انگارا ہوگیا تو اس پر تانبا ڈالا۔ اور ایسی دیوار بنادی کہ یاجوج ماجوج اس پر چڑھ نہ سکیں۔ اب وہ صور پھونکے جانے تک رُکے ہوئے ہیں۔

ایک فرشتہ ذوالقرنین کا دوست تھا اس کا نام رقائیلؑ ہے۔ یہ اُن کا ہم راز بنا۔ ایک روز ذوالقرنینؑ نے اہلِ آسمان کی عبادت کا حال پوچھا رقائیلؑ نے بتایا کہ آسمانوں میں ایک قدم کی جگہ ایسی نہیں مگر یہ کہ اس پر فرشتہ عبادت کر رہا ہے جو قیام میں ہے بیٹھتا نہیں۔ جو رکوع میں ہے وہ سجدہ میں نہیں جاتا جو سجدہ میں ہے سر نہیں اُٹھاتا۔ یہ سُنکر ذوالقرنین بہت روئے اور کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ روئے زمین پر ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی عبادت کرتا رہوں۔ رقائیلؑ نے کہا۔ زمین میں اللہ کا ایک ایسا چشمہ ہے جس کو عین الحیاۃ کہتے ہیں۔ جو اس سے پانی پی لے جب تک نہ مرے گا جب تک خود موت کا سوال نہ کرے۔

ذو القرنینؑ اس چشمہ کی تلاش میں علماء وفقہا کو ساتھ لے کر چلے ایک لشکر کے سردار حضرت خضر علیہ السلام تھے ۔ دریاؤں پہاڑوں ۔ بیابانوں کو عبور کرتے کرتے بارہ سال لگ گئے ۔ پھر ظلمات سے گزرے ۔

بالآخر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں بے شمار چشمے تھے ۔ ذو القرنین نے اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کو ایک ایک نمک لگی مچھلی دی ۔ اور کہا کہ ہر ایک ایک چشمہ سے مچھلی دھوئے ۔ خضر علیہ السلام نے پنجتنؑ پاک کا واسطہ دے کر چشمہ حیاۃ پانے کی دعا کی اور ایک چشمہ سے مچھلی کو دھویا تو وہ زندہ ہو کر چلتی بنی ۔ حضرت خضرؑ نے اس سے پانی پیا ۔ اور مچھلی کا پیچھا کیا ۔ مچھلی ہاتھ نہ آئی پھر ذو القرنینؑ کے پاس پہنچے واقعہ بتایا ۔ پھر اس چشمے کو تلاش کیا ۔ تو نہ مل سکا ۔ ذو القرنینؑ بولے اے خضرؑ وہ چشمہ تمہارے نصیب میں تھا ۔ ہمارے نصیب میں نہیں تھا ۔

ذو القرنین نے حج کیا اور خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی اور مصافحہ کیا ۔

سکندر ذو القرنین

طوفانِ نوحؑ کے بعد پہلے بادشاہ ہوئے جن کی سلطنت مشرق سے مغرب تک تھی ۔ یہ انھیں ذکر حسین علیہ السلام کے انعام کے طور پر بخشی گئی تھی ۔ ذکر حسینؑ کرنے پر دو مرتبہ شہید ہونا اور کل روئے ارض کی بادشاہت ان کی خصوصیت قرار پائی ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر ۱۰

یعقوب اور یوسف علیہما السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل (خدا کا بندہ) ہے اسحاق کے بیٹے اور ابراہیم امام الناس کے پوتے تھے۔ یعقوب عقب سے مشتق ہے اور یہ مضارع کی ہے مراد آئندہ پیچھے آنے والا یا رہ جانے والا۔ آپ ابراہیم کے بعد خصوصیت سے یادگار عزاداری حسین قائم کرنے کے سبب اور یوسف (مثیل حسین) کی فرقت میں یوسف کے پیچھے ماتم کرنے والے کی نسبت سے یعقوب نام والے کہلائے۔

یوسف یہ اسف سے مشتق ہے اسف ماتم کو اسف ماتم کرنے والے کو کہتے ہیں یوسف مضارع مجہول ہے وہ جس کا ماتم کیا جائے۔

جہاں انبیاء و مرسلین نے علم الاسماء (اسماء پنجتن) کی معرفت کے سبب اور خامس آل عبا کے نام پر گریہ کا سبب پوچھ کر اور واقعات کربلا کا کوئی نہ کوئی منظر خواب میں دیکھ کر ابتدائی آزمائش میں امام حسین صاحب

نورِ اول کے عظیم صبر و شکر سے صبر و شکر کی تعلیم پاکر صبر و شکر کی ابتدائی منازل طے کیں اور درجاتِ عالیہ پالئے وہاں اکثر انبیاءؑ و مرسلینؑ نے امام حسینؑ علیہ السلام کی مثل اولاد بھی بغرضِ آزمائش (اور محمدؐ و علیؑ علیہما السلام کے غم میں شرکت کرنے کی غرض سے) اللہ سے مانگی ہے ان میں ایک یعقوب علیہ السلام بھی ہیں۔

جب یعقوبؑ کے گیارہ فرزند ہو گئے تو انہوں نے ذبحِ عظیم امام حسین علیہ السلام کی مثل ایک فرزند کی بارگاہ رب العزت میں درخواست کی اور دعا کی کہ اس فرزند کی محبت مجھے ایسی ہی عطا فرما جیسی کہ محمد مصطفےٰؐ و علیؑ مرتضےٰ کو حسین علیہ السلام سے ہوگی اور مجھے اس کے غم فرقت میں تڑپنے کی توفیق دے تاکہ میں غم محمدؐ و علیؑ علیہما السلام میں شریک ہو سکوں۔

یوسفؑ کا عطیہ

اللہ تعالےٰ نے یعقوب علیہ السلام کو بارہواں فرزند یوسفؑ شبیہِ حسینؑ بناکر اور ان میں امام حسینؑ کے حُسن کا پرتو بخش کر عطا فرمایا اور اس کی محبت یعقوب علیہ السلام کو مثالی بناکر بخشی۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ صاحبِ روح القدس معصوم کو صاحبِ روح القدس معصوم سے محبت بہ نسبت دوسرے لوگوں کے شدید اور زیادہ ہوتی ہے جو فطرت کا بھی تقاضہ ہے اور عصمت کا بھی۔ کہ گنہ گاروں سے اُسے فضیلت دی جائے۔

حقیقی بھائیوں میں حسد کی آگ

یعقوبؑ کی یوسفؑ سے شدید محبت بھائیوں کو کھٹکنے لگی۔ وہ یوسفؑ

کے مقابلہ میں خفت کے احساس میں مبتلا ہونے لگے اور حسد کی آگ آہستہ آہستہ ان کے سینوں میں سُلگتی رہی۔ لیکن یعقوبؑ کی سخت نگرانی کے باعث وہ کوئی حیلہ نہ کرسکے۔ حتیٰ کہ یوسف علیہ السّلام سات سال کے ہوگئے اور انہوں نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج مجھے یا میری طرف سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے یعقوبؑ کو خواب سُنایا تو یعقوبؑ نے نصیحت کی کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا کہ وہ کوئی ضرر رسانی کا ارادہ کرلیں۔

یوسفؑ کی وصایت کا اعلان

اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اے یعقوبؑ تم یوسفؑ کو اپنا وصی قرار دیکر اس کی وصایت کا اعلان کردو اس سلسلہ میں ہر وصی مقرر کرنے والا نبی مرسل حکم الٰہی کے آگے مجبور رہتا ہے اور بوجہ معصوم ہونے کے نافرمانی کرسکتا نہیں۔ چنانچہ یعقوب علیہ السّلام نے حکم خدا کے مطابق یوسفؑ کو اپنا جانشین اور وصی بنا دیا۔ اور یوسفؑ حکم خدا سے یعقوبؑ کے نائب قرار پائے۔

جانشینی کا مسئلہ طے ہوتے ہی ابلیس نے یوسفؑ کے بھائیوں کے سینوں کو پُر کینہ بنادیا۔ اور یہ ترغیب دی کہ سب سے چھوٹا سب پر حاکم بنا دیا گیا ہے۔ اور تم بڑے ہو کر کچھ بھی نہ ہوئے۔ اس کی غلامی کرتے ہوئے تمہیں کیسی سُبکی ہوگی۔ نیز یہ سُجھایا کہ یہ خدا کا حکم نہیں۔ یعقوبؑ اپنی طبیعت اور اُس کے حُسن سے متاثر ہوکر اور شدید محبت کے جذبات ظاہرہ سے مغلوب ہوکر یوسفؑ کی وصایت سب پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ پس ابلیس کی تحریک پر یوسفؑ کے بھائی ہی قابیل ملعون کی طرح اپنے بھائی کے دشمن بن گئے اور ان کے غلط تاثرات کو بھی قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے۔

إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۚ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
(یوسف : ۸)

(یاد کرو) جب وہ (برادرانِ یوسفؑ) کہنے لگے کہ یقیناً یوسفؑ اور اس کا بھائی ہماری بہ نسبت ہمارے باپ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط گروہ ہیں۔ یقیناً ہمارا باپ کھلم کھلا گمراہی میں ہے۔

نبیؑ پر تہمتِ گمراہی بسلسلۂ وصایت

ابلیس کی تحریک

یہ ابلیس کی تحریک ہے کہ وصی کے معاملہ میں نبیؑ کو اُمت کے مُنہ سے گمراہ کہلوائے (خاتم النبیینؐ کے اوپر بھی وصی کے معاملہ میں صحابہ سے یہ تہمت ابلیس نے لگوائی (دیکھئے بیانِ نزول والنجم باب اغراض بعثِ رسالتِ محمدیہؐ)

بہرحال اس کے بعد یوسفؑ کے بھائی یعقوبؑ سے چھُپ چھُپ کر اجماع اور میٹنگیں کرنے لگے اور ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے تھے کہ یوسفؑ کو کسی صورت چُرا کر ہلاک کر ڈالیں۔ لیکن یعقوبؑ کی سخت نگرانی کے سبب ایسا نہ کر سکے تو سب کے سب مل کر یعقوبؑ کو مجبور کرنے آگئے کہ یوسفؑ کو ان کے ساتھ شکار یا سیر و تفریح کے لئے بھیج دیا جائے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۝ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ قَالَ إِنِّي

(برادرانِ یوسفؑ) کہنے لگے کہ بابا جان یہ کیا بات ہے کہ آپ یوسفؑ کے معاملہ میں ہم پر قطعاً اعتماد نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر طلب ہیں۔ کل صبح اسے

يَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

(یوسف : ۱۱ تا ۱۴)

ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے۔ اور ہم اس کی ضرور حفاظت کریں گے۔ (یعقوبؑ نے) فرمایا مجھے رنج ہوگا کہ تم اسے لے جاؤ اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ اور تم اس سے غفلت میں ہو۔ وہ بولے ہم مضبوط گروہ میں۔ اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم تو گویا بالکل نکمے ہی رہے۔

برادران یوسفؑ یعقوبؑ کو مجبور کرکے یوسفؑ کو ان کی تحویل وحفاظت سے نکال کر لے گئے اور جنگل بیابان میں پہنچے۔

اولادِ نبیؑ کا اجماع امرِ باطل کیلئے

اجماع بیابان میں جاکر سب نے اجماع کیا اور یوسفؑ (نبی) کے قتل کرنے کی تجویزیں کرنے لگے۔ لاوی (پسر یعقوبؑ) نے رائے دی کہ یوسفؑ کو قتل کرنے کے بجائے کسی کنوئیں میں پھینک دو۔ کہ ڈوب جائے اور یوسفؑ کی قمیص پر بکری کے بچے کا خون لگالو۔ باپ سے کہہ دیں گے کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ اس مشورے پر سب کا اجماع ہوگیا۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ

(یوسفؑ : ۱۵)

جب وہ (نبی زادے) اس (یوسفؑ) کو (ویرانی میں) لے گئے تو اس بات پر اجماع کرلیا۔ کہ اسے گہرے کنوئیں میں

پھینک دیں ۔

پس انہوں نے یوسفؑ کی قمیص اُتار لی اور یوسفؑ کو ایک گہرے کنوئیں میں دھکیل دیا۔ پھر اس قمیض پر بکری کے بچہ کو ذبح کرکے خون آلود کیا۔ اور بہانہ بازی پوری کرکے شام کو جھوٹا رونا روتے ہوئے آئے اور یعقوبؑ سے بولے ہم دوڑ لگا رہے تھے کہ بھیڑیا یوسفؑ کو کھا گیا اور قمیض خون آلود پیش کر دی جس کا قرآن میں ذکر ہے ۔

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ (یوسفؑ : ۱۸)

اور وہ اس (یوسفؑ) کے کُرتے پر جھوٹا خون لگا لائے (یعقوبؑ نے) فرمایا یہ بات تم نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے۔ لہذا صبر ہی بہتر ہے۔

قابلِ غور باتیں جھوٹا رونا ۔ جھوٹا خون اور صبر

۱۔ جھوٹا رونا

یوسف قتل نہیں ہوئے تھے وہ جھوٹے بہانے کے لئے رو رہے تھے اس لئے ان کا رونا جھوٹ تھا۔

حدیثِ رسولؐ امام حسینؑ پر رونے کیلئے

من بکا علی الحسینؑ او ابکی او تباکی فوجبت له الجنه ۔

جو حسینؑ پر روئے یا رلائے یا رونے کا مُنہ بنالے اس کے لئے جنت واجب ہے ۔

شہیدِ راہِ خدا بالخصوص حسین علیہ السلام

جن پر رونا ظلم کے خلاف جہاد ہے اور باعثِ نجات ہے ۔ چونکہ وہ واقعی بہ ظلم وجور قتل کئے گئے ۔ اس لئے ان کے غم میں رونے کا

مُنہ بنانا (اظہارِ غم) بھی سچائی کا ساتھ دینا ہے جو سچائی کے اظہار میں حصہ دار ہوتا ہے۔ جھوٹے بیان پر رونا (فی الحقیقت رونا بھی) جھوٹا رونا ہے اور حقیقت کے بیان پر بظاہر رونے کا مُنہ بنانا بھی حقیقت کا ساتھ دینا ہے۔

۲- جھوٹا خون

اگرچہ یوسف کی قمیص پر خون ہی تھا رنگ نہ تھا۔ لیکن جھوٹ کی نشانی تھا اس لئے جھوٹا خون کہلایا۔

علم - تعزیہ - ذوالجناح

اگرچہ ان پر خون کے بجائے رنگ ہوتا ہے لیکن وہ سچ کی اور ذبحِ عظیم کی نشانی ہے اس لئے وہ مِن شعائر اللہ ہے اس کی تعظیم واجب ہے اسے جھوٹا خون کہنا کفر ہے۔ وہ سچ اور سچی شہادت کی نشانی ہے اُسے جھوٹ سے نسبت دینا سچ کی تکذیب ہونے کی بنا پر کفر ہوگا۔

جھنڈا یا علم

امام حسین علیہ السلام (یا عباسؑ) کی نشانی علم راہِ خدا میں قربانی کی نشانی و یادگار مِن شعائر اللہ ہے اور دنیاوی و سیاسی جھنڈے شعائرِ شیطانی ہیں۔ اور باطل کی نشانیوں کی تعظیم باطل و بُت پرستی ہے جبکہ شعائر اللہ کی تعظیم خدا پرستی ہے بروئے حکم خدا۔ اور دلوں (قلوب) کے لئے تقوے کا سبب ہے (القرآن)

۳- صبر

استقامت کو کہتے ہیں۔ یہ رونے کو مانع نہیں بشرطیکہ گریہ معصوم شہید یا زندہ معصوم کی تکلیف و فرقت میں ہو۔ غیر معصوم پر گریہ ماسوا فطرت کے تقاضہ کے حرام ہے غیر معصوم کا نوحہ و ماتم حرام ہیں جبکہ معصوم و شہید راہِ خدا کا نوحہ و ماتم ثواب ہے جس کا مطلب ظلم کے خلاف جہاد ہے۔

خصوصیاتِ امام حسین علیہ السلام

شہید راہِ خدا اور بھی بہت سے انبیاء و اوصیاء و آئمہ ہیں۔ لیکن صرف امام حسین علیہ السلام پر گریہ و نوحہ و ماتم و یادگار و جلوس بوجہ ہونے احیائے دینؑ۔ ظلم کے خلاف جہاد۔ صبر و شکر الٰہی در مصائب کی تعلیم اور سنتِ آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ یعنی سنتِ انبیاء۔ اور سید شباب اہل الجنۃ جنت کے سردار سے ہمدردی و محبت کا باعث ہے اس لئے ان کے غیر کے لئے یا غیر معصوم کے لئے یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ کیونکہ ان اعمال میں امام حسین علیہ السلام کے برابر کسی کو عملاً بنانا باعثِ گمراہی و شرک ہے اللہ کے اختیار میں۔ اس لئے کہ یہ مقام خصوصاً اللہ نے امام حسین علیہ السلام کو بخشا ہے احیائے دین کے لئے بطور یادگارِ سنتِ انبیاءؑ بنا کر۔

جلوس

امام حسین علیہ السلام کے ماتم کا جلوس ظلم اور ظالم کے خلاف احتجاج ہے

زندہ معصوم پر گریہ[1] و نوحہ[2] و ماتم[3] سنتِ نبیؑ[4] ہے

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ (یوسف : ۸۴)

اور (یعقوبؑ نے ظالموں سے) منہ پھیر لیا اور کہا ہائے یوسفؑ اور غم و اندوہ (گریہ کی کثرت) سے ان (یعقوبؑ) کی دونوں آنکھیں سفید

ہوگئیں۔ اس لئے کہ وہ رنج کو ضبط کرنے والے تھے۔

نوحہ کی تعریف بلند آواز یا اعلانیہ الفاظ میں غم کے اظہار کو نوحہ کہتے ہیں یَا اَسَفیٰ نوحہ ہے۔ (سنتِ نبیؐ)

سنّتِ رسولؐ وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(رسولؐ نے فرمایا معصوم فرزند کے لئے) اے ابراہیمؑ ہم تمہاری فرقت میں غمگین ہیں۔ (نوحہ معصوم کا سنّتِ رسولؐ ہے فرقتِ معصوم میں)

زندہ معصوم کا ماتم سنتِ نبیؐ ہے

اسف عربی زبان میں اسف ماتم کو کہتے ہیں (اپنے آپ کو مضروب کرنا چاہے ہاتھوں سے ہو یا کسی دیگر شے سے) حضرت یعقوبؑ نے معصوم یوسفؑ زندہ کا سر پیٹ کر ماتم کیا۔ وضع الید علی الراس (مدارج النبوۃ) اور گریہ ظاہر ہے آنکھیں سفید ہونے اور حزن کے الفاظ در قرآن سے۔

حقیقی گریہ و نوحہ و ماتم حسینؑ پر تھا یوسفؑ تو شبیہہ تھے)

حضرت یعقوب علیہ السلام واقعاتِ کربلا۔ اور ذکرِ حسین علیہ السلام کو سامنے رکھ کر روتے تھے جبکہ یوسفؑ تو ایک نشانی تھے امام حسینؑ علیہ السلام کی۔ جیسے ذوالجناح یا علم یا تعزیہ نشانیٔ حسینؑ کو سامنے رکھ کر رونا۔ جہاں تک یوسفؑ کی ذات کا تعلق ہے یعقوبؑ جانتے تھے کہ وہ زندہ ہیں بردۓ علمِ نبوت۔ اور انہوں نے بہانہ یہ کہہ دیا تھا کہ بھیڑیے کا کھانا تم نے خود گھڑا ہے۔

قمیض کا صحیح سالم ہونا

عام انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر بھیڑیا کھاتا تو قمیض اس کے پنجوں سے پھٹ جاتی لہذا یہ بات جھوٹ ہے۔ پھراتنی شدت سے نوحہ۔ ماتم۔ گریہ کہ آنکھیں سفید ہوجائیں ہلاکت کا اندیشہ ہو یوسفؑ پر نہیں غم حسینؑ پر تھا یوسفؑ تو نشانی تھے۔

زندہ رسولؐ کا ماتم اور خون بہانا اپنے ہاتھوں

اویس قرنیؓ

اویسؓ قرنی نے جنگِ اُحد میں رسولؐ کے دانت شہید ہونے کو سُنکر اپنے ہاتھوں اپنے دانت توڑ کر مضروب کیا اور خون بہایا تو اللہ کے رسولؐ نے اس ماتمدارِ معصوم کے لئے بشارت دی۔

جنّت کی بشارت

مشکوٰۃ میں ہے کہ رسولؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اویسؓ قرنی سے اپنی مغفرت کی دعا کرائیں۔ خدا اس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (نیز یہ کہ وہ جنتی ہے)

معصوم کا نوحہ و ماتم اسکی محبت کی نشانی ہے

قرآن سے ثابت ہے کہ یعقوبؑ نبی معصوم یوسفؑ کی فرقت پر گریہ و نوحہ و ماتم کرتے تھے کیونکہ ان سے شدید محبت تھی۔

معصوم مظلوم کے ماتم سے روکنے والے دشمن اور ظالم ہوتے ہیں

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ

(یوسف کے دشمن بھائی) کہنے لگے بخدا آپ ہمیشہ یوسفؑ ہی کا تذکرہ کرتے

(یوسف : ۸۵) رہیں گے یہاں تک کہ بیمار ہو جائیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے

ظالم لوگ ذکرِ مظلوم کیوں نہیں چاہتے

ذکرِ مظلوم سے روکنے کی وجہ

مظلوم کا ذکر ظلم و ظالم سے نفرت پیدا کرتا ہے اور ظالم کا ضمیر ظلم کا ذکر کرتے ہی اس پر لعنت ملامت کرتا ہے جس کی روحانی تکلیف سانپ، بچھو کے ڈسنے سے بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہ مظلوم کا ذکر بند کرانا چاہتا ہے لیکن مظلوم کے ذکر سے ظلم و ظالم سے نفرت پیدا ہونے کی وجہ سے معاشرہ کی تطہیر ہوتی ہے اور ظلم سے گریز کرنے کا سبق ملتا اور عبرت پیدا ہوتی ہے۔

مشابہتِ قلبی

بہت سے لوگ جو ظالمین سے مشابہتِ قلبی رکھتے ہیں وہ مظلوم کے ذکر سے جلتے یا روکتے ہیں اور وہ ظالموں کی طرفداری کی بدولت جہنم میں جائیں گے۔ جس کا قرآن میں واضح ذکر ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ (ھود : ۱۱۳)

اور ظالموں کی طرفداری نہ کرو ورنہ جہنم تمہیں کھینچ لے گا۔ (جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے۔)

شبیہہِ حسینؑ یوسفؑ کی قربانی کی ضرورت نہیں تھی

نہ تو اسمٰعیلؑ کے ذبح ہو جانے سے کوئی فائدہ تھا نہ یوسفؑ کی ہلاکت سے دینِ اسلام کو کوئی فیض پہنچتا ہے اس لئے اسمٰعیلؑ بھی بچا لئے گئے اور یوسفؑ بھی۔ جب یوسف علیہ السلام کنوئیں میں پھینکے گئے۔ جبرائیلؑ نے بحکمِ الٰہی انہیں اپنے پروں

پرلے لیا۔ جب برادرانِ یوسفؑ چلے گئے ایک قافلہ اس کنوئیں کے پاس سے گزرا۔ اس نے پانی کے لئے ڈول ڈالا تو جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو ڈول میں بٹھا دیا اور قافلہ والوں نے یوسفؑ کو نکالا تو اُن کے حُسن سے بڑے متاثر ہوئے اور ان میں یہ تنازعہ پیدا ہوگیا کہ کون یوسفؑ کو لے۔ ہر شخص یوسفؑ کا متمنی تھا اور کئی آدمیوں نے ڈول مل کر کھینچا تھا۔ چنانچہ فیصلہ ہونے تک قافلہ وہاں ٹھہرا رہا۔

برادرانِ یوسفؑ کی دشمنی ونفرت کی دوسری حرکت

ظالم کو ڈھیل

جب انسان ظلم (دانستہ) کرتا ہے صراطِ حق گُم ہو جاتی ہے اور اس پر ظلم ہی کے راستے کھُلنے کی ڈھیل مل جاتی ہے برادرانِ یوسفؑ دوسرے دن اس نیت سے کنوئیں پر آئے کہ یوسفؑ کی ہلاکت کا یقین حاصل ہو جائے تو کیا دیکھا کہ یوسفؑ کو قافلہ والوں نے نکال لیا ہے۔ وہ قافلہ والوں سے یوسفؑ کو چھین نہیں سکتے تھے فوراً بہانہ گھڑ کر بولے "یہ ہمارا غلام ہے جو بھاگ گیا تھا۔ اگر تم اسے لینا چاہتے ہو تو اس کی قیمت ادا کرو۔ چنانچہ انہوں نے چند کھوٹے سکّوں میں یوسفؑ کو ایک آدمی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جبکہ یوسفؑ اس معاملہ میں (بحکمِ الٰہی) خاموش رہے۔

تقیہ

یوسفؑ کی خاموشی تقیہ تھی تحریک للحق یہ تھی کہ جان بچ جائے اگر دشمن بھائیوں کے ہاتھ آئے تو قتل ہو جائیں گے اور ابطالِ باطل یہ تھا کہ دشمن بھائی انھیں حاصل کرنے و قتل کرنے میں ناکام ہو گئے۔ اور ردِ کبیرہ تھا کیونکہ قتل کبیرہ گناہ ہے۔

اقل بین القبیحتین

یوسفؑ کے سامنے دو قبیحے تھے (قتل[۱] و قاتل۔ یا فروخت[۲] ہونا) آپ نے چھوٹے قبیحہ سے بڑے

قبیحہ قتل کا رد کر دیا۔ اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔

حجتؑ اللہ (نبی) کا وزن

ابو حمزہ ثمالی کی تفسیر میں ہے کہ خریدار کا نام مالک بن زعر تھا۔ اس نے باوجود برکت و خوشحالی دیکھنے کے لالچ میں آکر عزیزِ مصر کے ہاتھوں یوسفؑ کو بیچنے کا سودا کیا۔ قیمت یوسفؑ کے ہموزن دولت ٹھہری۔ لیکن جب ترازو میں رکھ کر یوسفؑ کا وزن کرنا چاہا تو دُنیا کی دولت کا انبار بھی حجتؑ اللہ (صاحبِ روح القدس) کے ہموزن نہ ہو سکا۔

کلمۃ اللہ کا وزن

یوسفؑ نے عزیزِ مصر کے دریافت کرنے پر بتایا کہ کلمۃ اللہ (صاحبِ روح القدس) کا وزن ساری دنیا کی دولت نہیں ہو سکتی۔ تم مال اُتار کر دوسرے پلڑے میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھ کر ڈال دو وزن برابر ہو جائے گا۔ اس کا تجربہ کیا تو یہ بات سچ نکلی۔ بالآخر عزیزِ مصر نے مالک بن زعر سے کہا جتنی دولت اُٹھا سکتا ہو لے لے۔ اس نے (سو اونٹوں کی قیمت کے برابر) مال اُٹھا لیا۔ اور یوسفؑ عزیزِ مصر کے ہاتھوں میں چلے گئے۔

یعقوبؑ کا ترکِ اولیٰ آلِ محمدؐ کا ترکِ اولیٰ سے اجتناب

ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اپنی کنیز سے تاکید کی کہ کوئی سائل ہمارے دروازے سے خالی نہ جانے پائے اور سب کو کھانا کھلاؤ۔ میں نے عرض کی کہ مولیٰ ہر سائل مستحق نہیں ہوتا۔ فرمایا یہ بھی تو ممکن ہے کہ تم جسے غیر مستحق سمجھ رہے ہو وہ مستحق ہو۔ پھر فرمایا

یعقوبؑ کا ترکِ اولیٰ یعقوبؑ علیہ السلام کی عدم تاکید کے باعث ان کے عیال کی غفلت سے ایک مستحق ان کے دروازے سے خالی چلا گیا۔ جس کی بنا پر (بلحاظ کمی کردار یعنی ترکِ اولیٰ) ان کی آزمائش کا دور شروع ہوگیا (تاکہ وہ صبر شکر کی منزلیں طے کرکے اعلیٰ کردار پر فائز ہوسکیں)

نزول سورۃ دھر

پنجتنؑ پاک پنجتنؑ پاک نے تین روز تک پانی سے روزہ افطار کیا اور صرف اپنا کھانا محدود ہونے کے باوجود کسی سائل کو خالی نہ جانے دیا۔ اگرچہ اپنا کھانا دے کر بھوکا رہنا واجب نہ تھا لیکن سائل کا خالی جانا ترکِ اولیٰ تھا۔ اس لئے ان کی عظمت کے لئے سورۃ دہر نازل ہوئی۔

چہاردہ معصومین کے امتحانات

صاحبانِ نورِ اول (صاحبانِ آیتِ تطہیر) ترکِ اولیٰ سے پاک ہیں اور آدمؑ تا عیسیٰؑ ان کے پسینہ کی پیداوار ہیں (حیاۃ القلوب) ان کے امتحانات ان کی بزرگی (صاحبِ تطہیر ہونے) کی معرفت کرانے کے لئے تھے کہ ان میں نقص کا تصور حرام ہوسکے۔

عصمتِ یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام عزیزِ مصر کے ہاں جوان ہوئے۔ تو عزیزِ مصر کی زوجہ زُلیخا حضرت یوسفؑ کے حُسن و جمال سے مُتاثر ہوکر فریفتہ ہوگئی۔ اس نے

مکان کے دروازے بند کرکے یوسف علیہ السلام سے بُری خواہش پورا کرنے کی کوشش کی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا پورا پورا رد کیا۔ اس سے دُور ہونے کے لیے دروازے کی طرف دروازہ کھولنے کے لیے بھاگے۔ اس نے یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پکڑی جو بھاگنے کی وجہ سے پھٹ گئی۔ یوسفؑ نے دروازہ کھول دیا اور عین اس وقت دروازے پر عزیزِ مصر موجود تھا۔ قرآن میں اس کا ذکر موجود ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۚ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۚ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝
(یوسف : ۲۴)

اور بیشک اس (زلیخا) نے اس (یوسفؑ) کا ارادہ (بد) کیا اور اس (یوسفؑ) نے اس (زلیخا) کا رد کر دیا کیوں ایسا نہ ہوتا کہ وہ اپنے رب کی برہان (عصمت) پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ اسی طرح ہم ضرور اس سے بدی و بے حیائی کو دُور رکھے ہوئے تھے۔ بہ تحقیق وہ ہمارے مخلص (معصوم) بندوں میں سے تھے۔

قرآن اور عربی زبان میں پورے پورے رد کا طریقہ

قرآن اور عربی زبان میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ پورے پورے رد کے لئے اسی لفظ کو لوٹا کر بیان کر دیا جاتا ہے مراد فعلِ بد میں شرکت نہیں ہوتی فعلِ بد کا رد ہوتا ہے۔

مثال

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ
(النساء : ۱۴۲)

بیشک منافق اللہ کو دھوکا دیتے ہیں اور اللہ ان کے دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے (یعنی پورا پورا رد کرنے والا ہے)

منافق لوگ حقیقتِ ہادی (نورِ ہدایت۔ رُوح القدس نمائندۂ الٰہی) کو نہیں ماننے صرف ظرفِ ہدایت لباسِ بشریت کو مان کر دھوکا دیتے ہیں نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ بشریت کو رسُول اللہ کہہ رہے ہیں۔

دھوکے کا رد اس کا پُورا پُورا رد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھ کر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ جہاد وغیرہ کی شقتیں برداشت کرتے رہیں اور دھوکے میں رہتے ہوئے سب کام کریں۔ لیکن انجام کار انھیں (حقیقتِ ہادی۔ نورِ ہدایت۔ رُوح القدس کے نہ ملنے کی وجہ سے) جہنّم کے نچلے طبقہ میں جانا ہے گویا وہ خود دھوکا کھا کر عمل کرتے رہے۔

پس یوسف علیہ السلام کا زلیخا کے ارادے کا رد کرنا هَمَّ بِهَا سے مُراد ہے نہ کہ موافقت۔ اور زلیخا کا رد قمیض کا پیچھے سے پھٹنا قرآن ہی سے ثابت ہے۔

اللہ کی جانب سے ایک ہی شہید کافی ہے بلا لحاظ عمر

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا الخ

اور اس (زلیخا) کے کنبہ سے ایک (شیر خوار) گواہ نے گواہی دی الخ

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ

(یوسف: ۲۷/۲۸)

اگر اس (یوسفؑ) کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہو تو وہ (زلیخا) جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچوں میں سے ہے۔ پس جب اس (عزیزِ مصر) نے دیکھا کہ اس (یوسفؑ) کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے۔

عصمتِ یوسفؑ پر شاہدین

اللہ کی شہادت کہ یوسفؑ سے بدی و بے حیائی کو ہم نے دُور رکھا ہوا تھا۔

نیز یہ کہ وہ مخلص (یعنی معصوم صاحبِ روح القدس) تھے۔ بچہ کی شہادت (قمیض کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا)۔ زلیخا کی شہادت بعد کھلنے حقیقت فَاسْتَعْصَمَ ط (یوسف: ۳۲) ابلیس کی شہادت کہ وہ اللہ کے مخلص بندوں کو نہیں بہکا سکتا (الحجر: ۴۰)۔ یوسفؑ کی شہادت مَعَاذَ اللّٰہِ (یوسف: ۲۳) زنانِ مصر کی شہادت اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف: ۳۱) عزیزِ مصر کی شہادت كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ (یوسف: ۲۹)

الحدیث — العمل بالنیۃ (صحیح بخاری) عمل نیت کے ساتھ ہے۔ اگر یوسف نیتِ بد ارادہ کر لیتے تو معصوم نہ رہتے۔

اَلرَّاضِیْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِیْهِ مَعَهُمْ (نہج البلاغہ) — جو کسی کے فعل پر راضی ہے مثل ہے اس فعل میں داخل ہونے کے۔

نتیجہ — یوسف علیہ السلام نہ زلیخا کے فعلِ بد پر راضی ہوئے نہ نیت بد کی۔ بلکہ زلیخا کی رضا و نیتِ بد کا رد کرنے والے تھے۔

عصمت — یہ روح القدس (نور) کا خاصہ ہے جس میں گناہ کی ظلمت نہیں ہوتی۔

گناہ کے رد کی سزا دنیاداروں کی جانب سے

حضرت یوسفؑ نے گناہ کا رد کیا تو زلیخا کے جھوٹے الزام پر قید خانہ میں بھیج دیئے گئے۔ انہوں نے حالتِ قید میں بھی تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کیا۔ ہادی کا وجود کسی حال میں عبث نہیں ہوتا ظاہر ہو یا غائب۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ — اے میرے قید خانے کے ساتھیو آیا جدا جدا (بہت سے) رب اچھے ہیں یا اللہ

(یوسف : ۳۹) جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے

نبی کا صحابی ہونا

نبی کا صحابی ہونا کسی صحابی کے ایمان اور صحت عمل ہونے کی دلیل نہیں۔ مشرک۔ کافر۔ منافق مومن ہر قسم کے لوگ صحابی (ساتھ رہنے والے) ہو سکتے ہیں۔

تعبیرِ خواب اور معصوم ہادی کے فرمان کا اٹل ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید میں دو اشخاص نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی ایک نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں انگور نچوڑ کر شراب بنا رہا ہوں۔ دوسرا بولا میں نے دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔

تعبیرِ یوسفؑ

یوسفؑ نے شراب کی خواب دیکھنے والے سے فرمایا تو (آزاد ہو کر) اپنے مالک کو شراب پلائے گا۔ دوسرے سے کہا تجھے پھانسی ہوگی اور تیرے بھیجے سے پرندے کھائیں گے وہ فوراً بولا میں نے تو جھوٹ کہا ہے کوئی خواب نہیں دیکھی۔

اللہ کا فیصلہ معصوم کے قول کی تصدیقِ عملی

قُضِیَ الْاَمْرُ (یوسف : ۴۱) معاملہ (فیصلہ) طے ہو چکا اور وہی ہو کے رہا)

توضیح لفظ رب اور غیر معصوم وسیلہ کی ناکامی

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف ۴۲) اور جس کی نجات کا گمان تھا اس سے (یوسفؑ نے) فرمایا اپنے مالک سے

میرا ذکر کر دینا۔

توضیح رب رب کا لفظ بمعنی مربی (ماں باپ) مالک۔ آقا کئی قسم کے لوگوں کے لئے قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ رب کا لفظ یا قرآن کے الفاظ تو ظرف یا لباس ہیں ان کی رُوح ان کا صحیح صحیح معنیٰ و مقصود ہے۔ جو عالم القرآن اہلبیتؑ علیہم السلام سے ملے گا جنھیں اللہ کے رسولؐ نے قرآن کے ساتھ حدیث ثقلین کی رُو سے اُمّت کی ہدایت کے لئے اپنے بعد قیامت تک کے لئے چھوڑا ہے۔ (یعنی آئمہ معصومین از علیؑ تا مہدیؑ) وہ مشیت اللہ کے ظرف دفانوس ہیں جو یہ بتائیں گے کہ کہاں کس لفظ سے منشاء الٰہی کیا ہے۔

غیر معصُوم وسیلہ کی ناکامی اور اسکے بیان کرنے میں حکمت

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ قرآن میں عبث بیان نہیں کیا گیا۔ ہدایت للناس کے لئے مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ حضرت یوسفؑ خود معصوم نبی ہیں۔ لیکن جب انھوں نے خود اور غیر معصوم کو اپنی رہائی کے لئے وسیلہ بنایا تو وہ ناکام ہو گیا۔ اور وہ آزاد ہونے والا قیدی آپ کا ذکر کرنا بھول گیا اور حضرت یوسفؑ عرصہ دراز تک مزید قید میں رہے۔

سبق اس سے سبق یہ دیا گیا ہے کہ وسیلہ خود بنانا اور غیر معصوم کو بنانا اگر معصوم نبی کے لئے بھی بے سود ہے۔ تو غیر معصوم اور گنہ گار کا خود بنانا یا غیر معصوم کو وسیلہ بنانا کب فیض پہنچا سکتا ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے برسوں صبر و شکر سے کام لیا تو بحکم خدا جبرائیلؑ نازل ہوئے اور جبرائیلؑ نے یوسفؑ کو اللہ کا حکم پہنچایا کہ میں اپنے مقرر شدہ وسیلہ پنجتنؑ پاک (علم الاسماء کے مسمّیٰ حضرات) کو اختیار کر کے اور ان کے حق کا واسطہ

دے کر جو دعا مانگی جائے اُسے قبول کرتا ہوں۔ جیسے کہ تمہارے جد آدمؑ کی دُعا قبول کی تھی۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام نے پنجتنؑ پاک کے حق کا واسطہ دے کر دُعا مانگی کہ بار الہا مجھے اس قید خانے سے نجات دے اور عزیزِ مصر کا مصاحب بنا کر بادشاہت عطا فرما۔ پس یہ دُعا قبول ہوگئی۔

عزیزِ مصر کا خواب اور اسکی تعبیر

عزیزِ مصر نے خواب دیکھی کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنھیں سات دُبلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں۔ اور سات ہری بھری بالوں پر سات سوکھی بالیں غالب آگئیں۔ وہ خواب دیکھ کر بہت پریشان ہوا۔ لوگوں سے تعبیر پوچھی تو کوئی نہ بتا سکا۔ وہی سابقہ قیدی بولا۔ یہ تعبیر میں معلوم کر کے آتا ہوں قید خانے میں آکر اس نے حضرت یوسفؑ سے تعبیر پوچھی۔ آپ نے علم الاسما (جس علم پر نبوت کی بُنیاد ہے) کی بدولت تعبیر بتائی۔

تعبیر سات سال تک کھیتی باڑی میں خوب فصل ہوگی۔ جتنی اخراجات سے فاضل ہو اسے بالوں میں ہی رہنے دینا اور حفاظت سے رکھنا پھر سات سال تک خشک سالی آئے گی اُن میں وہ سب جمع کیا ہوا غلہ تم کھا جاؤ گے"۔

عزیزِ مصر (بادشاہ) نے یہ تعبیر سُنی تو سکون محسوس کیا بے چینی دُور ہوئی۔ پھر اس نے تعبیر بتانے والے یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے بلوا کر اپنے خزانوں پر متعین کیا اور مصاحب بنالیا۔ بادشاہ لاولد تھا اس کے مرنے پر یوسف علیہ السلام بادشاہ بنے۔

معصوم سے محبّت کا انجام

زلیخا اگر کسی غیر معصوم سے محبت کرتی تو بدکاری میں ملوث ہوجاتی۔ لیکن وہ عزیزِ مصر کے نامرد ہونے کے باعث اور پاک دامن ہونے کے باعث کنواری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ محبت اللہ (صاحبِ روح القدس) کی محبت رائیگاں جائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یوسفؑ کو حکم دیا کہ زلیخا کو دربار میں بلاؤ اور اس سے محبت کا سبب دریافت کرو۔ زلیخا جو مسلمان ہوچکی تھی اور بہت بوڑھی تھی۔ بولی میں نے خدا کے نُور (حُسنِ محبت اللہ) سے محبت کی تھی کسی خاکی خاطی انسان سے محبت نہیں کی۔ یوسفؑ بولے اگر تم سیدالانبیا محمد مصطفےٰؐ کے نواسے حسینؑ ابن علیؑ کے نُور) کی زیارت کرلیتیں تو تمہارا کیا حال ہوتا جبکہ میں تو اُن کے نُور کے سورج کی ایک کرن ہوں۔ زُلیخا بولی صَدَقْتَ آپ نے سچ فرمایا ہے یوسفؑ بولے۔ تم کیسے سمجھ گئیں کہ میں نے سچ کہا ہے۔ زلیخا بولی ایک تو اس لئے کہ اللہ کے نبیؑ کی اطلاع ہے جو غلط نہیں ہوسکتی۔ دوسرے جس کا تم نے نام لیا میرا دل اس کے لئے فرطِ محبت سے بے چین ہوکر جُھک گیا ہے اور اس کی محبت کا اثر تمہاری محبت پر بھی غالب آچکا ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ رحمتِ پروردگارِ عالم جوش میں آئی۔ بیک لمحہ زُلیخا جوان اور حُسن وجمال کا پیکر بن گئی اور یوسفؑ کو حکم ہوا کہ اس سے شادی کرلو۔ یوسف علیہ السلام نے زُلیخا سے شادی کی (البرُہان)

سچّے نبی کا شاہدِ اوّل

حضرت یوسفؑ تختِ شاہی پر متمکن ہوئے تو ارشادِ ربّ العزت ہوا کہ

اے یوسفؑ فلاں محلہ میں ایک نوجوان بشیر نامی رہتا ہے اسے بُلا کر اپنا وزیر بنالو۔ یوسفؑ نے پوچھا۔ بارِ الہٰا اس میں کونسی ایسی خوبی ہے جس کی بنا پر تونے یہ حکم دیا ہے۔ ارشاد ہوا، یہ وہی بچہ ہے جس نے گھوارے میں تمہاری پاک دامنی اور صداقت کی شہادت دی تھی۔ یوسف علیہ السلام نے بشیر کو بلوا کر اپنا وزیر بنالیا۔

اولادِ یعقوبؑ کا غلہ خریدنے کیلئے آنا

مُلک شام میں قحط سالی کے باعث اولادِ یعقوبؑ مصر میں غلہ خریدنے آئی۔ مصر میں غلہ شاہی دربار میں فروخت ہوتا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔ جبکہ ان کے بھائی رعبِ شاہی کی وجہ سے نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا۔ کیا تمہارا اور بھی کوئی بھائی ہے جو ساتھ نہیں آیا۔ وہ بولے جی ہاں ہمارا ایک بھائی تو یوسف نامی تھا جو گُم ہوگیا اور ایک اس کا مادر زاد بھائی بن یامین ہے جس کی محبت میں ہمارا باپ اتنا بہک چکا ہے کہ اپنے آپ سے اُسے جُدا نہیں ہونے دیتا اور اسے سامنے بٹھا کر یوسفؑ کو یاد کرکے روتا رہتا ہے۔

یوسفؑ علیہ السلام ان کی طرزِ گفتگو سے محسوس کرنے لگے کہ وہ بن یامین کو بھی حسد کی بنا پر قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے کہنے لگے۔ آئندہ سال تم بن یامین کو بھی ساتھ لاؤ گے تو غلہ دوگنا ملے گا۔ ورنہ نہیں ملے گا۔ اور غلہ دیکر قیمت بھی لوٹا کر احسان کیا۔

دوسرے سال تمام بھائیوں نے یعقوبؑ سے بہت کچھ قسمیں کھا کر اور بن یامین کو حفاظت سے واپس لانے کا یقین دلا کر بن یامین کو حاصل کرلیا اور

غلہ خریدنے آگئے ۔ حالانکہ ان کی نیت میں یوسفؑ کی طرح بن یامین کو بھی حسد کی وجہ سے قتل کرنے کا فتور تھا اور ان کا ارادہ تھا کہ دوگنا غلہ حاصل کرکے واپسی پر بن یامین کو قتل کر ڈالیں گے ۔ اللہ تعالےٰ نے یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ بن یامین کو روک لو ۔ چنانچہ انھوں نے بن یامین کو روکنے کی تدبیر کی ۔

الزام سرقہ میں یوسفؑ کی عصمت

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ (یوسف : ۷۰)

جب (یوسفؑ) ان کی روانگی کا سامان کرچکے تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی (بن یامین) کے اسباب میں رکھوا دیا پھر ایک مُنادی نے ندا کی کہ اے قافلہ والو تم چور ہو ۔

چوری کا الزام چوری کا الزام باپ کی تحویل سے یوسفؑ کے چُرانے (بدنیتی سے حاصل کرنے) پر (تھا البرہان) اور چوری چوری کھوٹے سکّوں میں بیچنے کی وجہ سے لگایا گیا ہے ۔ پیالہ تو محض بغرض تقیہ (تحریک للحق) اپنے بھائی بن یامین کو بلا لڑے جھگڑے قافلہ والوں سے لینے کے لئے ظاہری حیلہ تھا ۔

ضرورتِ تقیہ

اقل بین القبیحتین اس وقت یوسف علیہ السلام کے سامنے دو قبیحے تھے ۔ قتلِ[۱] بن یامین ۔ بہانہ سرقہ[۲] چنانچہ یوسف علیہ السلام نے رد کبیرہ کیا ۔ اقل سے ۔ یعنی بہانہ سرقہ سے قتل اور

فساد ولڑائی جھگڑے کا رد کر دیا۔

تحریک للحق بن یامین (بھائی) کا حق تھا کہ یوسفؑ اس کی حفاظت کریں۔ جو یوسفؑ نے ادا کیا۔ اور ابطالِ باطل تھا اُن بھائیوں کے باطل ارادہ قتلِ بن یامین کا ناکام کرنا۔

معصوم کے تقیہ میں حکمتِ عُظمےٰ!

اس واقعہ میں عظیم حکمت یہ ہے کہ اگر بن یامین بھی قتل ہو جاتا اور یعقوبؑ اسے بھی مظلوم پا کر حسبِ سابق روتے رہتے یا اس کا نام لیتے۔ تو یہ رونا بجائے حجتِ خدا کے اولاد کا رونا بن جاتا یا تصور ہوتا اور اس سے یعقوبؑ نبی کی عصمت پر حرف آتا کہ انھوں نے خلافِ عدل کسی اولاد سے محبت زیادہ کی کسی سے کم جس کی وجہ سے فساد برپا ہوا۔ جبکہ یہ الزام یوسفؑ کے معاملہ میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ حجت اللہ و معصوم صاحبِ روح القدس تھے۔ ان کی محبت خالصۃً لِلّٰہ تھی۔ اور رونا یوسفؑ پر نہیں امام حسین علیہ السلام پر تھا جن کی مثل یوسفؑ بنا کر بخشے گئے تھے۔ یوسفؑ تو ایک نشانی یا شعائر تھے مثل علم و تعزیہ و ذوالجناح کے جن کے ذریعہ حسینؑ کی یادگار منا کر رویا گیا ہے اور ماتم کیا گیا ہے یا جن کیلئے رُو رُو کر آنکھیں سفید کی گئیں تھیں۔

الزام سرقہ میں عصمتِ یوسفؑ پر دلیل محکم

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ۔ (اللہ فرماتا ہے) یہ تدبیر (تقیہ یا تحریک للحق) یوسفؑ کے لئے ہم نے کی تھی۔ (یوسف: ۷۶)

عصمت کا معنیٰ اللہ کی منشاء کے خلاف عمل گناہ ہوتا ہے جس سے

رکا ہوا ہونا عصمت ہے۔

مشیّتِ الٰہی پر عمل یہ روح القدس کا خاصّہ ہے بمطابق علم الاسماَ۔ اور بہت بڑی بلند کرداری ہے حجتُ اللہ صاحبِ روح القدس ہوتا ہے نہ کہ عمر میں بڑا۔

اللہ کی حکمتِ عُظمےٰ اللہ تعالیٰ نے کم عمر ہابیلؑ۔ سب سے چھوٹے بیٹے یعقوبؑ کے یوسفؑ کو چن کر اور نوحؑ کے چھوٹے بیٹے سامؑ کو چن کر اور صاحبِ روح القدس بنا کر یہ دلیل دی ہے کہ حجت اللہ کے لئے بڑا ہونا شرط نہیں عصمت رصاحبِ روح القدس وصاحبِ علم الاسماء) ہونا شرط ہے عمر کم ہو یا بیش۔

نبی ریعقوبؑ) کا مافوق البشر ہونا ربہ قوتِ شامہ) اور قرآن میں بیان کرنے میں حکمت

جب حسب قانونِ سرقہ (اس زمانے کا) بن یامین کے اسباب سے پیالہ برآمد ہونے پر اسے روکا گیا تو یوسفؑ کے برادران بہت تلملائے اور کہنے لگے کہ یعقوبؑ سے پہلے ہی شرمندگی ہے یوسفؑ کے معاملہ میں۔ اب بن یامین کے بغیر جا کر کیا منہ دکھائیں گے۔ جب انہوں نے شرمندگی کا احساس کر لیا تو یوسفؑ بولے کیا تم یوسفؑ کو پہچان سکتے ہو۔ اب غور کیا تو سب نے پہچان لیا۔ اور لگے معافیاں مانگنے۔

چنانچہ یوسفؑ نے اپنا پیرہن جو صندوق میں محفوظ رکھا تھا۔ (دہی پیراہن جو کنوئیں میں دھکیلنے کے وقت جسم پر تھا) صندوق کھول کر نکالا (جس میں صاحبِ روح القدس کی خوشبو تھی) اور یوسفؑ نے بشیر (وزیر) کو دے کر ان کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ یہ پیرہن اُن کے باپ کی آنکھوں پر

ڈال دینا۔

چنانچہ مصر سے یہ قافلہ روانہ ہوا تو مصر میں یوسفؑ کے پیراہن (جس میں نبوت کی خوشبو تھی) کی خوشبو یعقوبؑ نے ملک شام میں ہوتے ہوئے سونگھ لی اور فرمانے لگے۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝ (یوسف : ۹۴)

اور جب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا۔ تو ان کے والد نے کہا۔ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ اگر تم الزام تراشی نہ کرو۔

انبیاء (صاحبِ روح القدس) کے مافوق البشر ہونے کی مزید دلیل

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ (یوسف ۹۶)

پھر جب بشیر آیا اور اس نے اس (یعقوبؑ) کے منہ پر اس کا (یوسفؑ کا) پیراہن ڈالا تو بینائی لوٹ آئی۔

نبی (صاحبِ روح القدس) کے پیراہن میں نبیؑ کے بدن سے مس ہونے کے اثر سے بینائی لوٹ آنا نبیؑ کے مافوق البشر ہونے کی دلیل ہے (یہ حکمت کے قصے اور دلائلِ ہدایت معرفتِ ہادی کے لئے ہیں عبث نہیں)

سجدے کی حقیقت

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ

اور (یوسفؑ نے) اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب کے سب اس (اللہ) کے سجدے میں گر پڑے۔ اور

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ط
(یوسف : ۱۰۰)

(یوسفؑ نے) کہا بابا جان یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے جسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا ہے۔

تفسیر تفسیر البرہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ سب اللہ کے شکر کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔

لی سٰجِدِین خواب میں ستاروں کا سجدہ اللہ کے حکم سے حجت اللہ کی تعظیم کے لئے تھا بطور قبلہ۔ ان ستاروں کے نام تفاسیر میں موجود ہیں۔ (البرہان)

یوسف کا قصہ اَحسَنَ القصص کیوں کہلایا ؟ اور اس میں حکمت کیا ہے ؟

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝
(یوسف : ۳)

اس قرآن میں ہم نے جو کچھ تمہاری طرف وحی کیا اس میں سے سب سے اچھا قصہ ہم تم سے بیان کرتے ہیں۔ اور تم پہلے سے (اس کے پہچاننے سے) ضرور غافل تھے۔

احسن القصص یوسف علیہ السلام کے قصہ کو حجت اللہ (شبیہ حسینؑ) کی محبت۔ فراق۔ مظلومیت اور ماتم و گریہ و نوحہ وغیرہ کی وجوہات پر کہا گیا ہے۔ اس میں نصیحت و عبرت کے لئے بڑے دلائل ہیں۔ یہ دنیاوی عشق و محبت کی داستان کی وجہ سے احسن القصص نہیں کہلایا۔ دنیا اور مادہ کی محبت انسان کو راہِ حق سے ہٹا کر حرام کاری و بدکاری و باطل پرستی میں مبتلا کر دیتی ہے جو احسن نہیں

قرآن کے قصص ہدایت کے لئے ہیں۔ اور سب سے اچھا ہدایت کا سبق وسبب گریہ ونوحہ وماتم یعنی عزاداریٔ حسینؑ ہے جس کی مثالیں (شبیہہ حسینؑ) یوسفؑ کے قصہ میں موجود ہیں۔ عزا داری سب سے احسن قصص اس لئے ہے کہ اس سے تاثر ملتا ہے ظلم وظالم سے نفرت کا جو باعثِ تطہیرِ معاشرہ ہے اور اللہ کے احکام کی اطاعت کا اور مصائب میں صبر وشکر کا دامن تھامے رہنے کا۔ نیز جان ومال وعزت وآبرو کے خوف کے باوجود باطل حاکم وحکومت کے آگے نہ جھکنے کا۔ جس سے نمرودیت وفرعونیت کا رد ہوتا ہے۔ جو ظلم وجور کے بل بوتے پر خدا بن بیٹھے۔

نیکی کی بنیاد قربانی ہے جو سب سے اچھا عمل ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (آلِ عمران: ۹۲)	تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے جبتک تم اپنی محبوب اشیاء میں سے (راہِ خدا میں) خرچ نہ کرو۔

گویا نیکی کی بنیاد اللہ کی راہ میں محبوب ترین اشیاء کا صرف کرنا یا قربانی دینا ہے اسی کا سبق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو اللہ کی منشاء پر قربان کرنے کا نقشہ پیش کرکے دیا جس احسن عمل پر انھیں امامتِ انسانی تفویض ہوئی۔

پس اللہ کی راہ میں اس کے دین کی بقا واستحکام کے لئے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے اپنی پوری کائنات اور ہر محبوب سے محبوب شے اور اولاد وعزیز اور اپنی جان تک قربان کردی۔ اور پورے خاندان کی قربانی دیدی پس یہ ان کا عمل کائنات میں سب سے احسن عمل ہوا۔ اور اس احسن ترین عمل کی یادگار عزاداری اور اس کے تذکرہ کا جو احسن ترین تاثرات کا حامل قصہ ہے۔ اسے احسن القصص کہنا بجا ہے۔ جو مثیلِ حسینؑ یا شبیہہ حسینؑ (یوسفؑ) کے واقعہ میں موجود ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

باب ۱۱

حضرت ایوب علیہ السّلام

آپ نبیٔ مرسل تھے آپ کے والد اموص بن عیص بن اسحاق بن ابراہیمؑ تھے آپ کی والدہ لوطؑ کی پڑپوتی تھیں آپ کی زوجہ مطہرہ رحمت تھیں جو افرائیم بن یوسفؑ کی پوتی تھیں۔

وَاذۡکُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَیُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الشَّیۡطٰنُ بِنُصۡبٍ وَّعَذَابٍ ۝ (ص ، ۴۱)

ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کرو جس وقت انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا۔ کہ شیطن نے مجھ کو رنج اور دردناک تکلیف دی ہے۔

حضرت ایوبؑ بڑے صابر نبی مشہور ہیں۔ آپ علم الاسما (دنیا و نبوت) کی بدولت خامس آلِ عبا پر گریہ اور امام حسینؑ علیہ السلام کی بھوک پیاس کو یاد کرکے کثرت سے روزے رکھتے اور کثرت سے گریہ کرتے تھے۔ جس کی بنا پر انتہائی لاغر و ناتواں ہو گئے تھے۔

کافروں کا اجماع ایوب نبیؑ کے خلاف

ابلیس ملعون نے لوگوں میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا کہ ایوبؑ ایسی متعدی بیماری

میں مبتلا ہیں کہ اگر وہ شہر میں رہے تو ان کے جراثیم سے سارا شہر بیمار ہو جائے گا۔ پس لوگوں نے اجماع کر کے ایوب علیہ السلام کو شہر بدر کر دیا وہ غیر آباد جگہ قیام پذیر ہوئے۔ آپ کا شہر میں داخلہ لوگوں نے ممنوع کر دیا تھا۔ آپ سات سال تک غیر آباد جگہ میں صبر و شکر سے گزارتے رہے۔ سوائے عبادت الٰہی کے اور امام حسینؑ کا ذکر کر کے روتے رہنے کے کوئی کام نہ تھا۔ منافقین نے یہ گھڑ لیا ہے کہ معاذ اللہ ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔" امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ایوب میں کوئی عیب نہیں تھا۔ اللہ تعالٰی اپنے حج اللہ (نمائندوں) کو قابلِ نفرت بیماریوں یا عیوب سے پاک رکھتا ہے تاکہ لوگ یہ حجت نہ کر سکیں کہ وہ اس کی بیماری یا عیب کی وجہ سے ترک کر بیٹھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ رحمت شہر میں جا کر محنت مزدوری کرتی تھیں اور اللہ کے نبیؑ کے لئے کھانے کا انتظام کرتی تھیں۔ ایک دن کسی ملعون اُمتی نے اس پاک بی بی سے کہا۔ سنا ہے تم حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی ہو اور تمہارے سر کے بال بہت خوبصورت ہیں۔ تم اپنے سر کے بال دکھا دو تو ہم مزدوری دیں گے۔ یہ سُنکر وہ پاک بی بی روتی ہوئی حضرت ایوبؑ کی خدمت میں آئیں اور بیان کیا کہ اب آپ کی اُمت اتنی بے غیرت ہو گئی ہے کہ نبیؑ کے حرم کو سر کھلا دیکھنا چاہتی ہے۔ یہ سُنکر حضرت ایوبؑ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ مُناجات میں اللہ سے فریاد کر کے بولے۔ بار الٰہا اب صبر دشوار ہو گیا ہے۔ کیا تیرے نزدیک اس سے آگے بھی صبر و شکر کی منزل ہے۔

بس یہ کلمہ ایوبؑ کے مُنہ سے نکلنا تھا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے علم مخزونہ سے واقعاتِ کربلا میں شامِ غریباں کا ایک منظر دکھا دیا کہ عصمت مآب بیبیوں کے سروں سے ظالم یزیدی نیزے چُبھو چُبھو کر چادریں چھین رہے ہیں اور سر

کر رہے ہیں۔ اور نیزوں کی انیاں اُن مخدراتِ عصمت بیبیوں کے کانوں کے گوشواروں میں ڈال کر جھٹکے سے گوشوارے کھینچ رہے ہیں جس کی وجہ سے پاک بیبیاں لہولہان ہوگئی ہیں۔ حضرت ایوبؑ یہ منظر دیکھتے ہی روتے روتے چیخ مار کر بیہوش ہوگئے۔ پھر افاقہ ہوا پھر اس منظر کا خیال کر کے چیخ ماری اور پھر بے ہوش ہوگئے۔ آپ نے ہوش میں آکر پوچھا یا اللہ یہ مخدراتِ عصمت بیبیاں کون ہیں؟ اور اور یہ ظالم شقی کون ہیں؟ ارشاد ہوا۔ اے ایوبؑ یہ سید المرسلین محمد مصطفےٰؐ کا خاندان ہے اس کی نواسیاں ہیں۔ اور یہ ظالم اسی کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ جو نواسہ رسولؐ الثقلین امام حسینؑ کو شہید کر کے خاندانِ رسالتؐ پر ظلم وجور کی انتہا کر دیں گے اور میں انھیں ایسی سزا دوں گا کہ اہلِ جہنم بھی ان کے عذاب کی سختی کو دیکھ کر ان سے پناہ کے طالب ہوں گے۔ اے ایوبؑ تم یزید اور اس کی فوج پر لعنت کرو جیسا کہ میرے اور انبیاءؑ ان پر لعنت کر چکے ہیں۔ ایوبؑ نے یزید اور اس کی فوج پر لعنت کی۔ تو ان کے امتحان کی منزل کو اسی مقام پر ختم کر دیا گیا۔

مُعجزہ صحت

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ایوبؑ تمہارے صبر کی منزل پوری ہوگئی۔ اب پنجتن پاک کے وسیلے سے دعا مانگو کہ میں تم کو تمام تکلیفوں سے نجات دوں اور اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ ایوبؑ نے دعا مانگ کر زمین پر پاؤں مارا تو ایک چشمہ پانی کا معجزے سے پیدا ہوگیا۔ اس میں نہائے تو صحت مند و توانا ہوگئے۔ اور پھر شہر میں جانے کا حکم ہوگیا۔ جب آپ شہر میں آئے تو کوئی روکنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور اللہ تعالےٰ نے انہیں پہلے سے بہت زیادہ مال.

اسباب ۔ مویشی ۔ زراعت اور اولاد بخشی ۔

حضرت شعیب علیہ السّلام

آپ کا نام شیروں بھی تھا جو ابن صیغون بن عنقا بن ثابت بن مدین بنی اسرائیل سے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو شہر مدین کے باشندوں پر مبعوث فرمایا ۔ آپ ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور اصلاحِ معاشرہ کے لئے حکم دیتے تھے کہ ناپ تول پوری کرو ۔ اور لوگوں کی اشیاء وحقوق میں کمی نہ کرو ۔ لوگ حضرت شعیبؑ کی نافرمانی کے ساتھ تکذیب بھی کرتے تھے ، حضرت شعیب علیہ السلام نے بدعا کرنے میں جلدی کی اور نافرمانوں پر عذاب نازل کرنے کی دُعا کی ۔

بد راستے سے نہ روکنے پر نیکوں پر عذاب

امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے شعیبؑ سے فرمایا ۔ میں تمہاری قوم کے چالیس ہزار سرکشوں کے ساتھ ساٹھ ہزار نیک اعمال لوگوں پر بھی عذاب کروں گا ۔ حضرت شعیبؑ نے عرض کی ۔ بارالٰہا تو نیک لوگوں پر عذاب کس سبب سے کرے گا ۔ ارشاد ہوا ۔ اس لئے کہ وہ اہلِ معاصی کی رعایت کرتے ہیں اور انہیں بد راستے سے روکتے نہیں ۔ اور میری خاطر ان پر غضب ناک نہیں ہوتے ۔ الغرض شعیب علیہ السلام چند مخلصین کے ساتھ شہر سے نکل گئے اور اس شہر والوں پر عذاب نازل ہوا اور آسمان سے آگ برسی جس سے وہ جھلس کر برباد ہوگئے ۔

غربت کا شدید احساس اور کھانے پینے کی تکلیف

حضرت شعیب علیہ السلام نیکوکاروں کے امر و نہی ترک کرنے کے سبب عذاب میں مبتلا ہونے پر ہراساں بھی تھے اور انہیں اس بات کا بھی احساس ہو گیا کہ انہوں نے بددعا کرنے میں عجلت سے کام لیا ہے ادھر غربت کا شدید احساس ہوا اور کھانے پینے کی تکلیف کا سامنا کرنے میں گرانی محسوس کی۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے علم مخزونہ سے کربلا کا ایک منظر انھیں خواب میں دکھایا۔ کہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے اُجڑے میدان میں خیام لگے ہوئے ہیں۔ کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں۔ ظالموں نے پانی بند کر رکھا ہے، چھوٹے چھوٹے بچے العطش العطش ہائے پیاس کر رہے ہیں۔ اور سید الشہدا لوگوں کو اونٹ پر سوار خطبہ دے رہے ہیں۔ اے لوگو! میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ کیا میں نے دین کی بات بدل دی ہے۔ کیا کوئی میں نے تمہارا آدمی قتل کر دیا ہے جس کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں اے حسینؑ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی۔ بس تم یزید کی بیعت کر لو۔ اس کے بعد شہادت کے منظر کو دکھایا۔

حضرت شعیبؑ روتے ہوئے بیدار ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے شعیبؑ میرا پیارا حسینؑ اتنے عظیم عظیم دکھ امّت سے سہہ کر بھی بددعا نہیں کرے گا۔ اگر بددعا کرے تو میں یزید اور اس کی فوج پر ایسا عذاب کروں کہ کبھی کسی پر ایسا شدید عذاب نہ کیا ہو۔ اور میں عذاب کروں گا آخرت میں۔ سب سے زیادہ وہی لوگ معذب ہوں گے۔ اے شعیبؑ

تم بھی یزید اور اس کی فوج پر لعنت کرو جیسی کہ اور انبیاؑ نے کی ہے۔
شعیبؑ نے یزید اور اس کی فوج پر لعنت کی اور واقعاتِ کربلا کو یاد کرکے اتنا گریہ کیا کہ ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں، اور وہ انتہائی لاغر و ناتواں ہوگئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے غمِ حسینؑ میں رونے کے انعام میں موسیٰ علیہ السلام کو ان کی خدمت کرنے کے لئے بھیجدیا۔
(باقی احوال موسیٰؑ کے واقعات میں آئیں گے)

حضرت شعیبؑ کی خصوصیت

نواسۂ رسول الثقلین امام حسینؑ علیہ السلام ذبح عظیم کی شبیہ یوسفؑ کے فراق و محبت میں اور فی الحقیقت امام حسینؑ علیہ السلام کے مصائب پر رو رو کر حضرت یعقوب علیہ السلام شعیبؑ سے پہلے بینائی کھو چکے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں بینائی ختم ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ نے دوبارہ بصارت دیدی لیکن وہ پھر بھی گریہ کر کے بینائی زائل کر بیٹھے۔
حیاۃ القلوب میں ہے کہ تین مرتبہ حضرت شعیب علیہ السلام گریہ کے سبب آنکھیں سفید کر چکے تو انھیں اس عظمت سے سرفراز کیا گیا کہ صاحب شریعت موسیٰ علیہ السلام جیسا باعظمت نبی ان کی خدمت کرے۔ یہ معمولی بات نہیں۔ اور یہ شعیبؑ کی ایک منفرد عظمت کا باعث ہے۔

گریہ کا فیض

گریہ (رونے) سے تکبر و شیطنت کا رد ہوتا ہے۔ اور انسان سب سے زبردست اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور گریہ انسان کو اس کی فطرت (پیدائش) کی طرف متوجہ کرتا ہے علم انسان کی پیدائش رکھتے ہوئے ہوتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

باب ۱۲

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السّلام

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دونوں نبیٔ مرسل تھے اور آپس میں بھائی بھائی تھے۔ ان میں موسیٰ علیہ السلام صاحبِ کلمہ و شریعتِ تازہ و صاحبِ کتاب تھے۔ جبکہ ہارون علیہ السلام ان کے بلا فصل خلیفہ منصوص من اللہ اور وزیر تھے (وزیر ہی عدم موجودگی میں خلیفہ بلا فصل اور خلیفہ بلا فصل موجودگی میں وزیر ہوتا ہے)

ان کے والد کا نام عمران بن یصہر بن قاہت بن لاوی بن یعقوبؑ تھا۔ آپ ابراہیمؑ کے پانچ سو سال بعد ہوئے ہیں۔ ہارون علیہ السّلام بڑے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل حضرت عمرانؑ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مصر کا بادشاہ فرعون تھا جو اپنے آپ کو ربِ اعلیٰ کہلواتا تھا۔

فرعون کو نجومیوں کی اطلاع

نجومیوں نے فرعون کو بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک موسیٰؑ پیدا ہونے

والا ہے جس کے باعث تیری خدائی غرق ہو جائے گی ۔ فرعون نے یہ سُن کر بنی اسرائیل کی عورتوں پر دائیاں تعینات کر دیں اور پولیس متعین کردی اور حکم دیدیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اُسے قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اسے زندہ چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے شک میں بنی اسرائیل کے ستر ہزار بچے ذبح ہو گئے۔

عقل کو دعوتِ فکر

اگر انبیاء و اوصیا کی ولادت میں خصوصیت (مشروب عرشی در روح القدس) کی نہ ہوتی تو موسیٰؑ کی ولادت کے لیے ستر ہزار بچے ذبح ہونے دینا عبث ہوتا۔ اگر نبی (یا وصی و امام) عام بشر ہو سکتے تو کسی بھی پلے پلائے بنی اسرائیل عام بشر کو موسیٰؑ بنا دیا جاتا۔

موسیٰؑ کی ولادت پر تقیہ اور ظرف ہادی کو آگ کا نہ جلا سکنا

ولادتِ موسیٰؑ

حضرت موسیٰ علیہ السلام بطنِ مادر میں تھے۔ لیکن آپ کا حمل مبارک پوشیدہ تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ کو وحی ہوئی کہ انھیں تنور میں چھپا کر اوپر سے لکڑیاں چُن دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

نجومیوں نے فرعون کو بتایا کہ موسیٰ پیدا ہو گئے۔ فرعون نے فوراً دائیوں اور ان کے پیچھے پیچھے پولیس کو تلاشی اور موسیٰؑ کو قتل کرانے کے لیے بھیجا۔

دائیاں آئیں تو موسیٰؑ کی والدہ میں ولادت کے کوئی آثار یعنی نفاس وغیرہ کا نشان نہ پایا۔ پھر ان کے نکلتے ہی پولیس تلاشی لینے آ گئی۔ اِدھر والدۂ موسیٰؑ کی کنیز نے روٹی پکانے کے تنور میں خلاف توقع لکڑیاں چُنی ہوئی دیکھ کر ان

میں آگ لگا دی۔ اور شعلے بھڑکنے لگے۔ قریب تھا کہ موسیٰؑ کی والدہ چیخ پڑتیں لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا۔ پولیس تلاشی لے کر چلی گئی تو موسیٰؑ کی والدہ سر پیٹتی تنور کی طرف دوڑیں ہائے میرا بچہ۔ ہائے میرا بچہ کہتی ہوئی۔ (تنور میں موسیٰؑ کو چھپانے کا واقعہ دیکھئے قصص الانبیاء میں علاوہ دیگر کتب کے) (یہ الفاظ ہائے میرا بچہ زندہ معصوم کے نوحہ کے مترادف ہیں)۔

تنور کے شعلوں میں جھانکا تو دیکھا کہ موسیٰؑ پر آگ کا کوئی اثر نہیں وہ شعلوں اور انگاروں سے ہاتھ پاؤں چلا کر کھیل رہے ہیں۔ موسیٰؑ کی والدہ نے بے اختیار ایک ہاتھ اور گردن جھکا کر تنور میں ڈال کر موسیٰ علیہ السلام کو تنور سے باہر نکال لیا۔ موسیٰؑ کی والدہ کا جسم وسر کے بال وکپڑوں کو بھی آگ نہ جلا سکی اس لئے کہ والدۂ موسیٰؑ ظرفِ ہادی رہ چکی تھیں۔ نیز موسیٰؑ صاحبِ روح القدس (نور) تھے جس کو نار یا آگ ہرگز نہیں جلا سکتی۔

تقیہ کا حکم بذریعہ وحی

موسیٰؑ کی جان بچانا احقاق حق اور تنور میں چھپانا تحریکِ لحق تھا جس سے فرعون اور اس کی پولیس قاتلین کا جو باطل تھے ابطال ہو گیا اور وہ ناکام ہو گئے فعل باطل قتلِ موسیٰؑ میں اور ردِ کبیرہ ہو گیا۔ حجت اللہ نبی کا قتل کبیرہ گناہ تھا جس کا رد ہو گیا۔ گویا یہ مکمل تقیہ بحکم الہٰی ہوا جس کی وحی والدۂ موسیٰؑ پر ہوئی تھی۔

ہادی کی نوع بشر محض سے الگ ہے

نور ہونا ہادی کا موسیٰؑ نبی صاحب روح القدس یعنی نور تھے اور نور کو

نار نہ جلا سکتی ہے نہ ضرر پہنچا سکتی ہے بلکہ لباسِ ہادی (جسم صاحب روح القدس) کو بھی نہیں جلا سکتی۔ نیز یہ کہ ہادی اور عام بشر ایک نوع نہیں ہیں۔

ظرف نور۔ والدین ہادی

جس ظرف (برتن یا جسم یا لباس) میں نور (ہادی صاحب روح القدس) رہا ہو اُسے آگ نہیں جلا سکتی۔ بلکہ ظرفِ نور (والدہ موسیٰ) کے لباس کو بھی بوجہ ملحق و متصل ہونے ظرفِ نور کے آگ نہ جلا سکی۔

بنی امیہ کی رسول دشمنی

بنی امیہ نے یہ حدیث گھڑ لی کہ معاذ اللہ سید المرسلین کے ماں و باپ جہنم میں ہیں اور اس بناوٹی حدیث کو صحیح بخاری میں بھی بنی امیہ کے راستہ پر چلنے والوں نے لکھ دیا۔ تاکہ صحیح بخاری کو پڑھنے اور ماننے والے اللہ کے رسولؐ کے والدین کی شان میں گستاخی اور نازیبا الفاظ استعمال کرکے قیامت تک اللہ کے رسولؐ کا دل دُکھاتے اور ایذا پہنچاتے رہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ٥

(الاحزاب : ۵۷)

بہ تحقیق جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو ایذا (دکھ) پہنچاتے ہیں اللہ نے اُن پر دُنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور اُن کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے حبیب رسولؐ کو موسیٰؑ سے تشبیہ دی ہے۔ (المزمل : ۱۵) تاکہ یہ دلیل مل سکے کہ جب موسیٰؑ کی والدہ (ظرفِ نور) کو آگ نہ جلا سکی تو رسولؐ (نورِ اوّل) سید المرسلین کے والدین (ظرفِ نورِ اوّل) کو ہرگز آگ نہیں جلا سکتی اور وہ جہنم میں نہیں جلائے۔ (البتہ بخاری کی حدیث سے قاتلینِ رسولؐ و دشمنِ رسولؐ کی نشاندہی ہوتی ہے)

زندہ معصوم کا نوحہ و ماتم

ماتم اور نوحہ موسیٰؑ کی والدہ جو موسیٰؑ سے محبت کرتی تھیں انہوں نے محبت اور رحم کے تقاضہ پر معصوم زندہ کا ماتم سر پیٹ کر کیا اور نوحہ ہائے میرا بچہ کہہ کر کہا۔ یہ نوحہ و ماتم معصوم سے محبت کا تقاضہ ہے (غیر معصوم کا نوحہ ماتم بدعت و حرام ہے)

محبوں کی نشانی محب ماتم و نوحہ خوانی کرتے ہیں اور دشمن روکتے ہیں۔ جیسا کہ یعقوبؑ کے نوحہ ماتم سے ثابت ہے۔

صندوق میں چھپا کر دریا میں بہانا تقیہ ہے

قرآن میں ذکر موجود ہے۔ موسیٰؑ کی والدہ نے اللہ کے حکم سے موسیٰؑ کو ایک صندوق میں چھپا کر دریائے نیل میں بہا دیا۔ اور موسیٰؑ کی ہمشیرہ ام کلثوم کو ہدایت کی کہ وہ کنارے کنارے دیکھتی جائیں کہ صندوق کہاں جاتا ہے۔

صندوق کو موجوں نے فرعون کے محل ملحقہ دریائے نیل تک پہنچا دیا۔ جسے فرعونیوں نے اٹھا کر فرعون کے محل میں پہنچا دیا۔ صندوق کھولا تو اس میں موسیٰؑ برآمد ہوئے۔ فرعون نے چاہا کہ انہیں قتل کرا دے مگر آسیہ زن فرعون کے دل میں موسیٰؑ کی محبت غالب آئی وہ بولیں اسے قتل نہ کرو۔ ہم اسے بیٹا بنالیں گے۔ فرعون نامرد تھا۔ آسیہ نے اس سے کہا۔ اس بچے کو بیٹا بنانے سے تیرے عیب پر بھی پردہ پڑ جائے گا۔ نیز فرمایا یہ نجومی لوگ تیرے گھر اولاد نہیں دیکھ سکتے۔

ہادی معصوم پر غیر ماں کا دودھ حرام ہے

حضرت موسیٰؑ دودھ کے لئے رونے لگے۔ دائیاں بلائی گئیں لیکن موسیٰؑ نے

کسی غیر ماں کا دودھ نہ پیا۔

قانونِ قدرت

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ (القصص ۱۲)

اور ہم نے پہلے ہی سے اس (نبی) پر دودھ پلانے والیاں (غیر ماں کا دودھ) حرام کر دی تھیں۔ پس اس (موسیٰ) کی بہن نے کہا کیا میں تمہاری رہنمائی ایک ایسے خاندان کی طرف کروں جو تمہارے لئے اس کی کفالت کریں اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔

اہلِ بیت

نبی کو دودھ پلانے کی اہلیت ظرفِ نور (حقیقی ماں) کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔

ایک عظیم حقیقت

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثلِ موسیٰؑ (المزمل : ۱۵) بتا کر اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ انہوں نے غیر ماں (غیر ظرفِ نور) کا دودھ ہرگز نہیں پیا۔ دائی حلیمہ (جو اس وقت غیر مسلم تھیں) کا دودھ پلانے کا قصہ خلافِ قرآن محض اس لئے گھڑا گیا ہے تاکہ انہیں ایک بشرِ محض ثابت کیا جائے (یہ بنی امیہ کی شرارت ہے) قرآن قانونِ الٰہی بیان کرتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اور بارہ معصوم آئمہ میں سے کبھی کسی نے غیر ماں کا دودھ نہیں پیا۔ (مفصل دیکھئے باب مسئلہ رضاعتِ محمدیہ میں)

معصوم نبی یا امام

حجج اللہ علیہم السلام صاحبِ روح القدس (نبی یا امام) معصوم شیر خواری اور بچپن کے عالم میں بھی حرام و حلال کا علم رکھتا اور صحیح عمل کرتا ہے جیسا کہ موسیٰؑ نے کیا۔

علم الاسماء نبوت کی بنیاد علم الاسماء (پنجتن پاک کی معرفت) ہے جو نبی تخلیقی

طور پرلے کر پیدا ہوتا ہے جیسے کہ آدم علیہ اسلام، پس نبیؑ کو پیدائشاً علم حرام وحلال اور پاک ونجس وحق وباطل میں تمیز ہوتی ہے۔ (نبی عام انسان یا بشر محض نہیں ہوتا)، اور یہ ثابت ہے کہ ہادی یا نبی کی نوع عام انسان یا عام بشر سے الگ ہوتی ہے۔ یہی تنور میں نہ جلنے سے ثابت ہے۔

موسیٰؑ کا معجزہ انگارے سے نہ جلنا

امِ کلثومؑ خواہر موسیٰؑ کی نشاندہی پر ام موسیٰؑ دودھ پلانے پر متعین ہوگئیں جو بنی اسرائیل سے تھیں اور انہیں اہلبیت بتا کر بھی اس نے ثبوت فراہم کر دیا کہ موسیٰؑ بنی اسرائیل سے ہیں۔ پھر نجومیوں نے بتادیا کہ وہی موسیٰؑ جن کو فرعون قتل کرانا چاہتا ہے اسی کے محل میں موجود ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ کو قتل کرانا چاہا۔ لیکن آسیہ سپر بن گئیں اور کہنے لگیں بجومی لوگ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اگر تیرا خیال یہی ہے تو آگ و سونا سامنے رکھ کر امتحان کرلے۔

نوٹ: ولادتِ موسیٰؑ تک اولادِ آدمؑ یہ صحیح عقیدہ رکھتی تھی کہ نبی پیدائشاً صاحبِ علم وتمیز ہوتا ہے نہ کہ عام بشر۔

چنانچہ موسیٰؑ کے سامنے انگارہ اور سونے کی ڈلی رکھی گئی اور جبرائیلؑ نے بحکمِ خدا موسیٰؑ کا ہاتھ انگارے کی طرف کر دیا۔ موسیٰؑ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔

ظاہر بین ظاہر بین فرعون اور آسیہ یہ سمجھے کہ یہ وہ موسیٰؑ یا نبی نہیں ہے جو غلطی یا لاعلمی کا ثبوت دے رہا ہے۔ حالانکہ یہ غلطی یا لاعلمی نہ تھی بلکہ تقیہ تھا جس سے موسیٰؑ کی جان بچ گئی۔

مکمل تقیہ اس سے احقاقِ حق یا تحریک للحق ہوئی کہ حجت اللہ (نبی) کی جان بچ گئی۔ ابطال باطل ہوا کہ فرعون باطل عمل

قتل نہ کرا سکا۔ گویا رد کبیرہ ہوا کہ قتل کبیرہ گناہ تھا اس کا رد ہو گیا۔
اقل بین القبیحتین تھا انگارہ کا منہ میں رکھنا بالمقابل قتل کے۔ یہ تقیہ بحکمِ خدا بامدادِ جبرائیلؑ فعلِ معصوم وسنتِ نبیؑ ہے۔ (افلا تعقلون۔

معجزہ موسیٰؑ نے انگارہ ہاتھ میں اٹھایا اور منہ میں رکھا ظرفِ نور (وہ جسم جس میں روح القدس کا نور تھا) موسیٰؑ کا ہاتھ یا منہ و زبان بالکل نہ جل سکے۔ لیکن اس معجزہ کی طرف فرعونِ باطل کی عقل نے رہنمائی نہ کی۔

فرعون کی داڑھی نوچنا اور طمانچہ مارنا

جب موسیٰ علیہ السلام بولنے کے قابل ہو گئے۔ فرعون نے پاس بٹھا کر کہا۔ کہو مجھے۔ انت ربی الاعلیٰ۔ یہ سنکر موسیٰؑ نے ایک زوردار طمانچہ فرعون کے منہ پر مارا (جس سے فرعون کا منہ ہمیشہ کے لئے معمولی ٹیڑھا ہو گیا) اور اس کی داڑھی نوچ لی۔ فرعون نے مارنا چاہا تو آسیہؑ نے فوراً روک دیا اور کہا اگر یہ بات نہ ہو تو بچہ کو بچہ کون کہے ؟۔ اگر اس بچے میں تمیز اور عقل ہوتی تو تجھ سے ڈرتا اور ایسا نہ کرتا۔

حکمت عام انسان تو معصوم کی حکمت کو تمیز و عقل کے خلاف سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ان کی اپنی جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حکمتِ معصوم کی عظمت کو نہیں سمجھتے۔

(دیکھئے صلحِ حدیبیہ۔ صلحِ حسنؑ۔ ہجرتِ حسینؑ)

ہادی معصوم کی حکمت عام انسانوں کی عقل کی انتہا کے بعد معصوم کی حکمت کی ابتدا ہوتی ہے جو صاحب علم الاسماء

ہوتا ہے اور تخلیقی علم نے کر پیدا ہوتا ہے جسے غیر معصوم مثل جلوہ طور برداشت نہیں کر سکتا۔

موسیٰ علیہ السلام کے تیس سال تقیہ میں

موسیٰ علیہ السلام تیس سال تک تقیہ میں زندگی گزارتے رہے اور فرعون کے محل میں رہے۔ در پردہ خدا کی توحید کی اور اپنی نبوت کی دعوت اُن لوگوں کو دیتے رہے جو اس ہدایت کو قبول کرنے کے اہل تھے۔ چنانچہ آسیہؑ اور مصر میں اکثر لوگ مسلمان ہو گئے تھے جنھیں موسیٰ علیہ السلام کا شیعہ کہا جاتا تھا۔ اور جب بنی اسرائیل کو یتہ چلا کہ موسیٰؑ در پردہ تبلیغ کر رہے ہیں تو وہ لوگ جو پہلے ہی قبطیوں فرعونیوں کے ظلم کا شکار تھے در پردہ موسیٰ علیہ السلام کے شیعوں میں داخل ہو گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اپنے شیعہ کی مدد کو باعجاز پہنچنا

ایک ایسے شہر میں جہاں موسیٰؑ نہ تھے ایک موسیٰؑ کے شیعہ سے ایک قبطی فرعونی لڑ رہا تھا۔ شیعہ کمزور تھا۔ اس نے غائبانہ موسیٰؑ کی مدد کا عقیدہ رکھنے کے سبب موسیٰؑ کو اپنی مدد کے لئے پکارا یعنی کہا۔ یا موسیٰؑ ادرکنی (جیسے علیؑ کے شیعہ کہتے ہیں یا علیؑ مدد یا علیؑ ادرکنی)

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ	اور وہ (موسیٰؑ) اس شہر میں ایسے وقت پہنچے جبکہ اہل شہر غافل تھے۔ پس اس میں دو شخصوں کو لڑتے پایا۔ ایک ان کے شیعوں میں سے تھا ایک ان کے دشمنوں

شِيعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ٥

(القصص : ۱۵)

میں سے۔ پس ان کے شیعوں میں سے جو تھا اس نے اپنے دشمن کے خلاف ان سے فریاد کی رمدد چاہی) پس موسیٰؑ نے اس کے ایک گھونسا مارا اس کا خاتمہ ہوگیا۔ فرمایا یہ رشیعہ سے لڑنا) شیطان کا عمل تھا بے شک وہ (شیطان) کھلا بھٹکانے والا دشمن ہے۔

موسیٰؑ کا حاضر ناظر ہونا بلحاظ علم ساری اُمت پر

رُوح القدس کا فیض نبی وامام صاحبِ رُوح القدس کی روحانی نور کی کرنیں اس کی ساری اُمت پر حاوی ہوتی ہیں رجیسے سورج کی کرنیں عالم پر ہوتی ہیں) پس صاحبِ روح القدس (نبی یا امام معصوم) اپنی روح القدس سے سب کچھ دیکھتا ہے جیسے آنکھوں سے (دیکھئے حدیث حصّہ اوّل اصولِ دین صـ۲۲ بحوالہ طوالع الانوار) پس موسیٰؑ یا عجاز اپنے شیعہ کے پکارنے پر بوجہ علمِ حاضر ناظر بمثل تختِ بلقیس (بہ فیض علم اسم اعظم وعلم الاسماء کا تھا) دوسرے شہر میں ایسے پہنچ گئے کہ وہ لوگ موسیٰؑ کی موجودگی و آنے سے غافل تھے۔

شیعہ شیعہ معصوم (نبی یا امام صاحبِ روح القدس) کے ملنے والے کو کہتے ہیں جو اس کی غیبت میں بھی امداد کا قائل ہو جو شیعہ نہ ہو وہ نبیؑ کا دشمن ہے بروئے آیتِ قرآن متذکرہ بالا (یہ الگ بات ہے کہ اس کی دشمنی ظاہر ہو یا منافقت کے پردے میں)

صاحبِ رُوح القدس کی طاقت

ہادی (نبی و امام) کی طاقت تمام امت سے زیادہ ہوتی ہے

(دیکھئے آصف بن برخیا کی طاقت بمقابلہ عفریت واقعہ تختِ بلقیس میں باب ۶ میں) پس موسیٰؑ کے مکے سے دشمنِ شیعہ ہلاک ہو گیا (جہنم رسید ہوا۔ نبیؑ و امام کے قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں)

شیطانی عمل

دشمنِ نبیؑ (کافر) کا عمل (شیعہ سے لڑنا) شیطانی عمل تھا۔ (نبی معصوم تھا) نبی معصوم کا عمل غلط ہو سکتا ہی نہیں نہ اُسے شیطان بہکا سکتا ہے (دیکھئے تفصیل عصمتِ آدمؑ میں)

تفسیرِ معصوم

تفسیر صافی میں امام رضا علیہ السلام سے منقول حدیث میں بھی کچھ ہے آپ نے اس میں بیان فرمایا ہے حضرت موسیٰؑ نے خدا کے حکم سے اس دشمنِ شیعہ کو مکا مارا ہے (اس بات سے عصمتِ موسیٰؑ ثابت ہے) نیز فرمایا دونوں میں لڑائی شیطانی عمل تھا نہ کہ موسیٰؑ کا قتل کرنا۔

عصمتِ موسیٰ علیہ السلام

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ

(القصص : ۱۶)

(موسیٰ نے) عرض کی اے میرے پروردگار میں نے اپنے آپ کو یہاں بے موقع (غیر محفوظ جگہ) پہنچایا پس تو مجھے (حفاظت کی) کمی پوری کر دے پس خدا نے ان کی (حفاظت کی) کمی کو پورا کر دیا۔

توضیح ظلم

ظلم کی اقسام میں دیکھئے تذکرہ عصمتِ آدمؑ میں۔ اور ذنب کے معنی کمی کے ہیں۔ اور غفر کے معنی کمی پورا کرنے کے۔

تفسیرِ معصوم بابت عصمت موسیٰؑ

قال الرضا علیہ السلام معنی قول موسیٰؑ علیہ السلام رب ظلمت نفسی فاغفر لی قال انی وضعت نفسی غیر موضعہا بدخولی ہذا المدینۃ فاغفر لی ای استرنی من اعدائک لئلا یظفر وا لی فیقتلونی فغفر لہ انہ ہو الغفور الرحیم (العیون)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیٰؑ کے قول رب انی ظلمت فغفر لی کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس شہر میں داخل ہو کر اپنے آپ کے بے جگہ (یعنی غیر محفوظ و خطرناک جگہ) پر پہنچا دیا ہے پس مجھ کو اپنے دشمنوں سے پوشیدہ رکھ ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ پر غالب آکر مجھے قتل کر ڈالیں۔ پس خدا نے ان کی حفاظت کی اور قتل ہونے سے بچا لیا۔ وہ بیشک غفور الرحیم ہے۔

دوسرے دن کا واقعہ

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُہٗ ؕ قَالَ لَہٗ مُوْسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ ہُوَ عَدُوٌّ لَّہُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ٭

(القصص: ۱۸/۱۹)

پس موسیٰؑ نے اس شہر میں اس حال میں صبح کی کہ وہ خوفزدہ تھے اور (خدا سے) آس بھی لگائے ہوئے تھے کہ وہی شخص جس کی کل شام مدد کی تھی۔ پھر مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ موسیٰؑ نے فرمایا تو بیشک (ترکِ تقیہ کر کے) کھلا غیر محفوظ ہے پھر جب یہ ارادہ کیا کہ جو ان دونوں (موسیٰؑ

وشیعہ) کا دشمن ہے اسے مغلوب کر دیں
تو اس (دشمنِ شیعہ) نے کہا اے موسیٰؑ
کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح
کل شام تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا

اغوا۔ غویٰ امن وعافیت کی جگہ سے غیر محفوظ جگہ ہونا ہے۔ (بے جگہ ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے)

تقیہ کی تعلیم موسیٰؑ

موسیٰؑ شیعوں کو فرعونیوں کے شرور سے بچنے کے لئے تقیہ میں رہنے کا حکم دیتے تھے۔ خود بھی تیس سال سے تقیہ میں رہ رہے تھے۔ آسیہ (زنِ فرعون) اور حزقیلؑ (مومنِ آلِ فرعون) بھی جو فرعون کے ماموں زاد تھے تقیہ میں زندگی گزار رہے تھے حالانکہ خدا کی توحید و موسیٰؑ کی نبوت کے قائل تھے اور موسیٰؑ کے شیعوں میں داخل تھے۔

فرعون پرست کافروں کا اجماع موسیٰؑ نبی کے خلاف

جب فرعون کو اطلاع ملی کہ موسیٰؑ نے اپنے شیعہ کی مدد کر کے قبطی فرعونی کو مار ڈالا تو اس نے اپنے تمام درباریوں اور ارکانِ حکومت کو بلا کر مشورہ کیا۔ اور سب نے اجماع کر کے یہ فیصلہ کیا کہ موسیٰ جہاں بھی ملیں انھیں فوراً قتل کر دیا جائے۔ حزقیلؑ یہ سنتے ہی بہانے سے اُٹھے اور ایک مومن کو جو تقیہ میں تھا دوڑایا اور کہا کہ موسیٰؑ سے کہدو کہ تمہارے قتل کا حکم ہو چکا ہے حزقیلؑ نے یہ مشورہ دیا ہے کہ تم فوراً یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ (اس کا قرآن میں تذکرہ ہے)

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ اور اس شہر کے انتہائی حصے سے ایک

يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۞

(القصص : ۲۰)

شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ ارکانِ دولت نے یہ حکم دیدیا ہے کہ تم کو قتل کر دیں پس تم فوراً (اس ملک سے) ہجرت کر جاؤ میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں۔

ہجرتِ موسوی

حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً مصر سے ہجرت کر کے مدین چلے گئے۔ وہاں شہر میں داخل ہوتے ہی پانی پینے کے لئے ایک کنوئیں پر گئے اور دیکھا کہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلائے جاتے ہیں اور ایک کنارے پر دو لڑکیاں کافی دیر سے ان مردوں کے ہٹ جانے کا انتظار کر رہی ہیں تاکہ اپنی بھیڑ بکریوں کو پانی پلا سکیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ڈول لے کر ان لڑکیوں کے ریوڑ کو پانی پلا دیا اور ان کے جانے کے بعد ایک درخت کے سایہ میں چلے گئے۔ وہ لڑکیاں حضرت شعیبؑ نبی کی تھیں۔ حضرت شعیبؑ نے اتنی جلدی پانی پلا آنے کا سبب پوچھا تو ان لڑکیوں نے بتایا کہ ایک مسافر جو کہیں باہر سے آیا ہے اس نے ہمارے ریوڑ کو پانی پلا دیا ہے وہ نیک طبع اور بہت توانا جوان ہے۔

خدا نے حضرت شعیبؑ کو اطلاع دی تھی کہ تم غمِ حسینؑ میں رو رو کر آنکھیں سفید کر بیٹھے ہو ہم اس کے انعام میں اپنے ایک نیک ترین بندے موسیٰؑ ابن عمران کو تمہاری خدمت پر مامور کریں گے جب وہ تمہارے شہر میں داخل ہوگا سب سے پہلے تم پر احسان کرے گا۔ شعیبؑ پہلے سے منتظر تھے۔ جونہی نووارد مسافر اور اس کے احسان کرنے کو سنا سمجھ گئے کہ وہ موسیٰؑ ہیں اپنی ایک بیٹی

سے کہا جاؤ اللہ کے اس نیک بندے کو میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ موسیٰؑ کے پاس شرمائی ہوئی پہنچی اور کہا آپ کو ہمارے باپ شعیبؑ نبی نے بلایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جاکر شعیبؑ نبی سے ملے اور شعیبؑ نبی نے فرمایا۔

اے موسیٰؑ اگر آٹھ یا دس برس آپ میری خدمت کریں تو اس حق مہر کے بدلے میں ایک بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کرنے پر تیار ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے رضامندی ظاہر کی اور حضرت شعیبؑ نے اس شرمیلی لڑکی کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا۔

نوٹ: الفقیہہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول درج ہے آپ نے فرمایا اس وقت اجارہ کا نکاح جائز تھا اور حق مہر کفیل لیتا تھا۔ اب اسلام میں اجارہ کا نکاح جائز نہیں اور حق مہر کی مستحق خود عورت ہے۔

واقعہ طور اور موسیٰؑ

حضرت موسیٰؑ دس سال مدت پوری کرکے اپنے اہل و عیال کو لے کر اور ایک عصا جو شعیبؑ نبی نے عطا کیا تھا (جو نوحؑ اور ابراہیمؑ سے ہوتا ہوا ان تک پہنچا تھا) لے کر مصر کو روانہ ہوئے تو ایک میدان میں بارش۔ ہوا اور سردی نے آگھیرا، اوپر سے رات چھا گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر دیکھا تو بڑی چمک اور روشنی نظر آئی۔ آپ عیال کو درخت کے نیچے بٹھا کر کیلے طور کی جانب گئے۔ دیکھا ایک درخت سے انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ آواز آئی۔ "اے موسیٰؑ میں ہی تمام عالمین کا پروردگار ہوں۔ تم اپنا عصا زمین میں ڈال دو۔ جیسے ہی موسیٰؑ نے عصا زمین پر ڈالا وہ لہراتا ہوا جیتا جاگتا بڑا سا سانپ بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام پیچھے ڈر کر بھاگے تو آواز آئی اے موسیٰؑ آگے بڑھو ڈرو مت

تم امن پانے والوں میں ہو۔ اِسے اٹھاؤ تو یہ عصا بن جائے گا اور اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو۔ وہ سفید نورانی بن جائے گا۔ یہ دو نشانیاں (معجزے) لے کر تم فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف جاؤ اور انھیں ہدایت کرو اور معجزات دکھاؤ۔

ہارون کی معیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ہارونؑ کو میرے ساتھ جانے کے لیے مقرر فرمادے تاکہ وہ میری تصدیق کردیں اجازت مل گئی۔ موسیٰؑ نے مصر میں آکر ہارونؑ کو ساتھ لیا اور فرعون و اس کے درباریوں کی طرف دعوتِ حق دینے کے لئے چلے گئے۔

نبیؑ کے وزیر اور خلیفۂ اوّل کا تقرر قبل از کارِ نبوت

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ہ الخ (طٰہٰ : ۲۵)

(موسیٰؑ نے) عرض کی اے میرے پروردگار میری شرحِ صدر فرمادے

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ہ ھٰرُوْنَ اَخِیْ ہ (طٰہٰ : ۲۹، ۳۰)

اور میرے اہل سے میرا ایک وزیر مقرر فرمادے (یعنی) میرے بھائی ہارونؑ کو۔

انتہائی قابلِ غور باتیں

کیاؑ موسیٰؑ اپنا وزیر (نائب و خلیفہ) خود نہیں بنا سکے۔ اگر بنا سکتے تو دعا کرنا عبث ہوتا۔

کیاؑ خدا نے یہ فرمایا کہ اے موسیٰؑ تم خود ہی اپنی مرضی سے اپنا وزیر یا نائب یا خلیفہ بنالو یا بنا سکتے ہو۔ اگر موسیٰؑ جیسا اولوالعزم نبیؑ (صاحبِ کلمہ و شریعت و کتاب) معصوم صاحبِ روح القدس اپنا ہی نائب نہیں بنا سکتا تو کیا گنہ گار اُمت نبی کا نائب بنا سکتی ہے جیسے کہ بنی سقیفہ میں بنالیا

اور مجتہدین کو نائب کہنا شروع کر دیا؟

نائب۔ وزیر۔ خلیفہ

کسی نبی کا بنانا اگر اللہ کے اختیار میں ہے تو سقیفہ وغیرہ میں بننے اور تمام بنانے والے مشرک ہیں جو اللہ کے اختیارِ خاص میں اس کا شریک بنا رہے ہیں شرکتِ فعلی سے۔ اور ان کو ماننے والے (بطور نائب وخلیفہ) سب مشرک ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ (النسآء : ۴۸)

بہ تحقیق اللہ تعالٰے (اس کو تو) ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کی ذات کے ساتھ شرک کیا جائے۔

وزیر۔ خلیفہ۔ نائب کیلئے اہل کی شرط

اہل

اہل سے مراد اسی اہلیت وقابلیت کا حامل ہونا ہے جس کا حامل مُنیب ہو (جس کا اہل بنانا مقصود ہو) جیسے ڈاکٹر کا اہل ویسے ہی علم وعمل کی اہلیت رکھنے والا۔ (یعنی ڈاکٹر ہی ہوسکتا ہے)

نبی یا ہادی کا اہل

نبی یا ہادی کی اصل (بنیاد) وحقیقت روح القدس ہے یعنی نبی وہادی کا اہل صاحبِ روح القدس ہوتا ہے۔ جو نور ومعصوم ہوتا ہے اور صاحبِ علم الاسماء (پنجتن پاک کے اسماء کی معرفت رکھنے والا) ہوتا ہے۔ اور صاحبِ علم پیدا ہوتا ہے۔

وزیر

وزر سے مشتق ہے۔ بوجھ اٹھانے والا۔ یعنی ہادی کے فرائض ادا کرنے کی اہلیت رکھنے والا۔

قائم مقام یا خلیفہ

روح القدس کی قائم مقام روح القدس ہی ہوسکتی ہے۔ یعنی صاحبِ روح القدس (ہادی یا نبی) کا قائم مقام یا خلیفہ صاحبِ روح القدس ہی ہوسکتا ہے جو نور ومعصوم

ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا۔

نص خدا نے جس کسی کو اپنے حکم سے مقرر فرمایا ہے اور جو مقام بخشا ہے اس کا قائم مقام (خلیفہ۔ نائب۔ وزیر) وہی ہوسکتا ہے جس کو منیب کی طرح اللہ نے اپنے حکم سے مقرر بھی فرمایا ہو اور وہ مقام بھی بخشا ہو جس کی نیابت مقصود ہے (مراد عہدۂ ہدایت۔ ہدایت کرنے کی اہلیتِ تخلیقی یعنی روح القدس)

اہلیت۔ نیابت۔ خلافت۔ قائم مقامی اس سے مراد تخلیقی قابلیت روح القدس ہے جو نور معصوم ہے خواہ اُسے خبر نازل کر کے نبی اور پہنچانے کا حکم دے کر رسول سے معنون کیا جائے یا عمل پر تعین کر کے امام کہا جائے۔

شرحِ صدر

استقامت علی الحق ہے نہ کہ سینے کا پھاڑنا وہ پرلشین جیسا کہ بنی امیہ نے سید المرسلینؐ کا تمسخر اُڑانے کے لئے گھڑ لیا ہے کہ سینہ چاک کیا گیا۔ شیطان کا حصہ یا غلاظت نکالی گئی۔ جبکہ اصحاب جن کے سینے چاک نہیں ہوئے اور جن کے دلوں سے شیطان کا حصہ (غلاظت) نہیں نکالا گیا انھیں گمراہ کیوں نہیں مانتے۔

خلیفہ بلافصل واوّل ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اوّل تھے۔ خلیفہ بلافصل واوّل منیب کی موجودگی میں وزیر اور عدم موجودگی میں خلیفہ کہلاتا ہے اور اہلیت سے مراد روح القدس ہے (جو معصوم ونور وتخلیقی طور پر علم الاسماء کی حامل ہوتی ہے۔)

فرعون کے دربار میں تبلیغِ اوّل

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ مل کر دربارِ فرعون میں ہدایت کی تبلیغ کو پہنچے اور

فرمایا :

حضرت موسیٰؑ (نبی معہ اپنے شاہد وخلیفہ بلا فصل منصوص من اللہ یعنی معہ نامزد جانشین بعنوان وصی جو اہل و معصوم تھے) ہارونؑ کے ساتھ پہلی پہلی دعوتِ تبلیغ کرنے کو دربارِ فرعون میں پہنچے۔ انھیں حکم الٰہی تھا کہ کہو۔

فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ (طٰہٰ : ۴۷)

پس تم دونوں اس (فرعون) کے پاس جاؤ پھر کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے رسول ہیں پس تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

قرآن میں موسیٰؑ کی تبلیغ اوّل کے بیان کا مقصود اور اس میں حکمت

موسیٰؑ کی تبلیغِ اوّل کے ذکر کو قرآن میں بیان کرنے کی غرض اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مثلِ موسیٰؑ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تبلیغِ اوّل دعوتِ ذوالعشیرہ میں معہ اپنے شاہد وخلیفۂ بلا فصل مثلِ ہارونؑ یعنی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ (جو منصوص من اللہ نامزد جانشین وخلیفۂ اوّل و من اہلبیتؑ ہیں) موجود ہوں گے نہ کہ اکیلے اور وہ دونوں اللہ کے مرسل (نبی مرسل و امامِ مرسل) ہیں۔ (اُمت مثلِ سامری کو خلیفہ وامام بنالے تو وہ گمراہ کن ہوگا)

کافر اللہ کے نبیؑ کو کافر کہنے لگا

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ۝ (الشعراء : ۱۹)

(فرعون نے موسیٰؑ سے کہا) اور تو نے وہ کام کیا جسے کرنا تیرا ہی کام تھا اور تو کافروں میں سے ہے (یا کافر ہے)

حکومت پرست منافقین

اگر منافقین فرعون کے نقشِ قدم پر چل کر فرعونیت اختیار کر کے اللہ کے حجت دینی لنفسہ ابیطالب علیہ السلام کو کافر کہتے ہیں تو اس سے پہلے فرعون موسیٰؑ کو کافر کہہ چکا ہے معصوم کو کافر کہہ چکا ہے، معصوم کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ (فرعون کی طرح)

بنی اُمیّہ کے پُجاری

اگر بنی امیہ کے پُجاری شیعوں کو کافر کہنے لگیں تو اس سے شیعوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ حق پر گامزن لوگوں کو کافر کہنے والے خود کافر ہیں فرعون کی طرح یا خارجیوں کی طرح یا بنی امیہ کی طرح۔

کافر کون ہے؟

اللہ کے مقررہ خلیفہ یعنی معصوم امام کا منکر کافر ہوتا ہے جیسے آدمؑ کا منکر ابلیس کافر تھا ربانی خلیفوں یا امام النار کے ماننے والے کافر ہیں جنہیں لباسِ اسلام میں منافق کہا جاتا ہے)

عصمتِ موسیٰ علیہ السلام در لفظ ضالّین

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ؕ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِىْ رَبِّىْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○
(الشعراء : ۲۰-۲۱)

(موسیٰؑ نے) فرمایا یہ کام میں نے اس وقت کیا تھا جبکہ میں راہ (محفوظ) سے الگ ہو گیا تھا۔ پھر جب تم سے مجھے خوف لاحق ہو گیا تو میں بھاگ گیا تھا۔ پس میرے پروردگار نے مجھے حکمت عطا فرمائی ہے اور مجھے مرسلین میں سے قرار دیا ہے۔

الضالّین ضال سے مراد غیر معروف وغیر محفوظ راستہ پر ہوتا ہے اگر ہوں کو ضالین یا ضال اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ معروف راستہ (صراط المستقیم۔ معصوم کے راستہ سے الگ ہوتے ہیں۔ یا غیر محفوظ راستہ یعنی صراط الجحیم پر ہوتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم (صاحب روح القدس) نبی ہیں۔ وہ گمراہ نہیں ہوسکتے۔ مراد یہاں معروف راستہ یا خود غیر معروف ہونا (اعلانِ نبوت نہ ہونا) اور غیر محفوظ راستہ (دشمنوں کا شہر) ہوتا ہے۔

تفسیرِ معصوم عن الرضا علیہ السلام قال موسیٰ فَعَلْتُهَا إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ عن الطريق بوقوعي الى مدينه من مدائنك۔ (العیون)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیٰؑ نے کہا میں نے یہ کام (قتلِ کافر) اس وقت کیا تھا۔ جبکہ میں راہ (محفوظ) سے الگ ہوگیا تھا اور تیرے شہروں میں سے ایک شہر میں جا پہنچا تھا۔

تفویضِ حکمت صحتِ علم کے مطابق صحتِ عمل کا نام حکمت ہے موسیٰؑ عالم میثاق (تخلیقِ بشریت سے لاکھوں سال پہلے) سے نبی بروئے آیت میثاق تھے اور بحیثیت نبیؑ ہی پیدا ہوئے جن کے شک میں ستر ہزار بنی اسرائیل کے بچے ذبح ہوگئے اور پیدائشی صاحب روح القدس و نور تھے کہ تنور کی آگ میں نہ جل سکے۔ یہاں حکمت سے مراد مامور بہ عمل ہیں حکمِ خدا سے۔

فرعون کا ردِّ عمل

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ دو معجزے دلیل نبوت کے طور پر پیش کئے تھے۔ عصا کو زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا تھا جسے دیکھ کر خوف سے فرعون کا بول و براز خارج ہوگیا۔ دوسرا ید بیضا کا معجزہ دکھایا۔

بغل سے ہاتھ نکالا تو نور کی چمک سے فرعون کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ فرعون نے ان معجزات کو جادو سے تعبیر کیا اور مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلوایا اور طے شدہ وقت پر جادو و معجزے کا مقابلہ ہوا۔

قانونِ معجزہ

جو فن عروج پر ہو صرف امر یا فعل سے سارے زمانے کے لوگوں کو ان کے فن میں عاجز کر دیے کا نام معجزہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کو عروج حاصل تھا۔ جادوگر لکڑی کو نظر بندی کے زور پر لہراتا ہوا سانپ دکھلاتے تھے۔

جادوگروں نے نظر بندی کر کے لکڑیوں کو زمین پر ڈالا تو وہ لہراتے ہوئے سانپ نظر آنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ نے بحکم خدا اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ جو ایک بہت بڑا سانپ یعنی اژدھا بن گیا۔ اور اس نے جادو کے تمام سانپوں کو نگل لیا۔ اور میدان میں اکیلا رہ گیا۔ جب موسیٰؑ نے اسے اٹھایا تو لکڑی کا عصا بن گیا۔ جبکہ جادوگروں کے سانپ (لکڑیاں) معدوم تھے۔ جادوگر جو جادو کے فن سے واقف تھے۔ اس جادو شکن معجزے کو دیکھ کر فوراً سجدۂ الٰہی میں گر پڑے اور کہنے لگے ہم ہارونؑ و موسیٰؑ کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔

شرطِ ایمان نبی کے ساتھ وصی کا اقرار ہے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى (طٰہٰ : ۷۰)

(جادوگر) کہنے لگے ہم ہارونؑ و موسیٰؑ کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔

ایمان کی بنیاد

نبی اور وصی (نامزد اور جانشین منصوص من اللہ من اہل و معصوم) دونوں کو تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔ نبی کا اقرار اور وصی (نامزد جانشین نبیؐ) کا انکار منافقت ہے۔ جیسے

لباسِ اسلام میں مسلمان کہا جاتا ہے مومن نہیں کہا جاتا۔

جادو اور معجزے میں فرق

جادو یہ کسی شے کی ماہیت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ صرف نظر بندی کی وجہ سے خلافِ فطرت شے نظر آتی ہے یعنی جادو صرف نگاہوں کو دھوکا دیتا ہے۔ جادو کے سانپ نہ ڈس سکتے ہیں نہ زہر سے ہلاک کر سکتے ہیں۔

معجزہ معجزہ مافوق الفطرت اور بالائے فطرت ہوتا ہے جو اولاً حقیقت بن کر سامنے آتا ہے۔ ثانیاً پیدائشی (فطرت کے مطابق) اشیاء سے زیادہ طاقت کا مظہر ہوتا ہے۔ مثلاً فطرت کے مطابق پیدا ہونے والے سانپ لکڑی ہرگز نہیں کھا سکتے۔ جبکہ معجزہ کا سانپ یا اژدھا سینکڑوں لکڑیوں کو کھا کر معدوم کر چکا تھا۔

تخلیق کے دو پہلو خلق و امر ہیں

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ط (الاعراف : ۵۴) خبردار۔ خلق و امر اسی (اللہ) کی شان ہے۔

خلق اس سے مراد فطرت کے مطابق تخلیق ہے۔ جس کے لیے قوانین مقرر ہیں جیسے والدین[۱] کا ہونا۔ باپ[۲] اور ماں[۳] میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہونا، جفتی[۴]۔ حمل[۵]۔ ولادت[۶]۔ بچپن[۷] و بتدریج بڑا ہونا۔

تخلیق بذریعہ امر اس میں کسی قانونِ تخلیق و اصولِ فطرت کی محتاجی نہیں۔ حکم ہوتے ہی چیز خلق شدہ سامنے ہوتی ہے۔ جیسے عصا سے بغیر ماں باپ کے اژدھا بن جانا جو مافوق الفطرت ہے۔

معجزہ معجز نما (امام) کا فعل ہے جو باذنِ خدا ہوتا ہے

معجزہ یہ ایک فعل ہے جس کا فاعل معجز نما (امام) ہے۔ بعض جاہلوں نے (رنج اللہ کی عظمت سے انکار کرنے کے لئے) اسے فعلِ خدا قرار دیا ہے گویا انھوں نے در پردہ معجز نما کو خدا کہہ کر شرک کیا ہے (اذن سے مُراد اللہ کی مشیت ہے)

مُعجز نما اور مُعجزہ فاعل اپنے فعل و مصنوع سے افضل ہوتا ہے۔ پس جب معجز نما کا فعل امر یا معجزانہ تخلیق کا باعث ہو۔ وہ امر یا معجزے سے افضل بطور فاعل ہوگا اور وہ امری مخلوق ہوتا ہے۔ (دیکھئے حصہ اول باب ۱۲ ص)

فرعون کی تفسیر بالرائے

تفسیر بالرای جیسا دیکھنا ویسا بیان کر دینا تفسیر بالرای کہلاتا ہے جو گمراہ کن ہوتی ہے۔ فرعون نے تفسیر بالرای سے کام لیا اور کہنے لگا۔ یہ جادوگر چھوٹے سانپ بنانے والے چھوٹے جادوگر ہیں۔ اور تم لکڑی سے بڑا سانپ (اژدھا) بنانے والے بڑے جادوگر ہو۔

تفسیر بالحق تفسیر بالحق یا حقیقت یہ ہے کہ جادو کسی شے کی ماہیت یا ہیئت ہرگز نہیں بدلتا۔ صرف نگاہوں کو دھوکا دیتا ہے جبکہ معجزہ فطرت سے بھی فوقیت رکھتا ہے اور ہیئت بدل کر حقیقت بنا دیتا ہے۔

فرعون ملعون نے حکومت کے بل بوتے پر سجدہ گزار جادوگروں کے

ہاتھ پاؤں (دائیاں ہاتھ بائیاں پاؤں) کٹوا دیئے۔ اور قبولِ حق کی دردناک سزا دی (یہ جبر و اکراہ دین کے معاملہ میں فرعونیت ہے)

دین اور حکومت الگ الگ شے ہیں

موسیٰؑ کے پاس دین تھا اور حکومت نہ تھی۔ فرعون کے پاس حکومت تھی اور دین نہ تھا۔

دین اور حکومت دو الگ الگ اشیاء ہیں ایک دوسرے کا جزو نہیں۔

ہجرت موسوی ۲

فرعون نے اپنا لشکر جمع کر کے موسیٰؑ کو معہ ان کے ساتھیوں کے قتل کرنے کے لیے موسیٰؑ کا تعاقب کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم خدا بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے ہجرت کر کے نکلے اور دریائے نیل پر پہنچ گئے۔ فرعون معہ اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتا ہوا آ رہا تھا۔ موسیٰؑ نے اپنی امت کو حکم دیا کہ بسم اللہ پڑھ کر محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ دے کر دریا میں کود پڑو۔ مگر بنی اسرائیل نہ مانے۔ قالبؑ بن یوحنا نے اس پر عمل کیا اور محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ دے کر دریا میں گھوڑا ڈال کر دریا پار کر لیا۔ پھر واپس لوٹ کر دکھایا۔ پانی نے گھوڑے کے سموں کو مَس بھی نہ کیا یعنی سم تک تر نہ تھے۔ مگر بنی اسرائیل یہ معجزۂ اسماء محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کا دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور دریا میں نہ کُودے۔ بلکہ اُلٹا موسیٰؑ کو الزام دینے لگے کہ اے موسیٰؑ ہم تو تم سے پہلے بھی ستائے گئے اور اب تمہارا ساتھ دے رہے ہیں تو فرعون سے محفوظ نہ رہ سکے۔

معجزۂ موسیٰؑ اور اسمائے پنجتنؑ پاک کی برکت

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے بحکم خدا ظاہر بظاہر پنجتنؑ پاک کے اسماء کا
ورد کر کے اپنا عصا پانی پر مارا تو دریا شگافتہ ہوا اور ایک چوڑا راستہ دریا
میں خشکی کا بن گیا اور بنی اسرائیل نے حسب ضد کی کہ ان کے بارہ قبیلوں کے
لئے الگ الگ بارہ راستے بنائے جائیں تو موسیٰؑ نے بارہ آئمہ من آل محمدؐ
علیہم السلام کا واسطہ دے کر بارہ راستوں کی اللہ سے دعا کی۔ پس دریا میں بارہ راستے
بن گئے اور بنی اسرائیل ان پر روانہ ہوئے۔

ابھی موسیٰؑ اور ان کی امت بیچ دریا میں تھی کہ فرعون اس کے لشکری نیل
کے کنارے پر آ گئے۔ آگے آگے فرعون تھا پیچھے لشکری تھے۔ فرعون کا گھوڑا اس
دریائی راستہ میں نہ اترا۔ تو اللہ تعالےٰ نے جبرائیل کو اسپ مادہ پر سوار کر کے
بھیجا جو فرعون کے گھوڑے کے آگے دریائی راستہ میں اتری اور اس کے پیچھے پیچھے
فرعون کا گھوڑا بھی دریائی راستہ میں اترا اور اس کے لشکری بھی۔

سامری منافق صحابیٔ موسیٰؑ

سامری جو موسیٰ علیہ السلام کا بظاہر مقتدر صحابی تھا یا اصحاب کبار میں
شمار ہوتا تھا اور صحابہ میں سیاسی پارٹی کا بانی و سربراہ تھا موسیٰ علیہ السلام
کی نبوت میں شک کرتا تھا اور اس کی دوغلی چال تھی۔ اِدھر امت موسوی میں
سیاسی پارٹی بنا کر ان کی سربراہی کرتا تھا۔ اُدھر فرعونیوں سے ساز باز رکھتا تھا
تاکہ اگر موسیٰؑ و ان کے ساتھی قتل ہو جائیں تو خود بچ سکے۔ وہ فرعون کی جانب
سے موسیٰ علیہ السلام کی جاسوسی کرنے پر متعین تھا۔ وہ ساری امت موسوی

سے پیچھے تھا۔ اس نے جب جبرائیلؑ کی گھوڑی کو زمین پر پاؤں مارتے، دریا میں اُترتے دیکھا تو دیکھا کہ اس جبرائیلؑ کی گھوڑی کے سُموں سے مَس شدہ مٹی متحرک ہے اس نے دوڑ کر اس متحرک مٹی کو ایک رومال میں جمع کر لیا اور باندھ لیا۔ اسے فرعونیوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا پھر وہ فرعونی جاسوس یعنی سامری دوڑ کر اُمت موسوی میں جا داخل ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام معہ بنی اسرائیل کے دوسرے کنارے پر خشکی میں چلے گئے اور سامری بھی تیزی سے دریا پار کر گیا لیکن فرعون اور اس کے لشکری بیچ دریا میں تھے کہ موسیٰؑ نے عصا کو پھر پانی پر مارا اور دریا کے بیچ کی خشکی ختم ہو گئی اور دریا ہر جگہ ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ فرعون اور اس کے لشکری ڈوبنے لگے۔ اس وقت فرعون عذابِ خدا کو دیکھ کر موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب پر ایمان لانے کا اقرار کرنے لگا۔ لیکن عذاب دیکھنے پر ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔ پس فرعونی لشکر ڈوب گیا اور فرعون ہلاک ہو گیا۔ لیکن اس کی لاش کو بغرض عبرت قدرت نے باقی رکھ لیا جو تیرنے لگی اور بعد میں نکالی گئی۔

بابِ حطّہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام معہ اپنی اُمت یعنی اصحاب کے دریائے نیل پار کر کے ایک قریہ میں پہنچے وہاں اللہ کے حکم سے ایک دروازہ نظر آیا جسے بابِ حطّہ کہتے ہیں۔ البرہان میں امام حسنؑ عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ بابِ حطّہ پر محمدؐ و علیؑ علیہما السلام کی شبیہیں (تصویریں) بنی ہوئی تھیں۔ موسیٰؑ نے بحکمِ الٰہی حکم دیا کہ اس دروازے میں اشباہِ محمدؐ و علیؑ کو تعظیماً سجدہ کرتے ہوئے گزرو۔ اور حِطّۃٌ کہتے چلو۔ اور محمدؐ و علیؑ کی ولایت کا اقرار کرو۔ تو ہم تمہاری

خطائیں معاف کردیں گے اور درجات بلند کریں گے لیکن ظالم لوگوں نے حطۃٌ کے بجائے حنطۃٌ کہنا شروع کر دیا تو ان پر آسمان سے عذاب نازل ہوا اور ایک لاکھ بیس ہزار نافرمان طاعون سے ہلاک ہو گئے۔

بارہ چشموں کا جاری ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کو پیاس نے ستایا اور ہلاک ہونے کا اندیشہ ہوا تو وہ رونے پیٹنے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں ان الفاظ میں دعا کی۔ جو امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے۔

فقال موسیٰ الٰہی بحق محمدؐ سید الانبیاء وبحق علیؑ سید الاوصیاء وبحق فاطمۃ سیدۃ النساء وبحق الحسنؑ سید الاولیا وبحق الحسینؑ افضل الشہداء وبحق عترتہم وخلفائہم سادۃ الازکیاء لما سقیت عبادک ھؤلاء فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ یاموسیٰ اِضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فضربہ بہاء فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط (البرہان ص ۱۰۳)

پس موسیٰؑ نے دعا کی اے میرے اللہ محمدؐ سید الانبیاء کے حق اور علیؑ سید الاوصیاء کے حق اور فاطمہؑ سیدۃ النساء کے حق وحسنؑ سید الاوصیا کے حق اور حسینؑ افضل الشہداء کے حق اور ان کی اولاد میں ان کے خلفا (آئمہؑ) نیکوں کے سرداروں کے حق کا واسطہ اپنے ان بندوں کی پیاس بجھا تو اللہ نے حکم دیا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو موسیٰ نے عصا پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ (جو بارہ آئمہ من آل محمدؐ کی نشانی تھے)

من و سلویٰ کا نزول

حضرت موسیٰ علیہ السلام معہ اپنی امت یعنی اصحاب کے صحرا میں مقیم

ہوئے۔ جو غیر آباد و اُجڑا ہوا بیابان تھا۔ کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ تھا۔
کربلا کے واقعات (جو علم الاسماء کی معرفت کے سبب معلوم تھے) کا ذکر کرکے
موسیٰؑ و ہارونؑ خوب روئے اور گڑگڑا کر بارگاہِ ربّ العزت میں کربلا کے بھوکے
پیاسے مہمانوں کا واسطہ دے کر دعا کی کہ اے پالنے والے ہمیں سید الشہداء علیہ السلام
کے صدقہ میں ایسا رزق نازل فرماکر عطا فرما کہ ایسا رزق
نہ تو ہم سے پہلے کسی کے لئے نازل کیا ہو۔ نہ ہمارے بعد کسی کے لئے نازل کرے۔
چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور روزانہ پَو پھٹنے کے بعد طلوع الشمس
سے پہلے آسمان سے بھُنے ہوئے بٹیر و ترنجبین من و سلویٰ کے عنوان سے نازل ہونا
شروع ہوگئے۔ جو ان کی ضرورت کے مطابق نازل ہوتے تھے جو اس وقت بیدار
نہ ہوتا تھا اس کا رزق آسمان پر واپس ہو جاتا تھا اور وہ دوسروں کا حق غصب
کرکے کھاتا پیتا تھا (پَو پھٹنے سے طلوع الشمس تک وقتِ نزولِ رزق ہے)
(البرہان) اس وقت کی بیداری اور عبادت افضل ترین عبادت ہے (اور
وسعتِ رزق کا سبب ہے۔ اس وقت کی بیداری عقلوں کو جِلا بخشتی ہے) حضرت
موسیٰؑ بارہ آئمہ من آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر پتھر پر عصا مارتے تھے تو بارہ چشمے اُبل
پڑتے تھے۔ جن کے ذریعہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے سیراب ہوتے رہتے تھے۔

اعلیٰ کے بدلے پست کی طلب باعثِ بدبختی ہے

بنی اسرائیل ایک قسم کی اعلیٰ خوراک پر اکتفا نہ کرسکے اور ساگ پات
دالیں۔ لہسن پیاز کے طلب گار ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا

(اللہ نے) فرمایا کیا تم اچھی چیز کو گھٹیا سے بدلنا چاہتے ہو تو کسی شہر میں اُترو

فَاِنَّ لَکُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ط وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْکَنَةُ ق وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط

(البقرہ : ۶۱)

پڑو۔ پس تمہیں اپنی مطلوبہ اشیاء مل جائیں گی اور ان پر ذلت و محتاجی کی مار پڑ گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیات (محمدؐ و آلِ محمدؐ) کا انکار کرنے والے تھے اور انبیاءؑ کو ناحق قتل کرنے والے تھے۔

قانونِ الٰہی کا اعلان

جب کوئی افضل و اعلیٰ (یعنی معصوم نُور و صاحبِ روح القدس) سے بدل گھٹیا شے (گنہگار و خاکی لوگوں) کی خواہش کرتا ہے تو اس پر ذلت (یعنی عقل کا ماؤف ہونا و درندہ پن اور وحشت) اور مسکنت (حق سے رکنے کے اسباب مثل طلبِ دنیا و طلبِ حشمت و حکومت) طاری ہو جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہونے کا سبب بنتی ہے اور یہ نتیجہ ہے اللہ کی آیات (معرفت و حجج اللہ) کے انکار کا۔ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ جو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام (جن کے اسماء کی معرفت یعنی علم الاسماء کے سبب نبی بنے) کا واسطہ دے کر دعا مانگتے تھے بنی اسرائیل دل سے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا انکار کرتے تھے جسے آیات اللہ کا انکار بتایا گیا ہے اور یہی نافرمانی سبب بنا بعد میں انبیاءؑ بنی اسرائیل کے قتل ہونے کا جس کے بانیوں کو قتلِ انبیاءؑ کا الزام دیا گیا ہے۔ (جیسے کہ یزید اور یزیدیت کے بانی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آلِ محمدؐ یا علی علیہ السلام کے حقوق غصب کر کے حکومت غیر خدا کی بُنیاد بنی سقیفہ میں ڈالی) اور ایران نے آیت اللہ خا کی

خاطی انسانوں و مجتہدین کے کہنے کا رواج ڈال کر گمراہی کا دروازہ کھولا ہے۔
(غیر معصوم گناہ کے وقت آیت الشیطان (شیطان کی نشانی) ہوتا ہے۔)

میثاق اور کوہِ طور کا اُمتِ موسیٰؑ کے سروں پر بلند ہونا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ (البقرۃ : ۶۳)	اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے (بنی اسرائیل) عہد لیا اور ہم نے تمہارے اوپر کوہِ طور کو بلند کیا۔

تفسیر البرہان میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ اُمت موسیٰؑ سے جو میثاق لیا گیا ہے کہ محمدؐ و علیؑ و ان کی ذریت میں آئمہ طاہرینؑ کا (جو تمام مخلوقات کے سردار اور قوامون بالحق ہیں) اس کا اقرار کریں اور وہ اپنے بعد آنے والوں کو یہ خبر یکے بعد دیگرے پہنچاتے رہیں۔ کوہِ طور اُن کے سروں پر بلند کر کے یہ میثاق لیا گیا۔ اور موسیٰؑ نے فرمایا اگر تم اس کا اقرار نہ کرو گے تو یہ پہاڑ تم پر آ گرے گا۔ نیز فرمایا محمدؐ و علیؑ و آئمہؑ من ذریتہما کا ذکر امرِ جلیل ہے۔

یہود کا بندروں کی شکل میں مسخ ہونا

اسی ہزار یہود جو دریا کے کنارے آباد تھے ان سے نبیؑ نے فرمایا کہ سبت یعنی ہفتہ کے دن شکار نہ کیا کرو ان میں سے ستر ہزار نے نافرمانی کی جو مقصرین تھے اور وہ انسانیت سے گر کر بندروں کی شکل میں مسخ ہو کر تباہ ہوئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ قتلِ اولادِ رسولؐ و قتل حسینؑ علیہ السلام مچھلیوں کے شکار سے بہت بڑا ظلم و گناہ ہے جس کا عذاب ان مسخ ہونے والوں سے کئی گنا ہوگا اور آخرت میں ان پر عذاب ہوگا۔

باب ۱۴۳

معصوم ہادی سے ضد ہلاکت کا سبب ہوجاتی ہے

اصحاب موسیٰؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کیسے کلام فرماتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی مثل کوئی شے نہیں کہ بیان کیا جاسکے۔ اس کے حکم سے ایک درخت سے میرے لئے کلام پیدا ہوجاتا ہے اور احکامات مل جاتے ہیں۔ وہ بولے آپ ہمیں بھی ساتھ لے چلیں ہم بھی اللہ کا کلام سنیں گے اور اس سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ تمہارا ظرف اس قابل نہیں کہ تم اللہ کا کلام میری طرح سُنکر برداشت کرسکو۔ مگر وہ معترض تھے نبی کو اپنا جیسا بشر سمجھتے تھے۔ ضد کرنے لگے۔ اور بولے آپ اللہ کا کلام سنواتے ہیں تو بہتر ورنہ ہم آپ کا دین چھوڑ دیں گے۔

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجبوراً فرمایا اچھا میں تم سب کو ساتھ لے جاکر ساری امت کو برباد نہیں کرسکتا۔ اگر تم بضد ہی ہو تو تم میں سے چُن کر کچھ تمہارے نمائندے ساتھ لے جاتا ہوں اگر وہ صحیح سلامت رہ گئے تو تمہارے باقی ماندہ لوگوں کے لئے بھی کوشش کی جائے گی یا تم انھیں پر اکتفا کرلینا چنانچہ اس بات پر امت راضی ہوگئی۔

طریقہ انتخاب موسیٰؑ

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں۔

فقالوا لن نومن لك حتى نسمع كلامه كما سمعت وكان القوم سبع مائة الف رجل فاختار	(اصحاب موسیٰؑ) کہنے لگے ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم خود خدا کے کلام کو نہ سُن لیں جس طرح تم سنتے ہو۔

منهم سبعين الفاً ثم اختار منهم
سبعة آلاف ثم اختار منهم
سبعمائة ثم اختار منهم سبعين
رجلا لميقات ربه فخرج بهم
الی طور سیناء فاقامهم فی صفح
الجبل وصعد موسی الی الطور
وسئل الله عزوجل ان یکلمه ویسمعهم
کلامهٗ، وکلمه الله
واسمعوا کلامه من فوق
واسفل ویمین وشمال و وراء
وامام لان الله تعالی عزوجل
احدثه فی الشجرة وجعله
فیشامنها حتّٰی سمعوه من جمیع
الوجوه فقالوا لن نومن لك
بان هذا الذی سمعناه کلام الله
حتّٰی نری الله جهرة فلمّا قالوا
هذا القول العظیم واستکبروا
وعتوا بعث الله علیهم صاعقة
فاخذتهم بظلمهم مماتوا۔
(البرهان)

اور اس قوم میں سات لاکھ مرد تھے۔ پھر
آپ نے (موسیٰؑ نے) ان میں سے ستر ہزار
چنے پھر ان (منتخب شدہ لوگوں) میں
سے سات ہزار کو چنا پھر (دو مرتبہ کے
منتخب میں سے) سات صد کو چن لیا پھر
(تین مرتبہ منتخب میں سے) ستر کو اپنے پروردگار
کے مقررہ وقت کے لئے چن لیا۔ جنھیں
لے کر طور سینا کی طرف گئے انھیں پہاڑ
کے دامن میں کھڑا کیا اور خود کوہِ طور پر
چڑھ گئے اور خدا سے سوال کیا کہ وہ کلام
کرے اور ان لوگوں کو بھی سنائے۔ پس
اللہ تعالیٰ (موسیٰؑ سے) ہمکلام ہوا۔ اور
اُن (اصحاب) نے اوپر نیچے۔ دائیں
بائیں و پیچھے و آگے سے اللہ تعالیٰ عزوجل
کے کلام کو سنا۔ اس لئے کہ خدا نے درخت
سے کلام پیدا کرکے اسے پھیلا دیا یہاں تک
ہر سمت سے انہوں نے کلام سنا۔ تو وہ
(صحابہ) بولے۔ ہم تو تم پر اس بات میں
ایمان ہرگز نہ لائیں گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے
جب تک اللہ کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں
جب انہوں نے یہ بڑا بول بولا اور تکبر و

سرکشی کی تو اللہ تعالےٰ نے ان پر بجلی گرائی
جس نے انھیں ان کے ظلم کے سبب
پکڑ لیا اور انھیں ہلاک کر دیا۔

انتخاب موسیٰؑ کو قرآن میں بیان کرنے کی غرض اور اس میں حکمت

اللہ تعالیٰ نے انتخابِ موسیٰؑ کا قرآن میں تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ امتِ محمدیہ یہ بات سمجھے کہ اگر خاکی خاطی اصحاب یا انسانوں میں سے کسی کو معصوم صاحبِ کلمہ وکتاب وشریعت اولوالعزم نبیٔ مرسل اور کلیم اللہ جیسا باعظمت شخص بھی چن لے یا منتخب کرے۔ تو بھی غیر خدا کا چُنا ہوا آزمائش میں گمراہ ومرتد ہو کر ہلاک ہو جائے گا اور صحیح وثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ پھر چند غلط کار اصحاب کا بنی سقیفہ میں چناؤ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

(افلا تعقلون)

نوٹ: اگر نبی کے اصحاب نبی کی قربت وموجودگی میں بھی مرتد اور معذب ہو سکتے ہیں تو قرب کی نزدیکی قابلِ عذاب لوگوں کو نہیں بچا سکتی نیز نبیؐ کے وصال کے بعد بھی اصحاب مرتد ہو سکتے ہیں (وصیِ نبیؐ سے انکار کرکے) اور امام معصوم کی غیبت میں حق امام پر ڈاکہ ڈالنے والے۔ اور غیر معصوم کو امام ماننے وکہنے والے بھی مرتد وخارجی ہو سکتے ہیں جبکہ امام اول علیؑ کی موجودگی میں امامِ برحق سے مُنہ موڑ کر اہلِ نہروان خارجی ہو چکے ہیں جو مرتد تھے۔

مشیّت اللہ (نورِ اوّل) کے حامل حسینؑ کا انتخاب

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط (رائے آلِ محمدؐ حاملانِ نُورِ اول ۱۴ معصوم)

(الدھر : ۳۰) تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی جو اللہ چاہتا ہے۔

اللہ کی سب سے پہلی مخلوق اللہ کی مشیت (منشا۔ رضا) ہے جسے نورِ اوّل کہتے ہیں جس کے ۱۴ فانوس ۱۴ معصوم ہیں جو عصمتِ کبریٰ پر فائز ہیں اور اللہ کی مشیت ہیں ان کا فعل اللہ کا فعل اور اللہ کی منشا ہے۔ جو بروئے آیتِ تطہیر ہر قسم کے عیب و نقص و غلطی و نجاست سے پاک ہیں۔ پس امام حسین علیہ السلام کا انتخاب اللہ کی مشیت کا انتخاب ہے جس میں غلطی ممکن ہو سکتی ہی نہیں۔ اگر حسینؑ نے بوڑھوں۔ جوانوں۔ بچوں۔ عورتوں۔ سادات۔ غیر سادات حتیٰ کہ نومسلم وہب۔ دشمن کی فوج کے سالار حُر۔ دشمن کے قاصد عُظامہ۔ عثمانیوں میں سے زہیر اور جس جس کو چُن لیا۔ کوئی صراطِ حق سے سرِمُو تجاوز نہیں کر سکا۔ یہی فرق ہے موسیٰؑ و حسینؑ کی عظمت میں۔

دیدارِ الٰہی کا عقیدہ باطل ہے

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ

(الاعراف : ۱۴۳)

(موسیٰؑ نے) عرض کی اے میرے پروردگار مجھے دیدار کرا دے کہ تیری طرف دیکھ سکوں۔ (اللہ نے) فرمایا تو مجھے ہرگز (کبھی بھی) نہ دیکھ سکے گا۔ لیکن پہاڑ کی طرف نظر کر اگر وہ اپنی جگہ سلامت رہ جائے تو تُو عنقریب دیکھ سکے گا پس جس وقت اس کے پروردگار کا جلوہ (مظہر) پہاڑ پر آیا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑے۔

پہاڑ کا سلامت نہ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی ہرگز نظر نہیں آسکتا جو نظر میں محدود نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی جسم و محدود ہے کہ جسم کے پھیلاؤ یا حدود سے نظر آسکے۔ پس دیدار کا عقیدہ باطل ہے۔

جلوہ پہاڑ پر جلوہ اللہ کے مَثَلُ الاعلیٰ۔ نُورِ اوّل۔ نُورِ محمدی (محمدؐ و آلِ محمدؐ یا ۱۴ معصوم کے نُور) کا تھا۔ جو اللہ کے مظہر اور اللہ کے فعل کے امین ہیں جن کا فعل (ربّ حِصّہ فعل مشیت اللہ) اللہ کا فعل ہے جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت جن کی بیعت اللہ کی بیعت جن کا کنکریاں یا مٹی پھینکنا اللہ کا پھینکنا ہے پس اُن کا جلوہ اللہ کا جلوہ ہے۔

نُورِ اوّل مشیت اللہ کے فانوس نُورِ اوّل کو اصلی حالت میں انبیاءؑ و مرسلینؑ و ملائکہؑ مقربین حتیٰ کہ جبرائیلؑ و موسیٰؑ بھی دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے۔ موسیٰؑ کا بیہوش ہونا اور جبرائیلؑ کا سدرہ پر بوقت معراج رُک جانا اس کی دلیل ہے۔ نُورِ اوّل کے فانوس ۱۴ معصوم دُنیا میں ستر ہزار حجابات میں مستور ہو کر عالم بشریت یا لباسِ بشریت میں نظر آئے ورنہ ان کی عظمت ایسی لا احصار ہے کہ "انبیاء ان کے پسینہ سے پیدا ہوتے ہیں"۔ (حیاۃ القلوب)

قرآن میں اس واقعہ کو ذکر کرنے کی غرض اور اس میں حکمت

۱۔ یہ کہ دیدارِ خدا کا عقیدہ باطل ہے۔ اللہ محدود نہیں کہ حد بندی سے نظر آسکے۔

۲۔ اللہ کے مَثَل الاعلیٰ۔ مظہر۔ نُورِ اوّل کو اصل حالت میں یا ان کی عظمت

کا جلوہ بھی کوئی بعد کی مخلوق حتیٰ کہ مسجودِ ملائکہ نبیؑ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

عصمتِ موسوی در سوالِ دیدار

دیدار کا سوال یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فعلِ اضطرار تھا جو امّت کے اصرار پر اس مجبوری کے تحت کہ امّت مرتد و بے دین وخارج از امت نہ ہو جائے آپ نے باذنِ الٰہی کیا جب منتخب شدہ اصحاب نے بھی مرتد ہو کر اجماع کر لیا کہ جب تک خدا کو ظاہر نہ دکھا دو ہم ایمان نہ لائیں گے تو موسیٰ علیہ السلام مضطر ہو گئے۔ اگر سوال کرتے ہیں تو ہلاکت کا اندیشہ ہے نہ کریں تو امّت کے منتخب بھی خارج از امّت ہو رہے ہیں۔ پس اللہ نے اجازت دیدی کہ تم سوال کر لو (البرہان) تاکہ ایسا جواب ملے کہ قیامت تک کوئی دیدار کا سوال نہ کر سکے اور اس کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔

أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ج (الاعراف ، ۱۵۵)

(موسیٰؑ نے کہا) کیا تو ہمیں اس کرتوت کے عوض ہلاک کر دے گا جو ہم میں سے بے وقوف لوگوں نے کیا ہے۔

یعنی یہ سوال موسیٰؑ کے دل کی آواز نہ تھا وہ تو ایک واسطہ و وسیلہ تھے یہ سوال اصحاب کے اجماع کا تھا اور موسیٰؑ کی عصمت اور اللہ کی مشیت پر عمل کا ثبوت موسیٰؑ کی دعا پر ان مُردہ اصحاب کا دوبارہ زندہ ہونا ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٥ (البقرۃ ، ۵۶)

پھر ہم نے (اے یہودیو) تمہارے مرنے کے بعد تم کو دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ تم شکر گزار ہو۔

اُمّتِ موسوی کے دوبارہ زندگی کے بیان میں حکمت

ان لوگوں نے جو جلوہ کے باعث جل کر مر کر دوبارہ زندگی پائی۔ اس بات

کی تصدیق کی کہ موسیٰؑ جن پنجتنؑ پاک کے واسطے سے دُعا مانگے۔ ہیں وہ اللہ کے نزدیک عرش و کرسی سے زیادہ معزز ہیں اور جب ان کی روحیں فرشتے لے جا رہے تھے تو محمدؐ و علیؑ نے انھیں روکا اور کہا کہ ابھی ان کو عذاب سے روکو۔ یہ موسیٰؑ کی دعا سے دوبارہ زندہ ہوں گے۔ (حدیث امام عسکری علیہ السلام تفسیر البرہان)

حکمتِ عظمےٰ اس میں ایک عظیم حکمت یہ ہے کہ لوگ قرآن پڑھ کر رجعت (مرنے کے بعد زندہ ہونے) پر یقین کر سکیں۔

جلوہ ایک اثرات دو

انبیاءؑ نور و الگ نوع ہیں موسیٰؑ نورانی جلوہ سے بوجہ ہوتے نورؐ ہلاکت سے بچ گئے جبکہ خاکی انسان (اصحابِ موسیٰؑ) وخاکی پتھر کا پہاڑ ہلاک ہوئے یا جل گئے۔ پس نبی کی نوع عام انسان سے الگ ہے (بوجہ روح القدس نورانی)

ستر کم سات لاکھ اصحاب کا اجماع

حضرت موسیٰ ستر کم سات لاکھ اصحاب میں حضرت ہارون علیہ السلام کو نامزد خلیفہ بنا کر اور ستر اصحاب کو ساتھ لے کر طور پہ چلے گئے تو اصحاب موسیٰؑ نے اجماع کر لیا کہ وہ ہارونؑ کو ہرگز اطاعت کے سر پہ نہ بٹھائیں گے یعنی حاکم تسلیم نہ کریں گے وہ سمجھتے تھے کہ موسیٰؑ صرف بھائی ہونے کی بنا پر اور اپنے خاندان کو ہمارے سروں پر مسلّط کرنے کے لئے ہارونؑ کو خلیفہ تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ وہ اُن کی نیابت کو منجانب اللہ نہ مانتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ موسیٰؑ کی نبوت میں بھی دل کے اندر شک کرنے لگے تھے۔ پس انہوں نے اجماع کر لیا کہ ہر بد سے بدتر کو اپنا

سربراہ وحاکم بنالیں گے اور اس کی اطاعت کرلیں گے لیکن موسیٰؑ کے بنائے ہوئے ہارونؑ کی اطاعت نہ کریں گے۔ اس فیصلے کے بعد سامری جو اس منافقانہ تحریک کا بانی اور خلیفہ بننے کا متمنی تھا۔ آگے بڑھا اور بولا اپنے زیورات لاکر اکٹھا کرو۔ میں تمہارے لئے ایک ایسی شے بناؤں گا کہ موسیٰؑ وہارونؑ دونوں کو اس معاملہ میں بے بس کردوں گا۔ پس سب نے زیورات لاکر جمع کردیئے۔ سامری نے انھیں آگ میں ڈال کر ایک بچھڑے کا مجسمہ بنادیا اس میں وہ مٹی جو جبرائیلؑ کی گھوڑی کے سموں سے مس شدہ اور متحرک دیکھ کر اٹھائی تھی ڈال دی۔ پس اللہ تعالےٰ نے اصحاب موسیٰؑ کی آزمائش کی کہ وہ توحید پرست ہیں یا اجماع پرست اور اس بچھڑے میں اس متحرک مٹی میں آواز پیدا کردی۔ وہ ڈکرانے لگا۔ پس سامری بولا۔ یہی تمہارا خدا ہے۔ موسیٰؑ تو بھول کر طور پر چلے گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی کثیر اصحاب موسیٰؑ اس بچھڑے کی پوجا کرکے مشرک بن گئے اور ہارونؑ نے روکنا چاہا تو انھیں قتل کرنے کو تیار ہوگئے (قرآن میں مفصل تذکرہ موجود ہے)

سامری اجماعی خلیفہ گمراہ کُن تھا

فیصلہ قدرت	قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝ (طٰہٰ: ۸۵)	(اللہ نے) فرمایا ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کی آزمائش کی ہے اور (تمہارے صحابی) سامری نے ان کو بہکایا ہے۔

قرآن میں اس واقعہ کو بیان کرنے کی غرض یا اس میں حکمت

اللہ تعالےٰ نے محمدؐ کو (سورہ مزمل: ۱۵ میں) موسیٰؑ سے تشبیہہ دے کر

اور اس واقعہ کو بیان کر کے امتِ محمدؐیہ کو یہ سبق دیا ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے معصوم صاحب آیتِ تطہیر وشاہدِ نبوتؐ در تبلیغِ اول (دعوتِ ذوالعشیرہ) من اہل البیت علی علیہ السلام خلیفہ ہیں بلا فصل مثلِ ہارونؑ من موسیٰؑ - پس ان کے خلاف اجماع پرست صحابہ (اور اجماع سے بننے والا سامری ثانی خلیفہ) اصحابِ موسیٰؑ کی طرح سب گمراہ ہو جائیں گے - آنے والی نسلیں ان گمراہوں سے بچکر ہدایت کے اہل یعنی اہل البیتؑ کی پیروی کر کے ہدایت حاصل کریں - قرآن میں یہ سب واقعات ہدایت کرنے کی غرض سے بیان کئے گئے ہیں۔ عبث یا فضول نہیں۔

الفرقان محمدؐ و علیؑ اور انکی اولاد میں آئمہ طاہرینؑ ہیں

تفسیر البرہان میں، امام عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ موسیٰؑ کو کتاب تورات کے ساتھ فرقان دیئے جانے سے مراد ذکر محمدؐ و علیؑ و آئمہ طاہرینؑ من اہلھما کا میثاق و عہد ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ مخلوقات کے سردار اور قواموں بالحق ہیں اور یہ عہد کر وہ لوگ بعد میں آنے والوں تک یہ بات پہنچاتے رہیں۔

منافقین کا قتلِ عام اور توبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکمِ خدا یہ حکم دیا کہ جن لوگوں نے بچھڑا انہیں پوجا وہ بچھڑا پوجنے والوں کو قتل کر دیں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی ہوں، بچھڑا پوجنے والے ستر ہزار تھے۔ جب ان کا قتلِ عام شروع ہوا اور چھ ہزار قتل ہو چکے تو باقی منافقین نے پنجتنؑ پاک محمدؐ و آلہٖ - فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور آئمہ طاہرینؑ کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کی کہ ان کی خطا معاف ہو جائے - پس اللہ تعالےٰ نے ان ذواتِ مقدسہ کا واسطہ دینے کے سبب ان کی توبہ قبول کر لی اور قتلِ عام بند کرنے کا حکم دیدیا۔

سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ اور گائے ذبح کرنے کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک نہایت حسین و جمیل اور اچھے نسب کی پردہ نشین عورت تھی۔ بہت سے لوگ اس کے خواستگار تھے اس کے تین چچا زاد تھے ان میں سے جو زیادہ عالم و پرہیز گار تھا۔ اس کے ساتھ اس عورت نے شادی کرلی۔ دوسرے دو چچازادوں نے حسد کیا اور ایک رات ضیافت کے بہانے اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش بنی اسرائیل کے ایک بڑے قبیلے کے درمیان ڈال دی اور وہ خود مدعی بن کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس دادخواہی کو آگئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی امت سے کہا کہ یہی مدعی خود قاتل ہیں لیکن امتِ موسوی نبی کو علم الغیب کا حامل نہ مانتی تھی اور ظاہر پرست یعنی منافق تھی اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے امت نے کہا کہ اللہ سے عرض کیجئے کہ وہ ہم پر قاتل کو ظاہر کردے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خدا یہ حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس کے ایک حصہ کو مُردہ سے مس کرو وہ بحکم خدا زندہ ہوجائے گا۔ حکم ملتے ہی اگر یہودی کوئی بھی گائے ذبح کرلیتے اور اطاعتِ نبیؑ میں حیل و حجت نہ کرتے تو کوئی بڑی دشکل بات نہ تھی۔ جب انہوں نے حیل و حجت شروع کر دی تو اس کی شرائط سخت سے سخت ہوتی گئیں۔ بالآخر ایک ایسی گائے پر شرائط پوری ہوئیں جو زمانے بھر میں ایک ہی مل سکی۔ اور اس کی قیمت میں سارے بنی اسرائیل کی کثیر دولت خرچ ہوئی اور وہ مفلس ہوگئے۔ چنانچہ گائے ذبح کرکے گوشت کا ایک پارچہ مُردہ پر مارا گیا جس سے وہ زندہ ہوگیا اور اس نے قاتلوں کو بتادیا جنھیں قصاص میں قتل کیا گیا۔

زندہ ہونے والا مقتول

جو مقتول زندہ ہوا اس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ دے کر حق تعالیٰ سے

طولِ زندگی کی درخواست و دعا کی چنانچہ موسیٰؑ پر وحی ہوئی کہ اس کی دعا قبول ہوگئی اور اس کی عمر پہلے ۶۰ سال تھی اب آلِ محمدؐ کا واسطہ دینے پر ستر سال عمر اور بڑھا دی گئی چنانچہ وہ اس خوبصورت عورت سے بہرہ مند ہوا اور اس کی عمر ۱۳۰ سال ہوئی۔

گائے مطلوبہ کا مالک

یہ گائے ایک مومن کی تھی جو نہایت غریب تھا اور دل میں موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام سے محبت رکھتا تھا۔ اللہ تعالےٰ سے اس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر غنی ہونے کی دعا کی جو قبول ہوئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل اس کی گائے خریدنے پر مجبور ہیں تو اس نے اس کی قیمت اس کی کھال میں جتنا سونا آئے مانگی جو بنی اسرائیل کو ادا کرنا پڑی اور وہ گائے والا مومن مالدار ہوگیا۔

توریت کا نزول اور شریعتِ موسوی

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الواح کی صورت میں توریت ۶ ماہِ رمضان المبارک کو نازل ہوئی جس میں اس زمانے کی ہر شے کا مفصل بیان اور پنجتنؑ پاک و آئمہ طاہرینؑ کا ذکر تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تک شریعتِ ابراہیمی پر عمل ہوتا رہا۔ شریعتِ ابراہیمی کے دو جزو تھے۔ ایک شریعتِ قولی جس کا تعلق نبوت سے تھا۔ دوسری شریعتِ عملی جس کا تعلق عملِ ابراہیمؑ (قربانی و عزاداری کی یادگار) و امامت سے تھا۔ پس شریعتِ قولی جدید ارتقائی حیثیت سے موسیٰؑ پر نازل ہوئی اور شریعتِ عملی (قربانی و عزاداری کی یادگار یا ذبحِ عظیم کا تذکرہ و نقل)

شریعتِ قائم وناقابلِ منسوخ رہی۔

شریعت اگرچہ شریعت اعمال اختیار کرنے کا نام ہے لیکن جن احکام کو عمل کے لئے قول کے ذریعہ پہنچایا جائے اسے قولی شریعت کہتے ہیں اور جو عمل خود کر کے دکھایا جاتے اسے شریعت عملی کہتے ہیں اس کا تعلق امامت سے ہے اور اسی کو شریعتِ باطنہ کہتے ہیں جس کا ذکر حضرت خضر علیہ السلام کے سلسلہ میں آگے آنے والا ہے اس کا تعلق ہادی کی ذات سے ہوتا ہے۔ شریعتِ عملی (قربانی وعزاداری کی یادگار بطور ارکانِ حج وقربانی) مِلّتِ ابراہیمیؑ کے عنوان سے تاقیامت باقی اور ناقابلِ منسوخی ہے۔

قارون کا قصّہ

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خالہ زاد بھائی تھا جو کیمیا گری کرتا تھا اس نے اتنے خزانے سونے چاندی سے بھر رکھے تھے کہ جن کی کنجیاں ساٹھ خچروں پر بار ہوتی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زکوٰۃ دینے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیتے تھے تو یہ اطاعت نہ کرتا تھا مغرور وسرکش تھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے دریا سے باہر آکر مقامِ قربانی کی تولیت حضرت ہارون علیہ السلام کو سپرد کی اور ہارونؑ کی وزارت وخلافت کا اعلان کیا اور ہارونؑ کی اطاعت کا صحابہ کو حکم دیا تو قارون نے حسد کیا اور کہا۔ اے موسیٰؑ پیغمبری تم نے لی۔ اور حبورہ ہارونؑ کو دیدیا اور مجھے نظر انداز کر دیا۔ یہ تم نے اپنی مرضی سے کیا ہے۔ خدا کے حکم سے نہیں کیا۔ اس نے دوسرے اصحاب کو بھی ہارونؑ کی مخالفت میں اپنا ہمنوا بنالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے تمام سرداروں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے

نام لکھ کر اپنے عصا لاؤ اور ایک مکان میں رکھ دو اور ہارونؑ کا عصا بھی نام لکھ کر رکھوا دیا۔ پھر ساری رات عبادت کی۔ صبح کو تمام عصا نکالے گئے سب کے عصا اپنی پہلی حالت میں تھے۔ اور ہارونؑ کے عصا میں بادام کی پتیوں کی طرح سبز پتیاں لگی ہوئی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ خدا داد نشانی ہے کہ ہارونؑ کو خدا نے میرا جانشین بنایا ہے۔ میں نے خود نہیں بنایا۔

قارون نے ایک فاحشہ عورت کو بُلا کر ایک ہزار اشرفی اور طلائی طشت دینے کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگوانے کی تجویز کی۔ اس نے منظور کر لیا۔

اعلانِ احکامِ شریعت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ میں احکام شریعت کا اعلان کیا اور فرمایا جو چوری کرے گا اس کا میں ہاتھ کٹوا دوں گا جو فحش عمل کرے گا اسے تازیانہ ماروں گا جو زنا کرے گا۔ اگر کنوارا ہو گا تو سو کوڑے ماروں گا۔ اگر شادی شدہ ہو گا تو سنگسار کروں گا۔ عین اسی وقت قارون نے زنا کی تہمت موسیٰ علیہ السلام پر لگائی اور عورت مذکورہ پیش کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے کہا۔ میں اسی خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو شگافتہ کیا۔ اور مجھ پر توریت نازل کی تو سچ بتا کہ حقیقت کیا ہے؟ اس عورت نے قارون کو جھوٹا بتایا اور سارا قصہ کہہ سُنایا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے ساتھیوں سے کہا کہ وہ قارون کا ساتھ چھوڑ دیں۔ یہ سنکر سب قارون سے الگ ہو گئے سوائے دو اشخاص کے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا پر قارون اور اس کے دو ساتھی تینوں صحابہ معہ قارون کے خزانوں کے زمین میں دھنس گئے اور جہنم رسید ہو گئے۔

حضرت موسیٰؑ و خضر علیہما السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت بصورت الواح نازل ہوئی جس میں بہت سے علوم کے خزانے تھے اور زمانے کی ہر شے کا بیان مفصل تھا تو ان کے دل میں خیال گزرا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے کُل علم تفویض فرما دیا ہے اور مجھ سے زیادہ صاحبِ علم کسی کو پیدا نہیں فرمایا فوراً اللہ تعالےٰ نے جبرائیلؑ کے ذریعہ حکم دیا کہ اے موسیٰؑ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ایک صاحبِ علم ہے اس سے ملاقات کرو۔ اور اس کے علم کا مشاہدہ کرو۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں اس خیال پر شرمندہ و خائف ہوئے اور توبہ کی۔

پھر موسیٰ علیہ السلام اپنے وصی یوشع بن نون (جو ہارونؑ کی وفات کے بعد بحکمِ خدا وصی قرار پائے تھے) کو ساتھ لے کر سفر کو روانہ ہوگئے۔ حضرت یوشعؑ نے ایک صحیح سالم مچھلی نمک آلود ناشتہ کے لئے ساتھ لے لی۔

ایک مقام پر حضرت یوشع علیہ السلام نے مچھلی نکالی اور پانی میں دھو کر ایک پتھر پر رکھ دی وہ مچھلی زندہ ہو کر پانی کے اندر چلی گئی کیونکہ وہ آبحیات تھا۔ موسیٰؑ و یوشعؑ آگے بڑھ گئے۔ جب موسیٰؑ نے ناشتہ مانگا تو یوشعؑ نے مچھلی کا تذکرہ کیا۔ موسیٰؑ علیہ السلام نے فرمایا۔ اسی مقام کی تو ہمیں تلاش تھی۔ واپس لوٹے تو ایک مقام پر حضرت خضر علیہ السلام کو مشغولِ عبادت پایا۔ چنانچہ نماز ختم ہونے کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

موسیٰؑ و خضر کی ملاقات

نماز ختم کرنے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرف

متوجہ ہوئے اور سلام علیک کے بعد پوچھا آپ نے کیسے زحمت فرمائی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ (الکھف ، ۶۶)

موسیٰؑ نے اس (خضرؑ) سے کہا کیا میں آپ کے پیچھے (ساتھ) رہوں کہ جو علم آپ کو سکھایا گیا ہے وہ آپ مجھے بھی دکھا دیں۔

واقعاتِ کربلا کا ذکر اور گریہ

حضرت خضر علیہ السلام نے واقعاتِ کربلا (جو خواب میں دیکھے تھے) بیان کرنا شروع کئے۔ یعنی ذاکری کی اور آلِ محمدؐ کی فضیلت بیان کی۔ خضرؑ و موسیٰؑ اور یوشعؑ نے امام حسین علیہ السلام پر خوب گریہ کیا۔ (حیاۃ القلوب۔ البرہان) اور موسیٰؑ نے کہا کاش میں آلِ محمدؐ میں سے ہوتا۔

نوٹ ۱: موسیٰ علیہ السلام خضرؑ سے زیادہ صاحبِ علم تھے (امام جعفرؑ صادق کا فرمان تفسیر البرہان) موسیٰ علیہ السلام خضرؑ سے افضل تھے (امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان تفسیر البرہان)

نوٹ ۲: حضرت موسیٰؑ صاحبِ کلمہ و کتاب و شریعت اور اولوالعزم من الرسل ہیں۔ جبکہ خضر علیہ السلام نبی لنفسہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے پاس اس لئے بھیجا گیا کہ انھیں یہ علم ہو سکے کہ وہ کل علم کے حامل نہیں۔ جو علم انھیں شریعتِ ظاہرہ کا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شریعتِ باطنہ کا علم بھی ہے جو خضرؑ کے پاس ہے۔

نوٹ ۳: صاحبانِ نورِ اوّل (۱۴ معصوم) کل علم کے مالک ہیں جن کے اسماء کی معرفت سے علم پیدا ہوا اور جن کے اسماء کے علم سے نبوت جاری ہوئی۔

حضرت خضرؑ کا مشورہ موسیٰؑ کیلئے

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ○

(الکہف: ۶۷، ۶۸)

خضرؑ نے، مشورہ دیا تم میرے ساتھ صبر (استقامت) نہ کرسکو گے اور جس (بات) کی تم کو آگاہی (پابندی عمل) نہ ہو اس پر تم صبر کروگے بھی کیونکر۔

صبر استقامت کا نام ہے۔ حضرت موسیٰؑ شریعتِ ظاہرہ کے پابند رہ شریعتِ باطنہ سے لاعلم تھے وہ اس پر استقامت کی استطاعت نہیں رکھ سکتے تھے۔ (اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ موسیٰؑ معصوم و اولوالعزم نبی بے صبرے ہوں جو عیب ہے)

قَالَ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا ○

(الکہف: ۶۹)

(موسیٰؑ) بولے اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا (ثابت قدم) ہی پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی (رکاوٹ در فعل) نہ کروں گا۔

موسیٰؑ کے وعدے کی حقیقت

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْئَلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ○

(الکہف: ۷۰)

(خضرؑ) بولے پس اگر میرے ساتھ رہنا چاہو تو کسی معاملہ میں مجھ پر اعتراض (رکاوٹ در فعل) نہ کرنا جب تک میں تمہارے سامنے اس کو ظاہر بظاہر (تکمیلِ فعل) کر نہ چکوں۔

سوال اس کی سات اقسام ہیں: استفسار[۱]۔ اعتراض[۲]۔ مواخذہ[۳]۔ التجا[۴]۔ اعانت[۵]۔ حکم[۶]۔ امتحان[۷] (یہ سب مختلف آیاتِ قرآن سے ثابت ہیں)

خضر کا وعدہ لینا جس سوال نہ کرنے کا خضر نے موسیٰؑ سے وعدہ لیا ہے وہ اعتراضِ عمل ہے۔ جس کا مقصد تکمیل فعل میں رکاوٹ نہ ڈالنا ہے۔ تاکہ خضرؑ کا فعل (تعمیلِ حکمِ الٰہی) پورا ہو سکے۔ اور ہاتھ روک کر تکمیلِ فعل سے باز نہ رکھا جا سکے۔

احدث سے مراد تکمیلِ فعل ہے اور ذکراً سے مراد اس کا اظہار۔ ظاہر بظاہر ہو جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ خلافی کہیں بھی نہیں کی اور کسی فعل میں ہاتھ پاؤں سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر موسیٰؑ وعدے کے پابند نہ ہوتے تو شریعتِ ظاہرہ کے خلاف عمل کو اپنے ہاتھ سے خضرؑ کو پکڑ کر روک دیتے۔ اور خضرؑ تکمیلِ حکمِ الٰہی نہ کر سکتے۔ یہی خضرؑ کے وعدہ لینے کا مقصد تھا کہ اُن کا فریضہ ادا ہو سکے۔

خضر علیہ السلام موسیٰؑ و یوشعؑ کو ساتھ لے کر ایک کشتی کی طرف دریا کے کنارے گئے۔ کشتی کے مالک نے کہا یہ نیک لوگ ہیں انھیں کشتی میں بٹھا لو۔ بس وہ بیٹھ گئے۔ جب دوسرے کنارے پر پہنچے تو خضرؑ نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا۔ جب وہ سوراخ کر رہے تھے موسیٰؑ نے ہاتھ بڑھا کر ان کے ہاتھ کو نہ روکا تاکہ وعدہ خلافی نہ ہو۔ اور خضرؑ کا فریضہ یا عمل پورا ہو جائے۔ جب عمل تکمیل ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام کی شریعتِ ظاہرہ کے خلاف عمل تھا۔ احسان کے بدلے بظاہر ظلم کشتی کو خراب کرنا تھا۔ ان پر شریعتِ ظاہرہ کی پابندی کے تحت مواخذہ کرنا (جواب طلبی) واجب تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنا فریضہ (جواب طلبی) ادا کر دیا۔ اور جواب طلبی کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب کو مؤخر کر دیا اور

پھرے وعدہ اس لئے لیا کہ شریعتِ ظاہرہ کے خلاف عمل دیکھ کر موسیٰؑ اس کی تکمیل میں رکاوٹ نہ کر دیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ۝ (الکھف: ۷۳)

(موسیٰؑ نے) کہا مجھ سے جو بات ترک ہوئی ہے اس کے عوض مجھ سے مواخذہ نہ کرو۔ اور میرے معاملہ میں اتنی سختی نہ کرو۔ (کہ میں اپنا فریضہ شریعتِ ظاہرہ ادا نہ کر سکوں)

نسیان نسیان کے معنیٰ ترک کے ہیں۔ دانستہ ہو یا بھول کر۔ واجبات میں نسیان یا ترک گناہ ہے سنن میں ترکِ اولیٰ ہے۔ (موسیٰؑ پر اپنا فریضہ شریعتِ ظاہرہ پر عمل کرنا تھا۔ جواب طلبی نہ کرنے کا ترک کرنا واجب تھا۔)

دلیل نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ (الحشر: ۱۹) انہوں نے اطاعتِ خدا کو ترک کر دیا۔ اللہ نے ان پر رحمت کرنے کو ترک کر دیا۔ بھولنا عیب ہے اللہ تعالیٰ ہر عیب سے اور بھول جانے سے پاک و ارفع ہے۔

اَمْرِیْ عُسْرًا موسیٰؑ کا امر شریعتِ ظاہرہ پر عمل تھا۔ موسیٰؑ نے کہا آپ میرے فریضہ کی ادائیگی بھی دشوار نہ کریں۔

سزا قبل از جرم بوجہ علم وہبی

حضرت خضرؑ پھر موسیٰؑ و یوشعؑ کو ساتھ لئے آگے بڑھے۔ چند بچے کھیل رہے تھے۔ ان میں ایک بہت ہی خوبصورت بچہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اُسے پکڑ لیا۔ اور قتل کر دیا۔ موسیٰؑ و یوشعؑ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن ہاتھ پکڑ کر رکاوٹ نہیں ڈالتے تاکہ وعدہ خلافی نہ ہو جائے۔ وعدہ اگرچہ موسیٰؑ نے

کیا تھا لیکن وصی پر نبیؑ کے فریضہ کی ادائیگی واجب ہے اس لئے یوشعؑ بھی رکاوٹ نہیں ڈالتے۔ صبر کے گھونٹ بھر کر خاموشی سے دیکھ رہے ہیں۔ تکمیلِ فعل سے پہلے نہ بولتے ہیں نہ ہاتھ پکڑتے ہیں نہ بچے کو چھڑاتے ہیں۔ اگر وعدے کی پابندی نہ کرتے تو یقیناً زبان اور ہاتھ سے شریعتِ ظاہرہ کے خلاف عمل کو روک دیتے۔

جب فعل (بچہ کا قتل) مکمل ہو جاتا ہے وعدہ پورا ہو چکنے کے بعد فوراً جواب طلبی (مواخذہ) کرتے ہیں۔ جوان کا وظیفہ و فریضہ ہے شریعتِ ظاہرہ پر عمل کرنے کا۔ اگر وہ اپنا فریضہ ادا نہ کریں تو خلافِ عصمت اور گناہ ہوگا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فوراً ہی تکمیلِ فعل کے بعد اپنا شرعی فریضہ (شریعت ظاہرہ کے مطابق) ادا کیا۔ اور جواب طلبی کی۔ یہ تم نے ایک بے گناہ کو بغیر قصاص کے قتل کر ڈالا۔ یہ انتہائی انوکھی بات ہے۔

عصمتِ خضر علیہ السّلام

گناہ اللہ کی منشار کے خلاف عمل کا نام گناہ ہے۔ اور اللہ کی منشار پر عمل کا نام عصمت ہے خضر علیہ السلام معصوم نبی ہیں اور اللہ کی منشار (حکم باطنی شریعت) پر عمل کر رہے ہیں۔

مثال علمِ یقین پر سزا قبل از جرم دینا بروئے حکم الٰہی جائز اور صحیح اور بمطابق عدل ہے مثلاً ہم سانپ یا بچھو کو ڈسنے سے پہلے گھر میں دیکھ کر مار سکتے ہیں تاکہ وہ ڈس نہ لے۔ اگرچہ اُس نے ابھی جرم نہیں کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اس معاملہ یا توعہ کا جواب بھی مؤخر کر دیا اور موسیٰؑ و یوشعؑ کی حیرانی اور رنگ فق دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ ان پر شریعتِ ظاہرہ پر پابند ہونے کے سبب میرے اعمال گراں تر ہیں اس لئے کہنے لگے کہ میں نے تم

ے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر (یعنی استقامتِ فعلی) نہ کر سکو گے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مشاہدہ کی شرط اور لگا دی کہ اگر پھر میں سوال (جواب طلبی) کروں تو ساتھ نہ رکھنا۔ پھر ایک قریہ میں پہنچے، گاؤں والوں سے کھانا طلب فرمایا تو انھوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ اس بستی میں ایک مکان کی دیوار گرنے لگی تو خضر علیہ السلام نے اسے مرمت کر کے ٹھیک کر دیا اور کوئی اس کی مزدوری نہ مانگی۔ موسیٰ علیہ السلام اب مواخذہ نہیں کرتے بلکہ ایک مشورہ دیتے ہیں کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اُجرت لے لیتے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا یہی بات (شریعتِ باطنہ پر عمل) میرے اور آپ کے درمیان فراق و علیحدگی کا باعث ہے۔ البتہ میں آپ کو ان باتوں کی تاویل (حکمتِ پوشیدہ) بتا دیتا ہوں۔ جن پر آپ کو استقامت نہ ہو سکی۔

۱۔ وہ کشتی غریبوں کی تھی جس سے وہ اپنا روزگار کماتے تھے۔ ان کے تعاقب میں ایک بادشاہ آ رہا تھا۔ جو صحیح سالم کشتیاں جبراً چھین لیا کرتا تھا۔ اور عیب دار وسوراخ والی چھوڑ دیتا تھا۔ ہم نے چاہا کہ ان کی کشتی عیب دار ہو کر چھینی جانے سے بچ جائے اور وہ مرمت کر کے پھر اپنا روزگار قائم رکھ سکیں۔ (یہ عمل درپردہ ان کے لئے فیض رس تھا اگرچہ بظاہر نقصان دہ)

۲۔ رہا وہ بچہ جسے قتل کیا گیا وہ دو مومن ماں باپ کا بچہ تھا اور بڑا خوبصورت تھا وہ بڑا ہو کر سرکشی اختیار کر کے اپنے ماں باپ کو اپنی محبت کے باعث کفر و ضلالت میں مبتلا کر دینے والا تھا۔ ہم نے چاہا کہ اس کے مومن ماں باپ بچے کے عارضی غم میں مبتلا ہو جائیں اور ان کی عاقبت (ابدی زندگی) برباد نہ ہو۔ یہ ظاہر میں تو ان مومنین کے لئے باعث دکھ لیکن بلحاظ انجام دائمی مسرت و فیض کا باعث بن گیا۔ اور غم میں صبر مزید درجات کی بلندی کا باعث بھی ہو گیا۔ نیز وہ بچہ جو بچہ کفر کرنے سے پہلے

قتل ہو گیا۔ کافرانہ اعمال کی دائمی سزا سے بچ گیا اور یہ قتل ہونا اس کے لیے بھی باعثِ رحمت اور عذابِ دائمی سے چھٹکارے کا سبب بن گیا۔ (یہ نتیجہ ہے علمِ غیب کا)

سبق اس واقعہ میں سبق یہ ہے کہ ہم ظاہر بین ظاہری و مادی نقصانات پر اللہ کی حکمتِ عظمیٰ اور عدل پر معترض ہو کر کفر اختیار نہ کریں۔

۳۔ رہی وہ دیوار جسے ہم نے مرمت کیا۔ وہ دو یتیموں کی تھی جن کا باپ نیک مرد تھا۔ اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا۔ اگر وہ دیوار گر جاتی تو ان کا خزانہ ضائع ہو جاتا (یا لُٹ جاتا) ہم نے دیوار مرمت کر کے خزانے کی حفاظت کر دی۔ تاکہ وہ یتیم بڑے ہو کر اس خزانے سے فیض پاسکیں۔ اس کام کی اُجرت مقصود نہ تھی۔ اس میں سبق یہ ہے کہ حلال کی کمائی ہوئی دولت کی حفاظت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے اور ضائع نہیں ہوتی۔

نوٹ: ان واقعات میں موسیٰ یا خضر علیہما السلام سے کوئی کام خلافِ عصمت (یا خلافِ منشاءِ الٰہی) نہیں ہوا۔

قرآن میں اس واقعہ کو بیان کرنے میں حکمت

اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے اس کے ہر کام میں ایک عظیم حکمت کارگر ہے جسے ظاہر بین انسان اپنی کم عقلی و کم فہمی کی بنا پر کماحقہ ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ ہر غم و تکلیف کے پیچھے ایک فیض پوشیدہ ملتا ہے اور ہر خوشی و مسرت کے عقب میں کوئی نہ کوئی غم یا دکھ کا پہلو پوشیدہ ہوتا ہے۔ پس ہمیں غم یا مُصیبت میں نہ تو اللہ کا گلہ کر کے کفر اختیار کرنا چاہیئے نہ ہی راحت و خوشی کو دائمی سمجھ کر اللہ کو بھولنا چاہیئے۔ بلکہ مُصیبت و غم کے موقع پر صبر کرنا اور رضی برضائے

خدا رہنا چاہیئے اور ہر خوشی کے موقع پر سجدہ شکر ادا کرنا چاہیئے۔

وصایت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام امت کو جمع کرکے سب کے سامنے یوشعؑ بن نون کو اپنا وصی (خلیفہ) مقرر فرما دیا۔

حج اللہ کا اعزاز اور ملک الموت پر برتری

ملک الموت حضرت ازرائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے ہیں جو ان کے حکم پر وفات کا عمل سرانجام دیتے ہیں اگرچہ اُن کا عمل بروئے حکم ازرائیل علیہ السلام کا عمل کہلاتا ہے اور یہ منشاءِ الٰہی اللہ کا وفات دینا کہلاتا ہے۔

حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ۝ (الانعام : ۶۱)

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے مرسل (فرشتے) اسے وفات دیتے ہیں اور وہ کمی بیشی (یا کوتاہی) نہیں کرتے۔

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (السجدہ : ۱۱)

کہدو کہ تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا (الزمر : ۴۲)

اللہ تعالیٰ نفسوں کو ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے امورِ قدرت کے لئے امینِ فعل مقرر کئے ہیں معصوم فرشتے ہوں یا اس کے ولی مطلق علیؑ و آئمہ طاہرین من آل محمدؐ (صاحبانِ آیتِ تطہیر معصومین) ان اُمنا کا فعل اللہ کا فعل کہلاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جسم و جسمانیات سے پاک ہے اور اس کی منشاء کام کرتی ہے جو اس کا کام کرنا کہلاتا ہے اور اس کی منشاء یا مشیت اس کی مخلوقِ اوّل نورِ اوّل و نورِ محمدی ہے۔ (دیکھیے خطبۃ البیان)

وفاتِ موسیٰؑ

اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو ملک الموت اللہ کے معصوم فرشتے ازرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے جو صرف حجج اللہ (معصومین انبیأ و آئمہؑ) کی ارواح قبض کرتے ہیں۔ اور روح قبض کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ حجج اللہ یعنی صاحبانِ روح القدس کا اعزاز ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر ملک الموت بھی روح قبض نہیں کرسکتا کیونکہ روح القدس افضل ہے رُوحِ مِن امرِہ والے ملائکہ سے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اجازت نہ دی۔ ازرائیل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ پروردگار تیرا پیارا نبی موسیٰؑ ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اگر موسیٰؑ مرنا نہیں چاہتا تو ابھی زندہ رہنے دو جب تک مرنے کی تمنا نہ کرے۔

ایک عرصہ بعد موسیٰ علیہ السلام ایک قبر کی طرف سے گزرے جسے فرشتہ لباسِ بشر میں کھود رہا تھا۔ وہ فرشتہ بار بار قبر میں کود کر لیٹ کر دیکھتا تھا اور پھر کھودنا شروع کردیتا تھا۔ موسیٰؑ نے پوچھا یہ تم بار بار لیٹ کر کیوں دیکھتے ہو۔ وہ بولا یہ اللہ کے ایک نیک بندے کی قبر ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ کہیں سے تنگ نہ ہو اور اسے تکلیف نہ پہنچے موسیٰؑ علیہ السلام نے پوچھا اس کا قد کاٹھ کیسا ہے۔ دیکھ کر بولا بالکل آپ جیسا۔ موسیٰؑ بولے اچھا تو میں لیٹ کر دیکھتا ہوں کہ قبر صحیح ہے یا تنگ۔ جب لیٹے تو اللہ تعالےٰ نے ایک جنت کا منظر دکھا دیا اور پوچھا اے موسیٰؑ دنیا میں رہنا چاہتے ہو یا جنت میں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے موت کی تمنا کی اور ازرائیل علیہ السلام حاضر ہوگئے اور موسیٰؑ سے اجازت لے کر ان کی روح قبض کرلی۔ نوٹ: بنی امیہ نے موسیٰؑ کا ملک الموت ازرائیل علیہ السلام کے مکا مارنا بیان کرکے دو معصوموں میں جنگ دکھا کر موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ازرائیل علیہ السلام کا تمسخر اُڑایا ہے (ان کی بکواس کی کوئی حقیقت نہیں ہے)

یوشعؑ بن نون وصیٔ موسیٰؑ

حضرت یوشعؑ وصیٔ موسیٰؑ تین کافر بادشاہوں کے دور میں مظالم و سختیوں کا شکار رہے۔ یہاں تک کہ تینوں بادشاہ ہلاک ہوئے تو یوشعؑ کا معاملہ قوی ہوا اور وہ امر و نہی میں مستقل ہوئے۔ تو موسیٰؑ کی اُمت کے دو منافقوں نے صفرا زوجۂ موسیٰؑ کو فریب دیکر اپنے ساتھ کر لیا اور ایک لاکھ آدمیوں کو اکٹھا کر کے حضرت یوشعؑ پر خروج کیا۔ سخت جنگ ہوئی بالآخر حضرت یوشعؑ ان پر غالب آئے۔ صفرا کی بہت سی جماعتیں قتل ہوئیں۔ باقی لوگ بھاگ گئے صفرا اسیر ہوئی۔ یوشعؑ نے صفرا کے ساتھ قیدیوں کا سا سلوک نہ کیا۔ اور ظاہری احترام کے ساتھ اس کے مقام رہائش تک پہنچا دیا اور اس سے کہا۔ جب قیامت میں میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوگی تو میں ان سے تیری شکایت کروں گا اور جو تیرے ہاتھوں مجھے دکھ و تکالیف پہنچی ہیں بیان کروں گا صفرا شرمندہ ہوئی اور اپنی غلطی کو یاد کر کے روتی تھی تو دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

نوٹ: یہی حال مثیلِ موسیٰؑ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق اور وصی مطلق حضرت علی علیہ السلام کا ہوا کہ آنحضرتؐ کی زوجہ عائشہ کو دو منافقوں طلحہ و زبیر نے ورغلا کر جنگِ جمل کی۔ عائشہ ایک لاکھ کا لشکر لے کر چڑھائی کو خروج کر کے آ پہنچی۔ جن سے کثیر جماعتیں قتل ہوئیں۔ باقی لوگ بھاگ گئے۔ عائشہ اسیر ہوئی۔ اور حضرت علیؑ نے اسے بظاہر احترام کے ساتھ مدینہ بھجوا دیا اور فرمایا میں قیامت کے دن تیری شکایت رسول اللہ سے کروں گا اور وہ نادم ہوئی۔ اور جب اس واقعہ کو یاد کر کے روتی تھی تو اس کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا (صحیح بخاری)

یوشعؑ بن نون

۲۱ رمضان کو شہید کئے گئے آپ نے کالبؑ بن یوحنا کو اپنا وصی و خلیفہ بنایا۔ آپ کی عمر ۱۲۳ سال ہوئی۔

یوشع بن نون اور علیؑ علیہ السلام میں مماثلت

یوشع بن نون جو موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے وہ بھی علی علیہ السلام کی طرح ۲۱ ماہِ رمضان کو شہید کئے گئے اور ان سے بھی موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ نے جنگ کر کے انھیں ستایا و پریشان کیا جیسا کہ عائشہ زوجہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے جنگِ جمل کر کے ستایا اور پریشان کیا تھا۔ کا فرباد شاہ ہو گئے بعد ان کا معاملہ قوی ہوا

رسولؐ نے علیؑ کو مثلِ ہارونؑ ان وجوہات کی بنا پر قرار دیا

الحدیث قَالَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(رسولؐ نے) فرمایا کیا تم (اے علیؑ) اس بات پر خوش نہیں کہ تمہاری منزلت میرے ساتھ وہی تو ہے جیسی ہارونؑ کی منزلت موسیٰؑ سے تھی۔

منزلتِ ہارونؑ من موسیٰؑ اور منزلتِ علیؑ از محمدؐ

خلیفہ بلافصل ہونا

جس طرح ہارونؑ موسیٰؑ کے بلافصل خلیفہ۔ اللہ کی طرف سے مبعوث شدہ۔ معصوم۔ منؑ اہل۔ مقرر شدہ از تبلیغِ اول تھے اسی طرح علیؑ علیہ السلام محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلافصل۔ اللہ کی طرف سے مبعوث شدہ۔ معصوم۔ منؑ اہل بیت اور تبلیغِ اول (دعوتِ ذوالعشیرہ) سے مقرر شدہ تھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ۳۴

حزقیل علیہ السّلام

ان کا نام ذوالکفل بھی ہے۔ آپ حضرت موسیٰؑ کے تیسرے خلیفہ کالب بن یوقنا کے بعد ہوئے۔ آپ نے ستّر پیغمبروں کی ضمانت وکفالت کی اور یہودیوں کے شر سے بچایا اور جب یہودیوں نے پوچھا تو تقیہ کرکے فرمایا اللہ جلنے کہاں گئے۔ جس سے بظاہر لاعلمی تصوّر ہوتی ہے۔ بباطن تقیہ کا احسن پہلو ہے جس میں جھوٹ نہیں ہے۔

آپ کے زمانے میں ملک شام کے ایک شہر سے طاعون کی وبا سے بچنے کے لئے ستّر ہزار لوگ اپنے گھروں اور شہر سے باہر نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں یکبارگی موت دیدی۔ وہ سب کے سب مرگئے۔ ان کی ہڈیاں تک گل سڑ گئیں۔ حضرت حزقیلؑ علیہ السلام کا اُدھر سے گزر ہوا۔ وہ اتنی کثیر بربادی اور مُردوں کو دیکھ کر رنجیدہ ہوئے۔ آپ نے محمدؐ وآل محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ دے کر اللہ سے ان کے زندہ کرنے کی دُعا کی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ نوروز کا دن تھا حزقیل نے بحکم خدا پانی پر اسم اعظم (اسمائے پنجتن پاک) پڑھ کر ان لوگوں پر چھڑکا تو وہ لوگ زندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل وتکبیر کرنے لگے۔ حزقیلؑ نے فرمایا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

نوٹ: عجم میں حضرت حزقیلؑ کی سنت کے طور پر نوروز کو پانی ایک دوسرے پر چھڑکنے کا رواج پڑ گیا۔

اسمٰعیل صادق الوعد علیہ السلام

یہ اسمٰعیلؑ بن حزقیلؑ نبیِ مرسل تھے۔ آپ سے ایک شخص نے وعدہ لیا کہ آپ ایک جگہ اس کا انتظار کریں گے۔ پھر وہ شخص اس بات کو بھول گیا کہ نبی اللہ کو پابندِ وعدہ کر آیا ہے۔ حتیٰ کہ ایک سال تک حضرت اسمٰعیلؑ صادق الوعد انتظار کرتے رہے۔ جب بھوک پیاس نے انھیں ستایا تو انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی بھوک پیاس پر گریہ کیا اور ان کا واسطہ دے کر رزق طلب کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے وہیں ایک چشمہ پیدا کر دیا اور سبزی اگا دی جس سے بھوک پیاس مٹا کر وہ تسبیح و تہلیل و عبادت کرتے رہے۔ ایک سال کے بعد وعدہ لینے والے کو یاد آیا تو اس نے آکر معافی مانگی اور اسمٰعیلؑ کو اس دن سے صادق الوعد کہا جانے لگا آپ وعدہ پورا کر کے وہاں سے ہٹے۔

آپ کو بے گناہ محض حسد و بغض کی وجہ سے دشمن قتل کرنے لگے تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اے پالنے والے تو نے مجھ سے اپنی ربوبیت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری اور ان کے اوصیاء کی ولایت کا عہد لیا۔ اور مجھے حسینؑ بن علی علیہ السلام پر جو مظالم ہوں گے ان کی اطلاع دی ہے۔ پس جس طرح تو امام حسینؑ بن علیؑ کو دنیا میں دوبارہ مبعوث فرمائے گا کہ وہ رجعت فرما کے اسی دنیا میں اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔ اسی طرح مجھے بھی زندہ کرنا کہ میں بھی اپنے دشمنوں سے اسی دنیا میں بدلہ لوں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور جب قائمؑ آلِ محمدؐ کے بعد علیؑ

و امام حسنؑ کے بعد امام حسین علیہ السلام رجعت فرمائیں گے۔ اسمٰعیل صادق الوعد بھی دوبارہ زندہ ہو کر اپنے دشمنوں سے امام حسین علیہ السلام کی طرح بدلا لیں گے۔ (حیاۃ القلوب)

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاسؑ ملک شام کے شہر بعلبک میں مبعوث ہوئے۔ وہاں کا بادشاہ اور اس کی رعایا بعل نامی بُت کی پُوجا کرتے تھے۔ حضرت الیاسؑ نے عذاب خدا سے ڈرایا اور کہا تم احسن الخالقین وحدہٗ لاشریک اللہ کو چھوڑ کر بعل بُت کی پُوجا کرتے ہو جو تمہارا اپنا بنایا ہوا ہے اور کوئی فیض نہیں پہنچا سکتا۔ بادشاہ اور لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ اور جب بادشاہ نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور چھپ گئے۔

وہ بادشاہ جب کہیں جاتا اپنی زوجہ کو جانشین بنا جاتا تھا وہ عورت بڑی بدکار و فاحشہ تھی اور بڑا ظلم کرتی تھی۔ اس کا محرر ایک عقلمند مومن تھا جو تقیہ میں زندگی گزارتا تھا۔ اس نے تین سو مومنین کی جانیں اس فاحشہ عورت کے ہاتھ سے تقیہ میں رہ کر بچائی تھیں۔

انھیں دنوں میں حضرت یونسؑ ابن متی پیدا ہوئے جب ان کا دودھ چھڑایا گیا وہ فوت ہو گئے۔ ان کی والدہ نے ان کی موت کو پوشیدہ رکھ کر انھیں چھپا دیا۔ اور پہاڑ پر چڑھی، الیاسؑ کو تلاش کیا اور ان سے اپنے بیٹے کی زندگی کی دُعا کرائی۔ حضرت الیاسؑ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ دے کر یونسؑ بن متی کی دوبارہ زندگی کا اللہ سے سوال کیا۔ دُعا قبول ہوئی اور مرنے کے سات دن بعد حضرت یونسؑ بن متی دوبارہ زندہ ہو گئے۔

حضرت الیاسؑ نے محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کے حق کا واسطہ دے کر دُعا

مانگنے اور قبول ہونے کا اعجاز دیکھ کر اللہ سے انھیں ذواتِ مقدسہ کا واسطہ دے کر دُعا کی کہ بارالہا مجھے بنی اسرائیل سے سخت اذیتیں پہنچی ہیں مجھے آسمانوں میں اُٹھالے، اللہ تعالےٰ نے دُعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ اپنا وصی یسعؑ کو بنا دو، میں اپنی زمین کو بغیر حجتِ اللہ کے خالی نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ وصی بنانے کے بعد الیاسؑ کو اللہ تعالےٰ نے دو پَر عنایت فرمائے اور آسمانوں پر اُٹھالیا۔" حدیثِ رسولؐ میں ہے کہ حضرت خضرؑ و الیاسؑ زمانہ حج میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔" (حیاۃ القلوب)

حضرت یسع علیہ السلام

حضرت یسع علیہ السلام الیاسؑ کے جانشین تھے۔ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کا واسطہ دے کر دعا مانگتے تھے جو قبول ہو جاتی تھی: "آپ پانی پر چلتے تھے۔ مُردوں کو زندہ کرتے اور اندھے و مبروص کو اچھا کرتے تھے۔" (حیاۃ القلوب)

حضرت یونس بن متی علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام نبی مرسل تھے۔ وہ موصل کے شہر نینوا میں ایک لاکھ اشخاص پر مبعوث ہوئے۔ آپ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے اور وہ انکار کرتے رہے۔ ان میں دو اشخاص قابل ذکر ہیں۔ ایک کا نام تنوخا تھا جو عابد تھا اور نافرمان لوگوں کے لئے بد دعا کرنے کا مشورہ دیتا تھا۔ دوسرا روبیل تھا جو عالم تھا وہ بد دعا کرنے کو پسند نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ تعالےٰ آپ کی بد دعا کو رد تو نہیں کرے گا۔ لیکن وہ اپنی مخلوق کو جلدی ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ یونسؑ نے عابد کی بات مان لی اور نافرمانوں کے لئے بد دعا کر دی۔

اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ فلاں روز ان پر عذاب نازل ہوگا۔ جب عذاب کا وقت قریب ہوا۔ یونسؑ اپنے ساتھ عابد کو لے کر ان کے درمیان سے نکل گئے مگر عالم کو ساتھ نہ لیا۔ عالم نے آثارِ عذاب دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ توبہ و استغفار کرو اور محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام کا واسطہ دے کر اور گڑگڑا کر اللہ سے دعا کرو کہ وہ عذاب سے بچالے۔ چنانچہ سب نالہ و فریاد اور توبہ و استغفار اور گریہ وزاری کرنے لگے اور محمدؐ و آل محمدؑ کا واسطہ دے کر عذاب ٹالنے کی دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالےٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؑ علیہم السلام کا واسطہ اختیار کرنے پر ان سے عذاب روک لیا۔ محمدؐ و آلِ محمدؑ (صاحبانِ نورِ اول) علیہم السلام اللہ کے عذاب سے پناہ گاہ اور حفاظت کا قلعہ ہیں جتنی قومیں بھی معذب ہوئی ہیں وہ محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام کی بزرگی کا انکار کرنے کے سبب معذب ہوئیں اور تباہ ہوئی ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے وعدوں کی دو قسمیں

وعدۂ حتم — ایسا وعدہ ہے جو کسی حال میں نہیں ٹلتا۔ موت بالحتم کی طرح اٹل ہوتا ہے۔

وعدۂ عزم — یہ مشروط ہوتا ہے۔ موت بالعزم کی طرح۔ اگر امتِ یونسؑ توبہ استغفار نہ کرتی اور محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام (جو اللہ کی امان ہیں۔ عذاب سے بچنے کے لئے) اُن کا واسطہ نہ دیتی تو عذاب آجاتا۔ پس شرطِ عذاب ختم ہونے پر عذاب ٹل گیا۔

عالم کی عابد پر فضیلت

عالم (صحیح حقائق جاننے والا) عابد سے ستر ہزار درجہ افضل ہے، عابد کا

کا فیض اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور عالم کا فیض اس کی ذات کے علاوہ دوسروں کو بھی پہنچتا رہتا ہے۔ (شر رساں عالم یا حاکم ستر ہزار شیاطین سے بدتر ہے)

یونسؑ کی واپسی

یونس علیہ السلام واپس آئے کہ نافرمان امت کی ہلاکت کو ملاحظہ کریں۔ امت کے لوگ اپنی سابقہ روش پر پشیمان اور یونسؑ کی تلاش میں تھے کہ ان پر ایمان لاکر اطاعت کریں۔ حضرت یونسؑ نے انھیں صحیح سالم پایا تو ان کی سابقہ نافرمانیوں پر غضبناک ہوکر دریا کے کنارے کی طرف چلے گئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی تو اللہ تعالے نے ایک بہت بڑی مچھلی ان پر تعینات کر دی جس نے راستہ روک لیا۔ سب خوفزدہ ہوتے اور بولے ضرور کوئی غلام اپنے آقا سے فرار ہوکر اس کشتی میں آ بیٹھا ہے۔ جب تک وہ دور نہ ہو کشتی کو راستہ نہیں مل سکتا۔ حضرت یونسؑ سمجھ گئے کہ وہ خدا کے حکم کے بغیر کشتی میں آ بیٹھے ہیں۔ ادھر کشتی کے لوگوں نے قرعہ ڈالا تو یونسؑ پر نکلا۔ سب نے ملکر یونسؑ کو مچھلی کے مُنہ میں ڈال دیا۔ مچھلی نے نگل لیا اور راستہ چھوڑ دیا۔

عصمتِ یونسؑ علیہ السلام

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(الانبیاء : ۸۷)

اور ذوالنون (یونسؑ) جبکہ وہ (اپنی قوم سے) خفا ہوکر چلے گئے اور ان کو یقین تھا کہ ہم ان پر (رزق کی) تنگی نہ کریں گے پس وہ اندھیروں میں جاکر چلائے کہ سوائے تیرے کوئی معبود (برحق) نہیں ہے میں تو اندھیرے میں آ پھنسا۔

تفسیر معصوم

قَالَ الرضا علیه السلام ذالک
یونس بن متا ذهب مغاضبا لقومه
فظن بمعنی استیقن ان لن نقدر
علیه ای لن یضیق علیه رزقه
ومنه قوله تعالیٰ وَاَمَّآ اِذَا مَا
اَبتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیۡهِ رِزۡقَهٗ
ای ضیق وقتر فنادیٰ فی الظلمٰت
ظلمة اللیل وظلمة البحر وظلمة
بطن الحوت اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ
سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ۚ
بترکی مثل هذه العبادة التی
قد فرغتنی لها من بطن الحوت
وقال فلولا انه کان من
المسبحین للبث فی بطنه
الی یوم یبعثون (العیون)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں یونسؑ
بن متی اپنی قوم سے غضبناک ہو کر الگ ہوئے
تو ان کو یقین تھا کہ خدا ان پر رزق کی تنگی
نہ فرمائے گا۔ یہاں قدر سے مراد رزق کی
تنگی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔
کہ جب وہ خدا اس کا امتحان لیتا ہے اور
رزق تنگ کر دیتا ہے۔ پس حضرت یونسؑ
نے ظلمات رات کے اندھیرے پانی کی
تہہ کے اندھیرے اور شکم ماہی کے اندھیرے
میں پکارا کہ نہیں ہے عبادت کے لائق
کوئی سوائے تیرے، تیری تسبیح رشان ہے
میں تو نقصان اٹھانے والوں میں سے
ہوں۔ بوجہ ایسی عبادت چھوٹ جانے کے
(جس کے سبب تو نے مجھ کو شکم ماہی سے
نجات دی) (فرمایا) اگر وہ تسبیح کرنے
والوں میں سے نہ ہوتے تو روز قیامت
تک شکم ماہی میں رہتے۔

توضیحات در واقعہ یونس علیہ السلام

۱۔ غضبناک ہونا

حضرت یونس علیہ السلام نافرمان امت پر اس کی
نافرمانی کے سبب اور کفر کے سبب غضبناک تھے

جو خلافِ عصمت نہیں (اللہ پر غضبناک ہونے والا کافر ہوتا ہے مسلمان بھی نہیں رہتا کجا معصوم و نبیؑ)

۲- نقدر اس سے مراد رزق کی تنگی ہے حسبِ فرمانِ الٰہی (نہ کہ قدرت کی نفی جو کفر ہے)

۳- ظلمات اس سے مراد تین اندھیرے ہیں۔ رات کی اندھیری۔ پانی کی تہہ کی اندھیری۔ شکمِ ماہی کی اندھیری (نہ کہ گمراہیاں)

۴- من الظٰلمین ظلم کے معنٰی ہیں کسی شے کا اس کے صحیح مقام سے ہٹنا یا ہٹانا۔ مراد خسارہ ہے جب یہ لفظ معصوم سے ادا ہو تو اس سے مراد ترکِ اولیٰ ہے بلندی کا چھوٹا جو خسارہ (تو بے گناہ نہیں ہے۔ غیر معصوم کے لئے یہ لفظ بمعنٰی گناہ ہوگا اس لئے کہ وہ صرف واجبات و محرمات میں جوابدہ ہیں نہ کہ سنن و مکروہات میں (معصوم سنن کے ترک اور مکروہات کے ارتکاب کو خسارہ سمجھتا ہے اپنی شان و عظمت کے خلاف پاکر اور توبہ استغفار کرتا ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اور نمونۂ عمل بننے کے لئے استغفار و توبہ کے معاملہ میں جب کہ خسارہ کی بات آئے)

۵- ترک اولیٰ یونس علیہ السلام سے ترکِ اولیٰ یہ ہوا تھا کہ انہوں نے قوم سے الگ ہونے میں اللہ تعالےٰ کے حکم کا انتظار نہ فرمایا۔ اللہ کا حکم اولیٰ ہے ان کے اپنے حکم سے۔

۶- تنبیہ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ (القلم : ۴۸)

تم اپنے پروردگار کے حکم (فیصلہ) کے انتظار میں صبر کرو۔ اور مچھلی والے (یونسؑ) کے مانند نہ ہو جاؤ جبکہ انہوں نے غم و غصہ کی حالت میں پکارا تھا۔

۷۔ صبر کے معنیٰ

استقامت ہے خدا کی منشار و حکم کے انتظار و بجا آوری میں۔

اس آیت میں یونس علیہ السلام کے حکمِ خدا کے انتظار نہ کرنے کا ذکر ہے جبکہ وہ نافرمان اُمت پر غضبناک تھے اور اللہ کے رسولؑ کو ترک اولیٰ سے بھی روکا گیا ہے جو بلند ترین عصمت کے مالک ہیں۔

دعائے یونسؑ

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا جو مصیبت زدہ اس آیت کے ساتھ دعا مانگے گا دُعا ضرور قبول ہوگی۔

آیتِ کریمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

سوائے تیرے کوئی معبود برحق نہیں میں تو اندھیرے (خسارہ) میں آ پھنسا۔

(الانبیاء : ۸۷)

خدا نے حضرت یونسؑ کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے آپ کو دریا کے کنارے اُگل دیا۔ آپ کا گوشت، پوست گل گیا تھا۔ پھر خدا نے کدو آپ کے پاس اُگا دیا۔ آپ نو گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ آخر خدا نے شفا بخشی اور وہ اپنی قوم کے پاس آئے وہ سب ان پر ایمان لائی۔

اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی امت سے عذاب بھیجنے کے بعد نہیں ٹالا سوائے قوم یونسؑ کے اور عذاب ٹالنے کی وجہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام (صاحبانِ نورِ اوّل) کی بزرگی اور بالخصوص ولایتِ علیؑ و آئمہ طاہرین من اولادِ علیؑ کا اقرار کرنا ہے۔

نجات کا سبب اقرارِ ولایت علیؑ و آئمہؑ طاہرین ہے

ابو حمزہ ثمالی کی روایت کے مطابق عبداللہ بن عمر کو امام زین العابدین علیہ السلام

نے سچائی کی علامت کے طور پر فرمایا آنکھیں بند کر۔ اس نے بند کرلیں پھر فرمایا کھول دے۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ تو آپ اور وہ دریا کے کنارے تھے۔ آپ نے ایک مچھلی کو آواز دی وہ آئی جو پہاڑ جیسا جسم رکھتی تھی۔ اس سے پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے بتایا میں ماہیٔ یونسؑ ہوں۔ آپ نے یونسؑ کا قصہ بتلانے کا حکم دیا۔ وہ بولی۔

اللہ تعالےٰ نے آدمؑ تا خاتم النبیینؐ ایک نبی بھی ایسا پیدا نہیں کیا جس پر ولایتِ علیؑ و آئمہ طاہرینؑ من اولادِ علیؑ کو نہ پیش کیا ہو اور ان سے اقرار نہ لیا ہو۔ یونسؑ نے اقرار میں توقف کیا تو میرے بطن میں قید کئے گئے اور اقرار کرلیا تو خدا نے صحیح سالم ان کو میرے پیٹ سے نجات دی اور انھیں شفا دی۔

نجات کا سبب اور جنّت میں جانے کا استحقاق

محبّت و معرفتِ پنجتنؑ پاک ہے

آدمؑ و حوّاؑ آدمؑ کو بغیر کسی عمل کے اور حوّاؑ کو آدمؑ کی پیروی میں ابتدا ہی میں جنت میں رکھ کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جنت صرف محبت و معرفتِ پنجتنؑ پاک (و ۱۴ معصوم) یعنی صاحبانِ نورِ اوّل پر ملے گی۔ جبکہ اعمالِ نیک سے درجات بلند اور اعمالِ بد سے درجات پست ہوتے ہیں۔

میزانِ علم یعنی میزانِ نجات

قَالَ النَّبِیُّ: اَنَا مِیْزَانُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ کَفَّتَاہُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ خُیُوْطُہٗ وَفَاطِمَۃُ عَلَاقَتُہٗ وَالْاَئِمَّۃُ عَمُوْدُہٗ یُوْزَنُ بِہٖ اَعْمَالُ الْمُحِبِّیْنَ وَالْمُبْغِضِیْنَ

(اربعین - کوکب دری)

(نبیؐ نے فرمایا) میں علم (نجات و جنت) کی ترازو ہوں۔ اور علیؑ اسکے پلڑے اور حسنؑ و حسینؑ اسکی ڈوریاں ہیں اور فاطمہؑ اس کا علاقہ (ترازو پکڑنے یا لٹکانے والی شے) اور آئمہ (امام زین العابدینؑ تا محمد ابن الحسن عسکری) اس کی ڈنڈی ہیں جس (ترازو) میں ہمارے محبوں (کی محبت) اور ہمارے دشمنوں (کے بغض) کو تولا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب ۱۵

طالوتؑ وجالوت کا قصّہ اور داؤدؑ کی شجاعت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے زمانے میں بنی اسرائیل نے اپنے وقت کے نبیؑ سے درخواست کی کہ ان کے لئے ایک بادشاہ مقرر فرما دیجئے تاکہ وہ اس کی معیت میں جنگ (جہاد) کریں اور قبطی بادشاہ کے ظلم وستم سے نجات پائیں۔ اس زمانے میں بنی اسرائیل میں یہ قاعدہ تھا۔ یا وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبوت اور بادشاہت ایک ہی خاندان یا ایک ہی شخص میں جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے نبیؑ نے سمجھایا کہ ایسی خواہش نہ کرو۔ اس لئے کہ جہاد واجب ہونے کے بعد اس سے منہ موڑنا اور پیٹھ پھیرنا کفر ہوگا۔ وہ بولے ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں اور اپنے اہل وعیال سے الگ کئے گئے ہیں۔ ہم بھلا راہ خدا میں جہاد کیوں نہ کریں گے۔ جب انہوں نے ضد کی تو اللہ کے نبیؑ نے فرمایا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ ‏ ان کے نبیؑ نے فرمایا کہ خدا نے تمہارے

بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ (البقرہ : ۲۴۷)

لے طالوتؑ کو بادشاہ مقرر فرمادیا ہے۔

یہ سنکر بھی کہ اللہ تعالےٰ نے طالوت کو بادشاہ مقرر فرمادیا ہے وہ لوگ جو ایک نبیؑ کے صحابہ تھے اللہ تعالےٰ کے فعل پر معترض ہوگئے۔ حالانکہ اللہ کے فعل پر اعتراض کفر اور ارتداد ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ کے حکم (مقررہ نمائندے) کو نہ مانیں بعد اسلام لانے کے وہ مرتد ہوتے ہیں ان کا قول قرآن میں درج ہے۔

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ (البقرہ : ۲۴۷)

سب وہ لوگ کہنے لگے اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ سلطنت کے حقدار اس سے زیادہ ہم ہیں۔ اس کو کثرتِ مال تو دی نہیں گئی۔

گویا اصحابِ نبیؑ یہ سمجھتے تھے کہ شاید حکومت کا حق غنی و مالدار لوگوں کو ہوتا ہے اب چونکہ حکومت کے حق کی بات تھی اس لئے ایک قانون کی ضرورت تھی جسے سامنے رکھ کر کسی کو حکومت کا حقدار قرار دیا جاسکے اور باقی غیر مستحق تصور ہوں تو ارشاد ہوا۔

حکومت کا حق مصطفےٰ و اعلم و اشجع کو ہے

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ (البقرہ : ۲۴۷)

(نبیؑ نے) فرمایا بے شک اللہ نے اس (طالوتؑ) کو تم پر مصطفےٰ قرار دیا ہے اور علم و شجاعت میں زیادہ قرار دیا ہے۔

طالوتؑ کے حقِ حکومت وقصے کو بیان کرنیکی وجوہات اور اس میں حکمتِ عظمیٰ!

۱۔ قرآن اللہ تعالےٰ کے قانون کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی بات عبث بیان نہیں ہوئی ہر بات میں حکمت اور ہدایت مقصود ہے۔ طالوتؑ کے قصے کو بیان کرنے میں مقصود یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک حکومت کا حق صرف اس کو ہے۔ جو اللہ کا معصوم ومصطفےٰ نمائندہ ہو اور تمام اُمت میں سب سے زیادہ علم وہبی وشجاعت وہبی کا مالک ہو جسے اللہ نے سب سے زیادہ علم اور شجاعت بخشی ہو نہ کہ کسبی وسیکھا ہوا یا کسبی شجاعت مثل مرحب وعنتر۔ غیر مصطفےٰ وغیر معصوم ہر حاکم غاصب ہے۔ حقِ الٰہی کا اور ایک قسم کا نمرود وفرعون ہے۔)

۲۔ حکومت دین یا اس کا حصہ نہیں

بالفرض اگر حکومت دین یا اس کا حصہ ہوتی تو نبیؑ جو تبلیغ دین کے لئے موجود ہے وہ خود حکومت کرتا اور حاکم یا بادشاہ بنتا۔ طالوتؑ کی حکومت یا بادشاہت کو پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

صاحبِ آیتِ تطہیر مصطفےٰ وباب العلم وحکمتؑ فاتح خیبر وخندق علیؑ نے حکومت کیوں نہ چھینی،

حضرت علی علیہ السلام صاحب آیۂ تطہیر ومباہلہ مصطفےٰ تھے۔ باب علم وفاتح خیبر وخندق سب سے زیادہ علم وشجاعت والے تھے حکومت کرنا آپ کا حق تھا۔ جو بنی سقیفہ میں اجماع کے زور پر ڈاکہ مار کر ابوبکر نے چھین لی حضرت علی علیہ السلام مرحب وعنتر کو قتل کر سکتے ہیں اسلام کے لئے۔ ابوبکر کو بھی قتل کر دیتے اسلام یا

اس کے حصے کے لئے اگر حکومت دینِ اسلام یا اس کا حصہ ہوتی۔ آپ نے حقِ حکومت چھن جانے پر صرف اس لئے ذوالفقار نہیں نکالی کہ حکومت دین اسلام یا اس کا جزو تصور نہ ہو۔ اگرچہ مصائب و آلام کی چکی میں پس گئے۔ باغِ فدک چھنا گھر کو آگ لگی۔ خاتونِ جنت شہید ہوگئیں مگر صبر کیا۔ تاکہ اسلام حکومت تصور ہو کر مسخ نہ ہو جائے۔ دینِ علیؑ کے پاس تھا حکومت ثلاثہ کے ادوار میں بے دینوں کے پاس۔ یہی حال امام حسین علیہ السلام کا تھا۔ دینِ مکمل حسینؑ کے پاس تھا حکومت نہ تھی۔ حکومت یزید کے پاس تھی اور دین نہ تھا۔ دینِ اسلام تسلیم کا نام ہے حکومت کا نہیں۔ امام زین العابدینؑ تا امام حسن عسکریؑ سب کے پاس دین کامل تھا۔ ناقص نہ تھا اور حکومت نہ تھی۔

سیاست

السیاسۃ اساس المملکۃ۔ سیاست حکومت کی بنیاد ہوتی ہے۔

حضرت علیؑ امام اوّل نے تقریباً ۲۵ سال ادوارِ ثلاثہ میں۔ امام حسن علیہ السلام نے صلح کے بعد اور امام حسین علیہ السلام تا امام حسنؑ عسکری علیہم السلام نے سیاست سے کنارہ کشی کی ہے۔ دین یا اس کے کسی جزو سے کنارہ کشی ہرگز نہیں کی۔ جو شخص سیاست کو دین کا جزو کہتا ہے وہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کا دشمن ہے ان پر بے دینی یا دین کے جزو کو ترک کرنے کی تہمت لگاتا ہے۔ ان کا شیعہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جو ان کے راستہ کا مخالف ہو وہ ان کے پیچھے چلتا ہی نہیں شیعہ کیسے ہو سکتا ہے؟

حکومتِ الٰہی کی نشانی تبرکاتِ معصوم ہوتے ہیں

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ	اور ان کے نبیؑ نے فرمایا کہ بہ تحقیق اس (طالوتؑ) کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط

(البقرہ ۲۴۸ ، ۲۴۸)

کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کا سکینہ اور آلِ موسیٰؑ و آلِ ہارونؑ کے ترکہ کا بقیہ موجود ہوگا۔ اسے ملائکہ اٹھائے ہوئے ہونگے۔

ذوالفقار و تبرکاتِ رسولؐ مثلِ تابوتِ سکینہ ہیں

قَاْلَ سمعت اباعبد اللہؑ یقول انما مَثَلُ السلاح فینا مثل التابوت فی بنی اسرائیل الخ السلاح مِنّا اوتی الامامۃ۔

(اصول کافی ص ۳۹۲)

راوی کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا کہ رسولؐ اللہ کے ہتھیار (ذوالفقار) کی مثال ہم میں تابوتِ بنی اسرائیل کی سی ہے الخ پس ہم (آلِ محمدؐ) میں سے ذوالفقار جس کے پاس ہے اسے امامت ملی ہے۔

ذوالفقار یہ آسمان سے نازل ہونے والی جنت کی تلوار نشانی ہے خدا و رسولؐ کی اور یہ کبھی کسی غیر معصوم کے ہاتھ سے استعمال نہیں ہوئی۔ نہ ہی غیر معصوم کی تحویل میں رہی۔ اس کو فرشتے سنبھالے رہتے تھے اور حقیقی امامؑ کو پیش کرتے تھے۔ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اسے فرشتوں نے اپنی تحویل میں بحکم الٰہی لیا اور امام زین العابدینؑ کو رہا ہونے کے بعد پیش کیا۔ اور تمام آئمہ سے ہوتی ہوئی قائم آلِ محمد علیہ السلام کے پاس ہے۔

ذوالفقار کی نشانی ذوالفقار اس بات کی دلیل ہے کہ حق حکومت منجانب اللہ صرف آئمہ طاہرین المعصومین کو تھا جو مصطفےٰ اور علم شجاعت میں سب برابر بروئے حدیث معصوم ۔ (اصول کافی) تھے لیکن آئمہ

طاہرینؑ المعصومینؑ نے دینِ اکمل رکھتے ہوئے حکومت چھن جانے پر صرف اس لئے حاصل کرنے کی کوشش نہ کی کہ حکومت دینِ اسلام یا اس کا جزو تصور نہ ہو۔ دینِ اسلام کا تعلق انسانوں سے ہے اور حکومت اللہ کا حق ہے یا اس کے نمائندہ کا۔ ہر غیر معصوم حاکم غاصب ہے حقِ خدا کا۔ جسکی اسکو آخرت میں سزا ملے گی۔

کھوٹے کھرے کی پہچان

حضرت طالوت علیہ السلام کی حکومت تابوتِ سکینہ کی دلیل پر مومنین نے بخوشی اور منافقین نے بادلِ نخواستہ تسلیم کرلی۔ لیکن کھوٹے کھرے کی پہچان کے لیے آزمائش انتہائی ضروری ہے اللہ تعالےٰ حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے کے لئے آزمائش میں سب کو ڈالتا ہے۔ چنانچہ اس وقت کے نبیؑ و طالوتؑ کے صحابہ کی آزمائش کی گئی۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ

(البقرہ : ۲۴۹)

پھر جس وقت طالوتؑ فوجیں لے کر چلے تو بولے۔ اللہ ایک دریا سے تمہاری آزمائش کرے گا جو اس سے پی لے گا وہ میرا پیرو نہ ہوگا اور جو اسے نہ چکھے گا پس وہی میرا پیرو ہوگا۔ سوائے اس کے کہ ایک چلو بھر اپنے ہاتھ میں لے لے۔ پس ان میں سے سوائے قلیل لوگوں کے سب ہی نے ڈگڈگا کر پی لیا۔

قلّت اور کثرت کا مسئلہ اور مِنّی کا مفہوم

مومنین، متقین، نیک و صالح ہمیشہ قلّت ہی میں رہے ہیں اور کھوٹے

خود غرض شکّی و منافقین کی ہر ہر دور میں کثرت رہی ہے۔

مِنّی کا مسئلہ مِنّی جب غیر معصوم کے لیے استعمال ہو مراد پیرو ہوتا ہے جیسا کہ یہاں دو جگہ مِنّی استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح سلمانؓ فارسی کے لیے حدیث السلمان منا اہل البیت کا مطلب یہ ہے کہ سلمان ہم اہلبیتؑ کا پیرو و فرماں بردار ہے نہ کہ اہلبیتؑ میں داخل ہے۔ البتہ معصوم کے لئے مِنّی کے معنی ہمجنس ہونا ہے جیسے حدیث حسینؑ مِنّی وانا من الحسینؑ۔ یعنی رسولؐ و حسینؑ ایک دوسرے کے ہمجنس یعنی نُورِ اوّل سے ہیں۔

پس دریا پار کرنے کے بعد جب منافقین نے جالوت جیسے دیو ہیکل (عمرو بن عبدود یا مرحب و عنتر کی طرح) کافر کو دیکھا تو مقابلہ کرنے کے خیال سے کلیجے منہ کو آگئے اور مقابلہ کرنے سے منکر ہو گئے۔ جو مخلص مومنین تھے جنہوں نے نہر سے پانی ڈگڈگا کر نہیں پیا تھا۔ ثابت قدم رہ کر اور اللہ پر بھروسہ کر کے مقابلہ کو نکلے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔

داؤدؑ حکومت کے حقدار کیوں بنے؟

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ

(البقرہ ۲ : ۲۵۱)

اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔ اور ان (داؤدؑ) کو اللہ نے سلطنت و حکمت عطا کی اور جو کچھ چاہا علم عطا فرمایا۔

داؤدؑ داؤدؑ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے مصطفٰے و معصوم نبی تھے اور وہی علم و حکمت و شجاعت کے مالک تھے۔ اس لئے بلحاظ مصطفٰے ہونے کے اور علم و شجاعت میں سب سے بڑھ کر ہونے کے حکومت کے حقدار بنے۔

قرآن میں داؤدؑ کی حکومت کے تذکرے کی غرض و غایت اور اس میں حکمت

قرآن ہدایتِ امت کے لئے اور قانونِ خدا کی کتاب بن کر نازل ہوا ہے
اللہ تعالےٰ امتِ مسلمہ کو یہ اپنا قانون بتا رہا ہے کہ اللہ کا نمائندہ و مصطفےٰ (معصوم)
اور علم و شجاعت میں سب سے افضل نیز نامور کافر کے قاتل کو حکومت کا حقدار
سمجھنا چاہیے۔ پس اسلام میں امتِ مسلمہ میں صاحب آیۂ تطہیر علیؑ جو بابُ العلم
و فاتح خیبر و خندق۔ قاتلِ عمرو و مرحب وعنتر ہیں وہی اللہ کی جانب سے حقدارِ
حکومت تھے اور ان کے علاوہ حکومت کرنے والے غاصب تھے (مثل نمرود و
فرعون و ہامان کے) جنہوں نے اللہ کے نمائندے سے حکومت چھین کر اللہ کے
حدود و قانون کو توڑا ہے اور جہنم خریدا ہے۔

عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ	یہ علم آدمؑ کی طرح علم الاسماء کا تھا (پنجتنؑ پاک کی معرفت) ہے جو ہر نبیؑ لے کر پیدا ہوتا ہے۔

داؤدؑ علیہ السلام کی خلافت و اہلیت

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ
(ص : ۲۶)

اے داؤدؑ ہم نے تم کو اس زمین میں خلیفہ مقرر فرمایا ہے پس لوگوں کے مابین حق کے مطابق فیصلہ کیا کرو۔

۱۔ نص	خلافت فی الارض کی بنیاد آدمؑ اور داؤدؑ کی طرح اللہ کے حکم خاص و اعلان و نص سے مقرر ہوتا ہے۔
۲۔ علم	خلیفہ فی الارض صاحبِ علم الاسماء تخلیقی طور پر ہوتا ہے۔ آدمؑ

کی طرح اور داؤدؑ بھی عالمِ میثاق سے صاحبِ علم الاسماء تھے اور خلیفہ فی الارض کی منزلت کم سے کم نبوت ہے یا اس سے عظیم عصمت و عہدہ مثلاً امامت۔

۳۔ عصمت خلیفہ فی الارض منجانب اللہ معصوم صاحبِ روح القدس ہوتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ انبیاء و اوصیا میں روح القدس ہوتی ہے۔

۴۔ فضیلت خلیفہ فی الارض تمام مخلوقات حاضرہ سے فضیلت مآب ہوتا ہے جیسا کہ آدمؑ کو مسجودِ ملائکہ بنا کر ثابت کیا گیا یا داؤدؑ کو جالوت کے قتل سے صاحب شجاعت و فضیلت ثابت کیا گیا اور ان کی فضیلت یہ تھی کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا اور بغیر آگ میں تپائے وہ لوہے سے زرہیں بنا لیتے تھے۔ اپنے زمانے کی تمام مخلوقاتِ حاضرہ سے وہ فضیلت مآب تھے۔

۵۔ فیصلہ بالحق خلیفہ فی الارض فیصلہ بالحق کرنے کا پابند ہوتا ہے نہ کہ محتاجِ شہادتین۔ جبکہ خاکی خاطی انسانوں کی شہادتیں غلط بھی ہو سکتی ہیں۔

مثال فیصلہ داؤدی بالحق

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک بڈھا مدعی ایک جوان سارق کو پکڑے ہوئے آیا۔ جس کی گود میں مسروقہ انگور تھے۔ بہت سے عینی شاہد بھی موجود تھے۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ "اس بڈھے مدعی کی گردن اڑا دو۔ اور اس نوجوان سارق کو ہم نے باغ کا مالک بنا دیا۔"

اصحابِ داؤدی آمنا و صدقنا کہنے والے اصحاب سب آن زائش

میں ناکام ہوگئے اور مرتد ہوکر کہنے لگے ہم ایسے شخص کو نبی نہیں مانتے جو (معاذاللہ) ایسا غلط فیصلہ کرتا ہے۔ اسے ہذیان ہوگیا ہے اور وہ نبی اللہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

اعلان حضرت داؤد علیہ السلام نے اعلان کرایا کہ کل صبح کو مدعی سارق اور سب لوگ حاضر ہوں ہم اپنا فیصلہ برحق ثابت کریں گے دوسرے دن سب حاضر ہوئے۔ آپ سب کو لے کر باغ میں گئے۔ ایک مٹی کے ڈھیر پر ایک کنکری اسم اعظم دم کرکے پھینکی مٹی کا تودہ پھٹا ایک سفید ریش انسان زندہ ہوکر اس میں سے برآمد ہوا۔

سلام علیک کے بعد داؤدؑ نے حکم دیا کہ اپنا قصہ بیان کر۔

بیانِ حقیقت وہ زندہ ہونے والا بولا۔ میں ضعیف تھا اور اس باغ کا مالک تھا۔ میرے پاس پانچ ہزار اشرفیاں تھیں پھر اسی بوڑھے مدعی کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا یہ اس وقت جوان تھا۔ اس نے مجھ سے اشرفیاں چھین کر فلاں درخت کی جڑ میں دفن کردیں اور مجھے قتل کرکے یہاں چھپا دیا اور دبا دیا۔

داؤد علیہ السلام نے پوچھا کیا تیرے کوئی اولاد تھی۔ وہ مقتول بولا نہیں لیکن میری زوجہ حاملہ تھی۔ داؤدؑ نے فرمایا یہ جوان (سارق) تیرا بیٹا اسی حمل سے ہے۔ مقتول بولا صدقت یا نبی اللہ۔ فرمایا تو نے میری تصدیق کس بنا پر کردی۔ مقتول بولا۔ اولاً نبی کی بات پر شک کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ ثانیاً اس فرزند پر نظر پڑتے ہی میرے سینہ میں جو حسرتِ اولاد کی آگ تھی وہ سرد پڑ گئی اور آنکھیں اسے دیکھ کر فرحت سے ٹھنڈی ہوگئیں۔ پھر داؤد علیہ السلام نے لیٹنے و آرام کرنے کا حکم دیا۔ وہ مقتول لیٹا اور مٹی کا تودہ جوں کا توں ہوگیا

پھر داؤدؑ کے حکم سے درخت کی جڑ کھود کر اشرفیاں برآمد کی گئیں۔

داؤد علیہ السلام نے پوچھا۔ بتاؤ میرا فیصلہ برحق تھا یا نہیں کہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے اور باغ کے وارث کو اس کا ترکہ دیا جائے۔ یہ سن کر سب نے آمنا صدقنا کہہ کر اس فیصلہ کو تسلیم کیا۔

علیؑ علیہ السلام کی منزلت و فیصلہ بالحق

خلافتِ منصوص مثلِ داؤدؑ

علی علیہ السلام پر نص بروئے قرآن شاھدٌ منہ (ھود: ۱۷) کما استخلف الذین من قبلھم (النور: ۵۵) کما ارسلنا الی فرعون رسولاً (المزمل: ۱۵) متفق علیہ تاریخ احوال دعوتِ ذوالعشیرہ میں خلیفہ بنایا جانا۔ بروئے حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم غزوۂ تبوک پر منزلتِ ہارونی اور خلیفہ بنایا جانا اور غدیر خم پر بالفعل تقرری و تفویض اختیار و بیعتِ علیؑ بموجودگی رسولؐ بعنوان مولیٰ۔

۲۔ بابُ العلم حضرت علی السلام کے لیے رسولؐ کا فرمان ہے الحدیث: انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ آپ سب سے زیادہ عالم تھے۔

۳۔ شجاعت حضرت علیؑ علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کو غزوۂ خندق میں قتل کیا جبکہ تمام صحابہ کے قلوب حلق میں آ پھنسے تھے (القرآن) وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ (الاحزاب ۱۰)

۴۔ عصمت فضیلت علیؑ علیہ السلام صاحبِ آیتِ تطہیر، صادق و نفس رسولؐ بروئے آیت مباہلہ، جانشینِ رسولؐ بدستِ رسولؐ بروئے شبِ ہجرت شریک نورِ رسولؐ بروئے حدیث نورِ معصوم اور

سب اصحاب سے بہت افضل تھے۔

۵۔ مثلِ داؤدؑ حضرت علیؑ کا فیصلہ بالحق بغیر شہادتین

(تمثیل برائے منصبِ خلافت)

حاکمِ ثانی کے دور میں دو عورتیں تنازعہ کر آئیں۔ ہر عورت کا دعویٰ تھا کہ لڑکا اس کا اور لڑکی دوسری کی ہے۔ گواہ موجود نہ تھا۔ حاکمِ ثانی فیصلہ نہ کر سکا اور علیؑ علیہ السلام کو بلوایا گیا۔ آپ نے یکساں حجم کی دو شیشیوں میں دونوں کا دودھ بھروا کر اور تول کر زیادہ وزنی والے دودھ کی عورت کا لڑکا بتایا اور کم وزن دودھ والی کی لڑکی۔ اور قرآن سے ثابت کیا کہ مردوں کو جس خدا نے قوی بنایا ہے۔ اسی نے اس کی خوراک کو بھی وزنی بنایا ہے عورتوں کے مقابل۔ اور وہ فیصلہ فریقین یعنی عورتوں نے تسلیم کیا۔ یہ بغیر شہادت فیصلہ علم و حکمت کی بنیاد پر کرنا خلیفۂ برحق ہونے کی دلیل ہے۔

عظمت و عصمتِ داؤدیؑ

ایک مدعی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آکر دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ٥ (ص : ۲۳)

یہ جو میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے پس یہ مجھ سے کہتا ہے کہ وہ ایک بھیڑ بھی اسی کو دیدوں اور مجھے بات کرنے میں بھی دباتا ہے۔

یہ دنیا والوں کی حرص کے لئے ایک مثال دی گئی ہے کہ روسا اپنے کثیر مال پر

بھی قناعت نہیں کرتے اور غربا کا قلیل مال بھی چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔
اور غریب کو ہر بات میں دباتے بھی ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے نہ تو شہادت طلب کی نہ ہی ملزم کو صفائی کا موقع دیا بلکہ اپنے علم وہبی کی بنا پر فیصلہ سُنایا۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ؕ (ص : ۲۴)

(داؤدؑ نے) فرمایا بے شک اس نے تیری بھیڑ مانگ کر تجھ پر زیادتی کی ہے۔

اس کے آگے اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ الخ

(ص : ۲۴ تا ۲۶)

اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے اس فیصلہ کے ذریعہ ان کی آزمائش کی پس انہوں نے اپنے پروردگار سے بخشش مانگی۔ اور رکوع میں جھک گئے۔ اور خدا کی طرف رجوع کی۔ پھر ہم نے ان کی بخشش کی اور یقیناً ہمارے نزدیک ان کا بڑا تقرب تھا اور نیک انجام بھی۔ (اللہ نے فرمایا) اے داؤد ہم نے تم کو اس زمین میں خلیفہ مقرر کیا۔

فتنہ اس سے مراد امتحان و آزمائش ہے۔ مال و اولاد کو فتنہ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔ یہ داؤد علیہ السلام کی بغرض خلافت فی الارض آزمائش و امتحان تھا کہ وہ علم پر فیصلہ کرتے ہیں یا اسباب (شہادتین وصفائی وغیرہ) پر۔ پس داؤدؑ اس میں کامیاب ہوئے۔ کہ انہوں نے بغیر احتیاج شہادتین وصفائی اپنے علم پر بھروسہ کرکے فیصلہ فرمادیا۔ یہ ان کی خوبی تھی

اور خلافت فی الارض کی شرط - (یہ کوئی عیب نہیں علم وہبی والے کیلئے)

استغفار

یہ لفظ ذنب کے لئے استعمال ہوتا ہے ذنب کے معنیٰ کمی کے ہیں ... چونکہ عام انسان واجبات میں جوابدہ ہے اس لئے اس کے لئے واجبات میں کمی کو گناہ سے معنون کیا جاتا ہے لیکن معصوم عن الخطا کا ذنب (کمی) سنن میں ہو سکتا ہے جو ترکِ اولیٰ بلندی کا چھوٹنا کہلائے گا گناہ نہ ہوگا - اور یہاں استغفار علم کی کمی کے لئے ہے تاکہ علم میں اضافہ ہو۔ داؤد علیہ السلام علم وہبی بے شک رکھتے تھے لیکن علم کُل تو نہیں رکھتے تھے - انہوں نے اپنی علمی کامیابی پر غرور یا تکبر نہیں کیا۔ بلکہ خالق العلم اللہ تعالےٰ کے حضور میں وہ مزید علمی کمی پوری کرنے کے لئے استغفار کرکے (کمی پوری کرنے کی دُعا کرتے ہیں اور اس کے آگے رکوع کرتے اور رجوع فرماتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا غفر کرنا علم کی کمی کو مزید دُور کرکے تفویض و ایزادیٔ علم عطا کرتا ہے - اور اس کی دلیل وہیں مذکور ہے - وَ اِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ہ اور داؤدؑ کے لئے اللہ کے نزدیک مقرب ہونا اور انجام بخیر ہونا موجود ہے۔ تقرب اور انجام بخیر حُسنِ عمل پر ہوتا ہے یا کمال پہ اور انعام ہے نہ کہ غیر مستحسن۔

انعام اور تفویضِ عظمت

حضرت داؤد علیہ السلام سے اگر فیصلہ میں غلطی یا گناہ ہوتا تو سزا ملنا چاہیے تھی جو عدل و انصاف کا تقاضہ ہے - انھیں سزا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان سے کوئی گناہ یا عیب نہیں ہوا - اور انعام و تکریم ہونا اور خلافت فی الارض کا عہدہ ملنا یا تفویض ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ انہوں نے کوئی کمال دکھایا ہے اور عظیم کامیابی حاصل کی ہے آزمائش میں پورے اُترے

ہیں۔ (اس میں کوئی بات خلافِ عصمت نہیں پائی جاتی)

شیاطین جن وانس کی کارگزاری اور بنی امیّہ کی حدیث سازی

شیاطینِ جن وانس کا یہ معمول ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے معصوم و مقرب بندوں پر تہمت لگانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور ذرا سا بات کا رخ مل جائے تو داستانیں گھڑ کر ان سے منسوب کر دیتے اور بدنام کرنے کی اور لوگوں میں سُبک کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ شیطانی وسوسہ پیدا کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اور اس کے مقابل وہ اپنے شیطانی نمائندوں سامری قسم کے لوگوں کی صفائی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور اس لئے لگا دیتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کیا جاسکے اور صراط مستقیم سے ہٹایا و باز رکھا جائے۔

چنانچہ شیاطین نے ایک قصہ گھڑ کر حضرت داؤد علیہ السلام پر یہ تہمت لگائی کہ ان کی ننانوے بیویاں تھیں (یہ انہوں نے ننانوے بھیڑوں سے اخذ کرکے گھڑ لیا) اور پھر ایک بھیڑ کی نسبت سے یہ گھڑا کہ ان کے ایک صحابی اوریا بن حنان کی ایک بیوی تھی جو بڑی خوبصورت تھی۔

اس کے بعد قصہ اس طرح گھڑا کہ آپ محرابِ عبادت میں تھے کہ ایک خوبصورت پرندہ آکر گرا۔ آپ پکڑنے پر متوجہ ہوئے تو وہ اُڑ کر دیوار پہ پہنچا آپ نے پیچھا کیا تو وہ اوریا کی دیوار پر جا بیٹھا وہاں آپ گئے تو اس کی بیوی کو ننگا نہاتے دیکھ کر (معاذ اللہ) عاشق ہو گئے اور اوریا کی موت کے خواہاں ہوئے تاکہ اسکی بیوی کو چھین لیں۔ پھر اوریا کو ایک جنگ میں تابوت سے آگے رہنے کا حکم دیا جس کی وجہ سے وہ قتل ہو گیا تو اس کی بیوی سے شادی کر لی۔

اگر یہ بکواس صحیح ہوتی تو حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت ترک کرنے کی ۔ پرندہ کے معاملہ میں لہو و لعب کی۔ دیوار پھاندنے کی۔ ننگی عورت دیکھنے کی ۔ اوریا کے قتل کی غلط تمنا کی ۔ اور قتل کرانے کی ۔ غیر عورت سے عشق کرنے کی اور کثرت ازدواج کی سزائیں ملنا چاہیئے تھیں ۔ نہ کہ انعام میں خلافت فی الارض ۔ اس قسم کی بکواسوں پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سب شیاطین اور منافقین کی کارگزاریاں ہیں ۔

دلیل محکم و قولِ معصوم حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے میرے سامنے داؤد کی اوریا کی بیوی سے شادی کو بیان کیا میں نے اس پر دو حدیں جاری کیں ایک نبوت پر تہمت کی دوسرے مسلمان پر تہمت کی ۔ اس لئے کہ نبی نبوت اور اسلام کا جامع ہے ۔

حضرت داؤدؑ کی فضیلت اور صاحبِ کتاب رسول ہونا

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ۝ (بنی اسرائیل : ۵۵)

اور یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عنایت کی ۔

تمام انبیاء میں انبیاء مرسلین یعنی رسول افضل ہیں جن کو دوسروں پر تبلیغ کے لئے مبعوث فرمایا گیا ۔ ان رسولوں میں صاحبِ کتاب سب سے افضل ہیں ۔ ماسوا اولوالعزم من الرسل صاحبانِ شریعت مرسلین کے ۔

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نوحؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ موسیٰؑ ۔ عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ باقی تمام انبیاؑ و رسل میں سب سے افضل ہیں، آپ پر زبور ۱۲ ماہِ رمضان کو نازل ہوئی جو آسمانی چار کتابوں توریتؔ۔ زبورؔ۔ انجیلؔ۔ قرآنؔ میں سے ایک ہے جو توریت کے بعد اور انجیل سے قبل نازل ہوئی ہے۔

معجزہ داؤدیؑ قرآن میں بیان کرنے کی غرض و حکمت

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ہ (سبا: ۱۰) اور ہم نے لوہے کو اس (داؤدؑ) کے لئے نرم کر دیا تھا۔

خلافت فی الارض کی دلیل حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ فی الارض مقرر کر کے اللہ تعالےٰ نے ان کی قوت کا مظاہرہ کرایا کہ وہ لوہے کو موم کی طرح اپنے ہاتھوں سے موڑ کر یا ملائم کر کے تاریں کھینچ کر زرہیں بنا لیتے تھے۔ قرآن میں اس بات کو بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ خلیفہ برحق فی الارض اُسے سمجھے جس کے ہاتھ لوہے کو موم کر سکیں۔ اور تاریخِ اسلام میں صرف علی علیہ السلام تھے جنھوں نے آہنی بابِ خیبر میں ہاتھ ڈالا تو آپ کی انگلیاں اس میں اس طرح گڑ گئیں جیسے موم میں۔ اور آپ نے آہنی بابِ خیبر کو بائیں ہاتھ کی انگلیاں ڈال کر اکھاڑ دیا۔ جو ان کی خلافت فی الارض منجانب اللہ ہونے کی نشانی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اُمتِ محمدیہؐ میں ایسے ہی (صاحبِ روح القدس معصوم علم الاسماء علم وہبی رکھنے والے اور لوہے کو موم کرنے والے) خلیفہ مقرر کرے گا جیسے ان سے پہلے (آدمؑ۔ ہارونؑ و داؤدؑ کو) خلیفہ بنا چکا ہے۔

دیکھیے (النور: ۵۵)

لحنِ داؤدیؑ کا اعجاز

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ط (الانبیاء ۷۹) اور پہاڑوں کو ہم نے داؤدؑ کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اور اسی طرح پرندے بھی۔

قرآن میں لحنِ داؤدیؑ کے ذکر میں حکمت

اللہ تعالےٰ عالم الغیب والشہادہ جانتا تھا کہ جس عزاداریٔ حسینؑ کو وہ انبیاءؑ ماسبق میں جاری کراتا رہا ہے۔ منافقین اسی کی در پردہ مخالفت کرنے کا پہلو اختیار کرکے مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی کو غنا سے تعبیر کرکے لوگوں کو گمراہ کرنے کی اور عزاداری کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے لحنِ داؤدیؑ کا ذکر کرکے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ حق کی طرف توجہ بخشنے والی چیز لحنِ داؤدی ہوتی ہے غنا نہیں ہوتی۔

غنا کی تعریف

جو چیز شہوات کو ابھارنے کو ذہن کو دعوت دے اسے غنا کہتے ہیں چاہے نظم ہو یا نثر میں۔

گریہ بر عزائے حسین علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی اطلاعِ واقعاتِ کربلا پر ذبحِ عظیم امام حسین علیہ السلام پر لحنِ داؤدیؑ میں نوحہ خوانی کرکے دردناک گریہ کرتے تھے۔ اور آپ کی خوش الحانی در نوحہ خوانی کو تسبیح کا درجہ دیا گیا ہے اور اس میں اتنا اثر تھا کہ پہاڑ و پرندے بھی نوحہ خوانی و گریہ میں شامل ہو جاتے

تھے۔ ذبیحِ خدا امام حسین علیہ السلام پر نوحہ اور رونا تسبیحِ مقبول کا درجہ رکھتا ہے۔ جس سے تجمرد[1] اہلبیت کا رد ہوتا ہے ظالم[2] سے نفرت نیز حق اور مظلوم سے ہمدردی[3] پیدا ہوتی ہے اور باعثِ تطہیر[4] معاشرہ بنتا ہے نیز اللہ کے دین سے محبت[5] اور اللہ کی راہ میں قربانی[6] کا جذبہ پیدا ہوتا اور صبر و شکر کی تعلیم ملتی ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں پر اعلانیہ لعنت کی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی خلافت و جانشینی

حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے بیٹے تھے (یوسفؑ بن یعقوبؑ کی طرح) اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو حکم دیا کہ سلیمانؑ کو اپنا وصی (یعنی نائب) مقرر کردو۔ حضرت داؤدؑ نے اس پر عمل کیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بڑے بھائیوں نے انکی وصایت پر اعتراض کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑا سمجھایا کہ یہ وصایت (وصی و خلیفہ بنانا) میرا فعل یا میری خواہش پر نہیں ہے اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہے وہ جسے اپنا خلیفہ بناتا ہے اُسے تو روح القدس سے پیدا فرماتا ہے خلیفہ علمؑ و عقلؑ و فہمؑ اور قوتؑ میں نیز فیصلہؑ بر حق کرنے میں تمام مخلوقات سے فضیلت مآب ہوتا ہے۔ مگر ظاہر بین لوگ روحانی فضیلت کے قائل نہ ہوئے اور ظاہری دلیل مانگنے لگے۔

فیصلہ بالحق دلیلِ خلافت و جانشینی بنا

ایک شخص نے دوسرے کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس کے انگوروں کے باغ کو دوسرے کی بھیڑ بکریوں نے اُجاڑ دیا ہے اور سارا پھل کھا گئی ہیں۔ اس کا معاوضہ

مقرر فرما کر دلوایا جائے۔ داؤدؑ نے اپنے تمام فرزندوں کے سامنے یہ مقدمہ رکھا اور فرمایا جو صحیح صحیح فیصلہ کردے گا وہی میرا خلیفہ یعنی وصی وجانشین ہوگا سب فرزند عاجز آگئے اور فیصلہ نہ کرسکے تو سلیمانؑ کو داؤدؑ نے فیصلہ کرنے کا حکم دیا اور سلیمانؑ نے فیصلہ کیا کہ اس سال کے بھیڑ بکریوں کے بچے اور ان کی اُون (یعنی کُل آمدنی) باغ کے مالک کو دیدی جائے (جس کی کُل آمدنی سال کی ماری گئی ہے) داؤد علیہ السلام نے تکبیر بلند فرمائی اور فیصلہ کی توثیق فرمادی۔

پھر اصحاب کے سامنے داؤد علیہ السلام نے سلیمانؑ کی وصایت کو پیش کیا۔ تو انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اور کہا کہ ہم سفید ریش معمر لوگ ایک تیرہ سال کے بچے کی اطاعت نہیں کرسکتے۔ آپ اس بچے کی محبت میں (معاذ اللہ) بہک گئے ہیں۔ آپ کسی اور کو اپنا نائب بنادیں تو ہم مان لیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک کمرہ خالی کرایا۔ تمام مقتدر اصحاب کے عصا پر نام لکھوا کر اس میں رکھوائے اور سلیمانؑ کا بھی رکھوایا۔ پھر کمرہ مقفل کردیا اور فرمایا کل صبح کو جس کے عصا میں سبز پتیاں لگی ہوں گی وہی وصی ہوگا۔ دوسرے دن سب کے عصا جوں کے توں تھے اور سلیمانؑ کے عصا میں سبز پتیاں اُگی ہوئی تھیں پس سلیمانؑ کی وصایت قائم ہوئی۔

قرآن میں اس واقعہ کو بیان کرنیکی غرض و حکمت

قرآن میں اُمتِ مسلمہ کو اس واقعہ سے یہ سبق دیا گیا ہے کہ خلیفہ یعنی وصی نبیؐ کا معصوم سب سے زیادہ علم والا اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے فیصلے مشکل مقدمات و تنازعات میں ایسے تھے کہ حاکم ثانی نے بار بار مجبور و متاثر ہو کر کہا۔ لولا علیؑ لہلک عمر۔ اور یہ دلیل ہے اس

بات کی کہ وصی برحق رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضرت علی علیہ السلام تھے جن کے لئے رسول نے فرمایا۔

الحدیث : علی افضلی امتی ؛ علیؑ میری امت میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

الحدیث : علی اعلمامتی علیؑ میری امت میں سب سے بڑا عالم ہے۔

نوٹ : رسول عالمین کے نذیر ہیں۔ عالمین آپ کی امت میں داخل ہیں اور تمام عالمین (وانبیاء مرسلین) میں بھی علیؑ اعلم و اقضیٰ ہیں۔ اور سب سے افضل و حاکم ہیں۔

وراثتِ انبیاء و رسل

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ (النمل : ۱۶)	سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور بولے اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی تعلیم کی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز سے حصہ دیا گیا ہے۔

انبیاء و رسل یہ امت کو درہم و دینار یا اموال کا وارث نہیں بناتے صرف علم پہنچاتے ہیں (مقصود ہدایت ہوتی ہے) انبیاء و رسل کی وراثت تین قسم کی ہوتی ہے۔

۱۔ درہم و دینار یا اقسام ورثہ اجسام اس کی وارث تمام اولاد ہوتی ہے یہ بحیثیت والد ترکہ تقسیم ہوتا ہے۔ اور داؤدؑ کے اموال از قسم اونٹ گھوڑے و درہم و دینار آپ کے انیس بیٹوں میں مساوی تقسیم ہوئے اور سلیمانؑ کو بھی حصہ ملا۔

۲۔ وراثت روحانی اوصاف حمیدہ علم[1]۔ شجاعت[2]۔ صدق[3]۔ امانت[4]۔ فیصلہ بالحق[5]۔

یہ روح القدس کا خاصہ ہوتی ہے۔ جو عصمت کا مرقع ہوتی ہے اور اس کا وارث صاحبِ روح القدس ہی ہوتا ہے۔ غیر معصوم وارث نہیں ہو سکتا۔

۳۔ تبرکات مثل تابوتِ سکینہ یہ صرف وصیِ برحق بلا فصل کو ملتے ہیں۔ اور وصی در وصیٔ برحق ملتے رہتے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ حضرت سلیمانؑ علیہ السلام کو ان تینوں اقسام کی وراثتیں ملی ہیں (بطور مِن کُلِّ شَیْءٍ)

قرآن میں وراثتِ داؤدؑ و سلیمانؑ کے ذکر کی غرض اور حکمت

قرآن امتِ مسلمہ کی ہدایت و سبق کے لئے۔ اور قانونِ الٰہی کی کتابِ ضابطۂ حیات کے طور پر نازل ہوا ہے اس میں کوئی شے عبث یا فضول یا داستان دل لگی کے لئے حکایت نہیں ہوئی۔

عالم الغیب اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ غاصبینِ حکومت (بضعۃ الرسولؐ۔ صدیقہ کبریٰ بروئے آیتِ مباہلہ معصومۂ کبریٰ بروئے آیتِ تطہیر بسیدۃ النساء اہل الجنۃ کو جھٹلانے کے لئے) جھوٹی احادیث کو بنیاد بنا کر وراثتِ انبیاءؑ کی تکذیب قطعی کر کے مرتد ہو جائیں گے۔ اسلئے خاتونِ جنت کی عظمت و صداقت کے لئے قرآن میں وراثتِ انبیاءؑ رکھنا ضروری ہے۔

سلیمانؑ (ہادی) کے مافوق البشر ہونے کے دلائلِ قرآنیہ

حکومتِ ہادی کا نقشہ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ مِنَ اور سلیمانؑ کے لئے ان کے لشکر جنوں میں سے اور انسانوں میں سے اور پرندوں

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ (النمل: ۱۷)

میں سے اکٹھے کئے گئے تھے۔

سماعتِ ہادی کی فوقیت

حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (النمل: ۱۸/۱۹)

یہاں تک کہ جب وہ (سلیمانؑ) چیونٹیوں کے میدان سے گزرے تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں کچل ڈالے اور ان کو خبر بھی نہ ہو پس سلیمانؑ اس کی بات پر ہنسنے کے لئے مسکرائے۔

عام انسان

کوئی بشر محض یا عام انسان چیونٹی کو کان میں رکھ کر اس کی بات و آواز نہ سن سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے کیا قرآن میں اس تذکرے سے ہادی کو بڑے سماعت و فہم و علم لغتِ حشرات الارض مافوق البشر نہیں ثابت کیا گیا۔ اگر کوئی ابوجہل بن کر ہادی (روح القدس) کے امتیازات کا انکار کرنے کو اور کفر اختیار کرنے کو اپنا شعار بنالے تو اس کا کیا علاج ہے؟ سوائے اس کے کہ جہنم میں اسفل السافلین میں ڈالا جائے، ہادی کے امتیاز (امتیازِ روح القدس) کا انکار درپردہ ہادی وہدایت کا انکار ہے۔ یہ قصہ قرآن میں عبث یا فضول یا دل لگی کی داستان کے لئے بیان نہیں ہوا۔ ہدایت کے لئے قانونِ فوقیتِ ہادی کے لئے زینت بنایا گیا ہے۔ مقصود امتِ مسلمہ کی ہدایت ہے۔ ہادی کی فوقیت وامتیاز کے بیان سے۔

عِلم منطق الطیر

فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ

پس (سلیمانؑ) بولے۔ میں ہدہد کو حاضر نہیں پاتا۔ کیا وہ غیر حاضروں میں سے

اَوْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝
(النمل: ۲۰-۲۱)

ہے۔ میں ضرور اسے سخت ترین عذاب دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس (غیر حاضری کی) کھلی دلیل لائیگا۔

علم منطق الطیر ہونا ھُدھُد کی زبان کا سمجھنا غیر حاضری کی دلیل طلب کرنا مافوق البشر ہونے کی دلیل ہے۔

اٹل قانونِ الٰہی

نبی سے غیر حاضری یا فرار کی سزا

قرآن قانونِ خدا کی کتاب ہے۔ نبیؐ کے پاس سے دانستہ غیر حاضری کرنا یا چھوڑ کر بھاگ جانے کی سزا عذابِ شدید اور ذبح یا قتل کیا جانا ہے۔ اگر یہ سزا دنیا میں مصلحتًا (یا کسی حکمت کے تقاضہ پر) نہ دی جائے تو آخرت میں عذابِ شدید قانونِ الٰہی اور عدل کے تقاضہ پر ضرور رہوگا اور آخرت کا عذابِ شدید دائمی جہنّم ہے۔

قرآن میں اس بات کے بیان کرنیکی غرض

امتِ مسلمہ کو ہدایت کرنے کے لئے یہ بیان ہے کہ وہ جنگِ اُحد و حُنین کے بھگوڑوں کو جہنمی سمجھ کر ان کے راستہ سے بچیں۔ اور نمرودیوں یا فرعونیوں کی طرح حکومت کے بندے و غلام و بیعت کرنے والے نہ بنیں۔

ہدہد کی اطلاع اور شہزادی بلقیس کا ذکر

ہُدہُد نے اطلاع دی کہ ایک عورت (بلقیس) ملک سبا میں حکمران ہے وہ

اور اس کی قوم سورج کو سجدہ کرتے ہیں حضرت سلیمانؑ نے اسے خط لکھا۔

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا (النمل : ۲۸) (سلیمانؑ نے ہدہد سے کہا) یہ میری کتاب (تحریر) لے کر جا۔

قرآن میں نبی کی تحریر کو بیان کرنے کی غرض

قرآن میں سلیمانؑ نبی کی تحریر کا ذکر اسلئے کیا گیا ہے کہ انبیاء اَن پڑھ یا لکھنا نہ جاننے والے یعنی جاہل نہیں ہوتے۔ بلکہ کتاب و حکمت کی تعلیم دینے والے ہوتے ہیں۔ اللہ امتِ مسلمہ کو یہ ثبوت فراہم کر رہا ہے کہ سیدالانبیاءؐ کو منافقین اَن پڑھ یا نہ لکھ سکنے والا بیان کر کے امت کو گمراہ کریں تو منافقین کی تکذیب کی جا سکے۔ اور جناب سیدۃ النساء اھل الجنۃ نے جو تحریرِ رسولؐ بابت ہبۂ فدک پیش کی تھی اس کی تصدیق ہو سکے۔

تحریرِ سلیمانؑ

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل : ۳۰) یقیناً وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور یقیناً وہ اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

تحریرِ سلیمانؑ میں بسم اللہ کی نشانی بیان کرنے کی غرض

سورۃ الحمد کی پہلی آیت

سُلَیْمٰن کو سورۃ الحمد کی پہلی آیت کا علم دے کر جنوں۔ انسانوں و پرندوں پر حکومت اور علم و فہم و منطق الطیر کے لحاظ سے مافوق البشر ثابت کرنے کی غرض یہ ہے کہ آلِ محمدؐ (چودہ معصوم نورِ اول کے فانوس) جو خود الحمد وجودی و صاحب الحمد ولوائے الحمد ہیں۔ ان کو عالمین کا حاکم و متصرف و عالم و جملہ مخلوقات کی

آوازوں کا سننے و جاننے والا ثابت کیا جا سکے۔

فرمانِ سلیمانؑ سلیمانؑ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو میرے پاس اس (بلقیس) کو مع اس کے عرش یا تخت کے لے آئے تو ایک عفریت نامی جن نے کہا کہ میں اسے آپ کے اُٹھنے (یعنی عدالت برخاست ہونے یا چند گھنٹوں) میں لا سکتا ہوں۔

وصی (معمولی علم کتاب والا) تمام امت میں قوی تر اور مافوق البشر ہوتا ہے

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ۝ (النمل : ۴۰)

جس کے پاس کتاب کا معمولی علم تھا اس نے کہا میں اس کو (بلقیس کو مع تخت) تمہارے پاس (ڈالی ہوئی) نگاہ پھر آنے سے پہلے لے آتا ہوں۔

فوقیتِ وصی آصفؑ بن برخیا وزیر و وصیٔ سلیمانؑ ایک اسم اعظم کی بدولت (معمولی یا ذرا سا علم الکتٰب ہونے کی وجہ سے) تختِ بلقیس کو چشم زدن سے پہلے (مادہ کو گھسیٹ کر) لے آئے۔ علم غیب معمولی شے ہے اور غیبی مادہ کو بلا توقف چشم زدن سے پہلے آنا علم ہونے سے بڑا کمال ہے۔ کیا یہ مافوق البشر ہونے کی دلیل نہیں۔ کاش مقصرین عقل کو طلاق دیکر اپنی عاقبت برباد نہ کرتے اور جہنم کا ایندھن نہ بنتے۔ (افلا تعقلون)

تقصیر یہی وہ بیماری ہے جس کی بنا پر ہادیانِ برحق کی فضیلتِ تخلیقی کا انکار کر کے مقصرین اپنے جیسے خاکی خاطی امام النار کی پوجا کرنے لگے ہیں۔

اس واقعہ کو قرآن میں بیان کرنے کی غرض و حکمت

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ فضول یا عبث بیان نہیں کیا۔ اس لئے بیان کیا ہے کہ سالم کتاب کے عالم اور بہتر اسمائے اعظم کا علم رکھنے والے محمدؐ و آل محمدؐ (۱۴ معصوم) علیہم السلام کی عظمت آصفؑ بن برخیا کی قوت و تصرف پر ثابت کی جاسکے۔ تاکہ لوگ آل محمدؐ کو اپنا جیسا قیاس نہ کریں اور حجج اللہ کی تحقیر کے کفر سے بچ سکیں۔

عصمت سُلیمان علیہ السّلام

وَ وَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ۝
(ص : ۳۰ تا ۳۳)

اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ جیسا بہترین بندہ عطا کیا۔ بیشک وہ (خدا کی طرف) بڑا رجوع کرنے والا تھا۔ جبکہ شام کے قریب اُن کے سامنے خاصے کے اصیل گھوڑے پیش کے گئے، تو کہنے لگے کہ میں نے مال (جہاد) کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد چھوڑ دی۔ یہاں تک کہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔ اسے میرے آگے پھر لوٹالاؤ۔ پھر انہوں نے پنڈلیوں اور گردنوں کو چھو کر مس کیا۔

پہلی آیت سے ثابت ہے کہ حضرت سُلیمان علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے بہترین بندے اور اللہ تعالےٰ کی طرف بڑے رجوع کرنے والے تھے اور دوسری آیت سے بظاہر

یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یادِ خدا یا نماز کے تارک ہوئے۔ کیا یہ تضاد بیانی ہے ہرگز نہیں۔ قرآن میں ہے کہ اگر یہ قرآن خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں کثیر اختلاف فرماتے یعنی تضاد بیانی ہوتی۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن میں تضاد بیانی ہرگز نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآن کو سمجھنے میں کسی کو غلط فہمی ہوجائے۔

ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں جو انبیاءؑ، واوصیاءؑ کو بشر محض یا اپنا جیسا عام انسان سمجھتے رہے اور ان کو مافوق البشر ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ اور ہر زمانے میں منافقین بھی موجود رہے جو اپنی شرارت سے باز نہ آتے تھے۔ چنانچہ منافقین کسی نہ کسی شرارت کے ذریعہ انبیاءؑ سے صدورِ گناہ دکھلانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیتے تھے اور اللہ تعالےٰ ان کی شرارت کا رَد اس طرح فرماتا تھا کہ ہادی کو مافوق البشر اسی معاملہ میں ثابت کردیتا تھا۔

اصل واقعہ

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت سُلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑے معائنے کے لئے پیش کئے جائیں۔ منافقین نے تعمیل میں تاخیر کی اور عین ایسے وقت گھوڑے معائنے کے لئے پیش کئے جبکہ نمازِ عصر کا وقت تھا۔

منافقین کی نیّت

یہ تھی کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑے دیکھنے میں مشغول ہونگے تو نمازِ عصر قضا ہوجائے گی اور پھر ہم یہ مشہور کردینگے کہ وہ شخص نبی کیسے ہوسکتا ہے جو نماز قضا کردے۔ اور اس سے یادِ الٰہی ترک ہوجائے اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادہ ہے ان کی نیتوں سے واقف تھا۔ اس نے سلیمانؑ کو حکم دیا کہ گھوڑے معائنہ کرتے رہو۔ حتّٰی کہ نماز کا وقت جاتا رہے۔ پھر نماز ترک ہونے کا ذکر کرکے سورج لوٹانے کا ملائکہ کو حکم دو۔ جب وہ سورج

لوٹائیں تو نمازِ عصر پڑھو۔ تاکہ ان منافقین پر یہ ثابت ہو جائے کہ ان کی شرارت سے نبیؑ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ نبیؑ ان سے مافوق قوتوں کا حامل ہوتا ہے۔ ان جیسا نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ صاحبِ روح القدس (ہادی) ملائکہ پر بھی حاکم ہوتا ہے اسی کی دلیل کے لئے ملائکہ کو آدمؑ (پہلے ہی ہادی۔ نبی۔ خلیفہ وامام برحق) کے آگے سجدہ کرا کر ان کا تابع قرار دیا گیا تھا۔

توضیح حُبَّ الْخَیْرِ حُبَّ الْخَیْرِ سے مراد جہاد ہے۔ مجاہد کی ایک رات عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہاں خیر سے مراد دولت لینا ترجمہ نگاروں کی کم ظرفی ہے۔

ذکرِ ربّی سے مراد نمازِ عصر ہے لیکن اس کا ترک عیب تو اس کے لئے ہوگا جو سورج لوٹا کر عین وقت پر نہ پڑھ سکے۔ جو شخصیت سورج لوٹا کر نماز کے عین وقت پر نماز ادا کرے۔ اس سے ترک ہو جانا عیب نہیں بلکہ بغرض معجزہ واظہارِ فوقیتِ حجّت اللہ یعنی حُسن بن جائے گا۔ اس لئے کہ اعجاز حُسن ہے افعال کے مقابل۔ اس لئے غرضِ اعجاز بھی حُسن ہے (از روئے حکمت) غرضِ افعال کے مقابل۔ اس لئے نماز کے مقابل جو محض عمل ہے بلحاظ عمل معجزہ خیر ہے۔

دلیلِ عصمت گناہ نہی عنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہرگز گناہ کے صدور کو پسند نہیں فرمایا اگر سُلیمان علیہ السلام سے گناہ کا صدور ہوتا تو وہ بلند نہ فرماتا۔ اگر حضرت سُلیمان علیہ السلام سے گناہ کا صدور ہوتا تو سزا ملنا چاہیئے تھی۔ یا بُرائی کا ذکر ہونا چاہیئے تھا نہ کہ خُوبی کا اور اُن کے عمل کے محاسن کا۔ جیسے نِعْمَ الْعَبْدُ اور اَوَّابٌ۔

یاد رہے کہ معصوم سے ترکِ اولیٰ (بلندی کا ترک) جو گناہ نہیں وہ بھی صادر ہو تو اس کی عظمت کے پیشِ نظر ابتلا میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ صبر و شکر

کے ذریعے یا ذریعے اس کمی کا ازالہ کرے اور درجاتِ عالیہ پر فائز ہو گناہ تو ہے ہی قابلِ سزا - پس حضرت سلیمانؑ سے کوئی خلافِ عصمت کام نہیں ہوا۔

رجعتِ شمس سے پھیلنے والی غلط فہمی کا ازالہ

حضرت سلیمانؑ کے معجزے رجعتِ شمس کو دیکھ کر ساری امتِ سلیمانؑ میں ہلچل سی مچ گئی ۔ اور لوگوں کے اذہان میں یہ تصور پیدا ہو گیا کہ سلیمانؑ تو نظامِ قدرت پر حاوی ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر متصرف ہو گئے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں سلیمان کے متعلق غلو پیدا کر کے گمراہی کا ایک اور دروازہ کھولنے کا باعث بن گئیں ۔ اس بات کے رد کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سلیمانؑ ایک ایسی خواہش کا اظہار کریں جس کی عدم تکمیل کے ذریعہ غلو کا دروازہ بند کر دیا جائے۔

چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے ارشاد فرمایا - میری خواہش یہ ہے کہ میں آج شب کو ستر عورتوں سے مقاربت کروں اور سب لڑکے ہی جنیں جو بڑے ہو کر راہِ خدا میں جہاد کریں - یہ خواہش نہ تو غیبی خبر تھی نہ خلافِ عصمت - غیبی خبر تو اس لئے نہ تھی کہ اس کی تکمیل نہ ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خبر نہ تھی بلکہ خواہش تھی اور نیک خواہش کا کرنا خلافِ عصمت نہیں۔

اللہ تعالیٰ اس خواہش کی عدم تکمیل سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ سلیمانؑ نہ تو ہماری قدرت پر حاوی ہیں نہ مشیت پر متصرف بلکہ ہماری قدرت و مشیت کے آگے لاچار ہیں ۔ پس ایک بھی صحیح سالم فرزند اس شب کی مقاربت سے پیدا نہ ہوا اور مقاربت کی دلیل کے لئے ایک مردہ بچہ پیدا ہوا جسے سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر اس لئے ڈالا گیا کہ تمام لوگ سلیمانؑ علیہ السلام کو قدرت کے احکام و مشیت کے آگے مجبور سمجھ سکیں۔

عصمتِ سلیمانؑ منشاء و حکمِ الٰہی پر عمل اور نیک خواہش کا اظہار خلافِ عصمت نہیں۔

ترکِ اولیٰ انبیاءؑ و مرسلینؑ و ملائکہؑ سے ترکِ اولیٰ کا صدور بھی اسی نوعیت کا ہے تاکہ وہ قدرت و مشیتِ الٰہی کے آگے ابتلاءؑ کے ذریعہ مجبور تصور ہوں۔

ابتلائے آلِ محمدؑ چودہ معصوم جو مشیتِ الٰہی کے ظروف و نفسِ مشیتِ الٰہی ہیں ان کو ابتلا میں اس لئے ڈالا گیا کہ ان کی عظمت سے متاثر لوگ انھیں کو خدا نہ سمجھ لیں اور ان کی عبادت کو دیکھ کر یہ تصور کر سکیں کہ معبودِ حقیقی اللہ ان کا بھی رب ہے جس کی یہ مشیت اور پابند ہیں۔

دیوارِ گریہ دربیت المقدس

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں اور انسانوں کی مدد سے بیت المقدس میں ایک بیت الحزن یعنی دیوارِ گریہ بنوائی تھی۔ جس کے نیچے بیٹھ کر آپ ذکرِ حسینؑ علیہ السلام اور واقعاتِ کربلا بیان کرکے (بوجہ علم الاسماء) رویا کرتے تھے۔ حاکمِ ثانی نے اپنے دَور میں اس شعائر اللہ (سلیمانؑ نبی کی نشانی) کو شہید کرا دیا اور اپنے نام سے ایک مسجد (مسجدِ ضرار) بنوا دی جسے یہودیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے بعد جلا دیا اور مسمار کر دیا۔ (اور مسجدِ ضرار کا انجام بھی یہی ہے)

حضرت سلیمانؑ کی عمر اور وفات

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ۷۱۲ سال کی ہوئی۔ شیاطین نے حضرت سلیمان کے احکام کی بجا آوری اور درازیٔ عمر سے دل تنگ ہو کر یہ مشہور کر دیا کہ

حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک ایسی انگوٹھی ہے جس کی وجہ سے نہ تو سلیمانؑ کو موت آسکتی ہے نہ ان کی حکومت ختم ہوسکتی ہے۔ ان کے قول کے رد کے لئے اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے محل کے بالاخانے پر عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہوجائیں اور اپنی امت کے اعمال و تکمیلِ بیت المقدس کو ملاحظہ کریں۔ آپ عصا کے سہارے کھڑے ہوگئے۔ تو ملک الموت کو حکم دیا کہ ان کی روح قبض کرے اور ان کے جسم کو متحرک یا متزلزل نہ ہونے دے چنانچہ روح قبض ہوگئی لیکن حضرت سلیمانؑ کا جسدِ مبارک جوں کا توں کھڑا رہا جسے دیکھ کر ہیبت کے مارے ساری امت اپنے اپنے فرائض ادا کرتی رہی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد بحکم خدا دیمک نے عصا کو اندر سے کھوکھلا کردیا۔ اور عصا ٹوٹ کر گرا اور جسدِ مبارک بھی حضرت سلیمانؑ کا گرا تو ان کی موت کا اُمّت کو علم ہوا۔ اس عرصہ میں بیت المقدس کامل ہوچکا تھا۔ پھر آپ کا غسل و کفن دفن ہوا۔

نوٹ : اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ معصومین علیہم السلام کے اجسام موت اور عرصہ دراز گزرنے پر بھی متغیر نہیں ہوتے۔

انبیاؑ میں آلِ محمدؐ کی جزوی تماثیل بیان کرنے کی اغراض

اللہ تعالےٰ نے نورِ اوّل کی لاتعداد اور بے شمار شعاعوں میں سے ہر ہر شعاع یا کرن کو ایک ایک صفتِ حمیدہ کا کمال قرار دیا ہے اور اُن کی جھلک یا تماثیل جزواً انبیاؑ و مرسلین کو بخشی ہیں۔ جیسے داؤدؑ کے لئے لوہے کا نرم کرنا۔ آصف بن برخیا کا چشم زدن میں غیبی مادہ کو بلا لحاظ وقت و فاصلہ لے آنا۔ سلیمانؑ کی حکومت پرندوں پر اور سورج لوٹانا تاکہ آلِ محمدؐ (سہم معصوم) صاحبانِ نورِ اوّل کے لئے عظمتیں ثابت کی جاسکیں۔

قصہ ہاروتؑ و ماروتؑ

تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تو ابلیس ملعون نے علم سحر ایجاد کیا اور ایک کتاب میں لکھ دیا کہ یہ علم کا ذخیرہ ہے جو سلیمانؑ ابن داؤدؑ کے لئے آصفؑ بن برخیا نے (جوان کا وزیر تھا) جمع کیا تھا اور اسی کی بدولت سلیمانؑ جنوں تک پر حکم چلاتے تھے۔ جو شخص اپنے مطالب پورا کرنا چاہے فلاں کام کے لئے فلاں عمل کرے۔ اس کتاب کو ابلیس نے حضرت سلیمانؑ کے تخت کے نیچے دفن کر دیا پھر لوگوں کو وہ کتاب نکال کر دکھائی اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ گمراہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کافر کہا۔

نوٹ: یہ تمثیل اس لئے قائم ہوئی کہ اگر فرعون موسیٰؑ جیسے معصوم اولوالعزم رسولؑ کو کافر کہہ سکتا ہے اور یہودی سلیمان علیہ السلام کو کافر کہہ سکتے ہیں۔ تو خوارج اگر مولائے کائنات کی شان میں گستاخی کرتے نظر آئیں یا بنی امیہ بکواس اور خرافات بکیں تو اس سے ان کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر یزیدی اُمت شیعان آلِ محمدؐ کو کافر کہنے کی جسارت کرے تو اس سے حق کو باطل نہیں کیا جا سکتا۔

پس کثرت سے لوگ جادو کرنا سیکھ گئے اور جادو کرنے لگے۔ اللہ تعالےٰ نے دو فرشتوں ہاروتؑ ماروتؑ کو زمین پر نازل کیا۔ جو لباسِ بشری پہن کر زمین میں کچھ عرصہ آباد رہے کھاتے پیتے اور معاشرہ میں دخل رکھتے تھے جس کی عادت بتدریج پڑتی ہے نہ کہ یکایک) وہ لوگوں کو جادو کا توڑ بتاتے تھے اور بیان کرتے تھے۔ اگر اس قسم کا جادو ہو تو اس کا توڑ اس طرح ہوگا اور یہ علم سکھلانے سے

پہلے ہرایک کو بتا دیتے تھے کہ ہم تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ تم ہم سے علم سیکھ کر جادو کا توڑ تو کرنا۔ جادو نہ کرنے لگنا ورنہ تم کافر ہو کر جہنم کا ایندھن بن جاؤ گے لیکن لوگوں کی عجب حالت ہے۔ وہ اچھائی کے بجائے بُرائی سیکھتے د کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوۡلَاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ ؕ

(البقرۃ ۱۰۲)

اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروتؑ ماروتؑ پر نازل ہوا تھا، حالانکہ یہ دونوں فرشتے کسی شخص کو کوئی بات نہ بتاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیتے تھے کہ ہم تو آزمائش ہیں اور تم کفر نہ کرنا۔

ملائکہ کا لباسِ بشری میں بودوباش اختیار کرنا

ملائکہ بالاتفاق نوری مخلوق ہیں۔ لیکن جب دو ملائکہ (فرشتوں) کو لباسِ بشری میں زمین پر بودوباش اختیار کرنے کو بھیجا گیا تو وہ عام انسان سمجھے گئے۔ وہ کھاتے پیتے چلتے پھرتے اور باتیں کرتے تھے۔ یہ دلیل اس لئے دی گئی ہے کہ انبیاءؑ اور آئمہؑ ہادیانِ برحق کے بودوباش اختیار کرنے۔ کھانے پینے چلنے پھرنے اور لباسِ بشری میں بشری قیود کی پابندی کی وجہ سے ان کے نوری ہونے اور اعلیٰ مخلوق ہونے کا انکار کرنے کے لئے جواز نہ مل سکے۔

اگر یہ دو فرشتے زمین میں نازل ہو کر بودوباش اختیار نہ کرتے یا ان کا تذکرہ نہ کیا جاتا تو کیا امر مانع تھا۔ لیکن قرآن میں ہر شے ہدایت کی غرض سے نازل کی گئی ہے۔ اس سے یہ ہدایت کرنا مقصود ہے کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ نوری مخلوق کو ہدایت کے لئے لباسِ بشری پہنا کر اور بشری قیود کا پابند کر کے بھیج دے۔

اور ہادیانِ برحق کو بشر محض سمجھ کر لوگ گمراہی کا راستہ اختیار نہ کریں۔ اور ان کے بعد اپنے جیسوں کی پیروی میں گمراہ نہ ہوں۔ انبیاءؑ (ہادیانِ برحق) اور عام خاکی وخاطی انسانوں میں امتیاز باقی رکھیں اور امتیاز کریں۔ امتیاز کو گم نہ کریں اور نور یعنی ہادی کا قائم مقام اپنے جیسے خاکی خاطی انسان کو نہ بنالیں اور نہ سمجھ لیں۔

نوٹ: بعض لوگوں نے ان معصوم ملائکہ پر بھی تہمتیں لگائی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ کے کچھ عرصہ بعد حضرت دانیالؑ پیغمبر ہوئے۔ اس زمانے میں علم فلکیات کا رجحان بہت زیادہ تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت دانیال علیہ السلام پر علم نجوم کا نزول ہوا۔ اور آپ نے علم فلکیات پر بہت کچھ روشنی ڈالی۔ لیکن لوگ مفید علوم سے فیض حاصل کرنے کے بجائے ضرر رساں پہلو اختیار کر لیتے ہیں یہ ان کا اپنا فعل اور ان کی اپنی نیت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر شے خیر بن کر نازل ہوئی ہے اور شر مخلوق کا اپنا فعل ہے جو خیر کی ضد میں پیدا ہوا ہے یا شر شیطان کا فعل ہے جو شر کا بانی ہے۔

تمثیل | ہم ایک فقیر (محتاج) کو ایک رقم اس لئے دیتے ہیں کہ وہ اس سے اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے (حرام امور چوری ڈاکہ ڈالنے سے پرہیز کرکے) کھانے پینے کا انتظام کرے۔ اور اپنے کردار کی حفاظت کرے۔ اگر وہ اس رقم سے جو خیر اور بہتر شے تھی۔ جوا کھیلے۔ شراب یا زہریلی

اشیاء خرید کر پی لے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دے تو اس نے اس خیر (دولت) سے شر کا پہلو خود پیدا کر لیا۔ یہ شر اس کا اپنا فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر کا فاعل ہے نہ کہ شر کا۔ (جو مخلوق کا فعل ہے)

بحکم الٰہی دانیالؑ کی خبر بذریعہ نجوم

حضرت دانیالؑ پیغمبر نے ستاروں کی چال علم نجوم اور علم فلکیات کے ذریعہ اپنی اُمّت کو بتایا کہ آخر زمانے میں اللہ تعالیٰ اپنا ایک عظیم پیغمبر اور رسول مبعوث فرمائے گا جس کی اُمّت میں ایسے ہی حالات رونما ہوں گے جیسے اُمّت موسیٰؑ میں۔ اس نبیؐ کی مثال موسیٰؑ جیسی اور وزیر و برحق خلیفہ کی مثال ہارونؑ جیسی ہوگی۔ اس کی اُمّت میں بھی سامری اور اس کے پیرو جیسے صحابہ ہوں گے۔ جو اس کے خلیفۂ برحق پر غلبہ کر کے من مانیاں کریں گے اور ایک ایسا ماحول پیدا کر دیں گے کہ تھوڑے سے زمانے ہی میں نبیؐ کے خاندان کو تہہ تیغ کر دیا جائیگا اسی کی امت کہلانے والے لوگ اس کے خاندان کو اُجاڑ دیں گے (واقعاتِ کربلا کی طرف اشارہ ہے) اس کے ایک عرصہ بعد اسی نبی اور اسی شہید راہِ خدا کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ ایک نیک ترین فرد کو مبعوث کرے گا۔ جو اپنے اجداد کا انتقام لے گا اور ادیانِ باطل کو مٹا کر ساری روئے زمین پر ایک اللہ کی حکومت قائم کرے گا اور بت پرستی کا نام و نشان دنیا میں باقی نہ رہے گا اور یہ بھی بتایا کہ یہ ایسا اٹل واقعہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کو اطلاع دی ہے۔ اپنی راہ میں شہید ہونے والے کی محبت اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرنے اور برّیت کا اظہار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ اسی شہید کے تذکرہ اور یادگار سے

اپنے دین کو تیام بخشے گا اور اس کا دین مٹنے سے بچتا رہے گا۔

حضرت دانیال پیغمبر نے ستاروں کے سعد و نحس ہونے کا تذکرہ بھی فرمایا اور ان کے اثرات جو روئے زمیں پر پڑتے ہیں ان کے متعلق روشنی ڈال کر اچھے برے ایام اور ساعات کا تذکرہ فرمایا ہے اگرچہ علم نجوم کی ابتدا حضرت ادریس نے کی تھی لیکن اسے کمال تک دانیال علیہ السلام نے پہنچایا۔ آپ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کو بخت نصر نے کنوئیں میں قید کر دیا تھا۔ آپ ایک عرصہ دراز تک کنوئیں میں قید رہے۔ بالآخر واصل بالحق ہوئے۔

حضرت عزیر علیہ السلام یا باسم ارمیا

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے نبیؑ مرسل تھے۔ آپ ایک اجڑی ہوئی بستی کے پاس سے گدھے پر سوار ہو کر گزرے تو دیکھا کہ ساری بستی برباد ہے۔ لوگوں کی کثیر لاشوں کو مختلف جانور کھا رہے ہیں۔ آپ نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو دوبارہ کیسے زندہ کرے گا تو اللہ تعالےٰ نے انھیں سو سال کی موت دیدی اور پھر زندہ کیا اور اپنی قدرت کا کرشمہ یہ دکھایا کہ سو سال بعد بھی ان کا کھانا گلا سڑا نہیں تھا۔ اللہ تعالےٰ نے پہلے ان کی آنکھ میں جان ڈالی اور انہوں نے زندگی کا لوٹنا اور جسم کی تیاری کا مشاہدہ کیا پھر ان کے سامنے ان کا گدھا جو ان کے برابر ہی پاس ہی خاک ہوا پڑا تھا ان کے سامنے زندہ کیا۔ خاک متحرک ہوئی۔ پھر ہڈیاں بنیں۔ پھر گوشت کا ان پر لباس چڑھا۔ پھر کھال بال۔ اور اعضاء درست ہوئے اور اس کے بعد وہ گدھا زندہ ہو کر سامنے ہنہنانے لگا۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا

میں نے یہ مشاہدہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا پورا قادر ہے۔

تمثیل کی غرض آپ کے واقعات میں یہ سبق ملتا ہے کہ گدھا جو سو سال تک نبی کے پاس پڑا رہا۔ سو سال کے بعد بھی گدھا بن کر ہی اٹھا اس میں کوئی تغیر نہ آسکا اور اس کی فطرت نہیں بدلی اگر کوئی بدکار کسی نبی کے پاس دفن ہو جائے تو قیامت کے دن اسی حالت میں اُٹھے گا۔ جس کفر یا بدکاری کی حالت میں مرا تھا اس میں تغیر یا بہتری کی شکل نبیؑ کے پاس پڑا رہنے سے پیدا نہیں ہوگی نہ ہو سکتی ہے۔

دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پہ قدرت رکھتا ہے کہ سو سال کو ایک دن میں یا اس کے حصہ میں بلکہ ایک لمحہ میں سمو دے یا لمحہ کو دراز کر کے صدیاں بنا دے۔ اللہ تعالیٰ وقت پر پورا پورا قادر ہے وقت اور فاصلے کا محتاج نہیں۔ بلکہ اس نے تختِ بلقیس کے واقعہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کے بندے بھی وقت اور فاصلہ کے محتاج نہیں ہیں جن کے پاس اسمِ اعظم کا علم ہوتا ہے۔

حضرت عزیرؑ اور عزرہ دونوں حقیقی بھائی تھے جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ ہی مرے۔ لیکن ان دونوں کی عمر میں سو سال کا فرق تھا۔ ہوا یہ کہ جب حضرت عزیرؑ علیہ السلام کی عمر تیس سال کی تھی۔ اس وقت آپ کو سو سال کی موت دی گئی اور جب سو سال کے بعد وہ زندہ ہوئے تو اسی عمر میں تھے۔ جس عمر میں موت آئی تھی۔ پھر زندہ ہو کر بیس سال اور عزرہ کے ساتھ رہے لیکن جب حضرت عزیرؑ زندہ ہوئے تو تیس سال کے تھے جبکہ عزرہ ایک سو تیس سال کا تھا۔ پس وفات کے وقت عزیرؑ و عزرہ کی عمر میں وہی سو سال کا فرق رہا۔ یعنی عزیر بوقت وفات پچاس سال کے تھے

جبکہ عزرہ ایک سو پچاس سال کا تھا۔ حضرت عزیر ساری عمر یعنی تیس سال مرنے سے پہلے اور بیس سال دوبارہ زندہ ہو کر عزرہ کے ساتھ رہے۔ لیکن عزرہ سو سال تک عزیر سے الگ بھی زندہ رہا۔

جس وقت حضرت عزیر کو سو سال کی موت دی گئی آپ کی زوجہ حاملہ تھی۔ جس سے بیٹا پیدا ہوا۔ جب حضرت عزیر سو سال بعد زندہ ہوئے تو آپ کی عمر حسبِ سابق تیس سال تھی جبکہ بیٹا سو سال کا تھا۔ جو بیٹا اپنے حقیقی باپ سے بڑی عمر کا تھا۔ وہ حضرت عزیرؑ کا فرزند تھا۔ اس واقعہ کو اس لئے رونما کیا گیا ہے تاکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ (۱۴ معصوم) صاحبانِ نُورِ اوّل کو آدم علیہ السلام کی اولاد میں دیکھنے سے کوئی اُن کی اوّلیت (نُورِ اوّل) اور درازیٔ عمرِ روحانی ہونے سے انکار نہ کر سکے۔

حضرت عزیرؑ کے زمانے میں توریت سالم صرف حضرت عزیر کو حفظ یاد تھی اور کسی کو مکمل حفظ نہ تھی۔ یہ ان کی پہچان تھی۔ جب آپ نے زندہ ہو کر بنی اسرائیل سے عزیرؑ ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ نہ مانے۔ دلیل مانگی تو آپ نے سالم توریت سنائی تب انھیں یقین ہو گیا کہ وہی عزیرؑ ہیں۔ لیکن یہودیوں میں بعض لوگوں نے غلو کر کے عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ ان کی اس کذب بیانی اور غلط عقیدے کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ	اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا
وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ	ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ
ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ج	کا بیٹا ہے یہ ان کے مونہوں کی کہاوت
(التوبہ : ۳۰)	ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ۱۶

حضرت ذکریا اور یحییٰ علیہما السلام

بنی اسرائیل میں حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ علیہم السلام کے بعد اور بھی کثیر انبیاء گزرے ہیں۔ جن میں ذوالکفلؑ۔ حنظلہؑ۔ شعیاؑ۔ حیقوقؑ کا بھی معمولی تذکرہ ملتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ قابلِ ذکر حضرت ذکریا علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔

حضرت ذکریا علیہ السلام کے مشہور واقعات میں سے یہ ہے کہ آپ کی زوجہ بانجھ تھیں۔ کوئی اولاد نہ تھی۔ حتیٰ کہ آپ بوڑھے (انتہائی ضعیف العمر) ہو گئے۔ تو آپ کے اصحاب (آس پاس کے بیٹھنے والوں) میں یہ چرچا ہونے لگا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں۔ اس لئے ان کے بعد ہم ان کی خلافت کے مالک بن بیٹھیں گے۔ اس سلسلہ میں جماعت بندیاں اور سازشیں ہونے لگیں تو حضرت ذکریا علیہ السلام کو اس بات کا دکھ ہوا کہ خلاف سنتِ الٰہیہ غیر معصوم صحابہ ان کے جانشین بننے کے مدعی ہوں گے اور حق کے مقام

پر ناحق یا باطل۔ معصوم کے مقام پر غیر معصوم بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے لگیں گے۔ چنانچہ آپ نے بارگاہِ الہٰی میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر بہ تضرع و زاری دعا کے ہاتھ بلند فرمائے اور اس طرح دُعا کی جو قرآن میں مذکور ہے۔

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝
(مریم : ۵، ۶)

اور یقیناً مجھے اپنے بعد اپنے ہالی موالی (صحابہ) سے اندیشہ ہے (کہ وہ میرے وارث و جانشین نہ بن بیٹھیں) اور (اگرچہ) میری زوجہ بانجھ ہے پس مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا کر کہ وہ میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوبؑ کا بھی اور میرے پروردگار اسے پسندیدہ قرار دے۔

خلاقِ عالم نے ذکریا علیہ السلام کی دُعا سنی تو ان کے احساسات کے اکرام میں انھیں رحمت اللعالمین محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ان کے حقیقی جانشین مولیٰ علیؑ علیہ السلام کی حق تلفی اور صحابہ کا ناجائز طور پر وارث و خلیفہ بن بیٹھنا اور ظلم و ستم کرنا ذکریا کو خواب میں دکھایا جس کا ذکر اس طرح فرمایا:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝
(مریم ۲:)

یہ تمہارے پروردگار کا اپنے بندے ذکریا پر رحمت فرمانے کا ذکر ہے۔

رحمت للعالمین اور ان کے صبر و شکر کا تذکرہ بھی رحمت ہے اور ان کے صدقہ میں ذکریا کو اولاد کی عطا بھی یقیناً رحمتِ پروردگار ہے۔

حضرت ذکریا علیہ السلام نے جب خواب میں دیکھا کہ رحمت للعالمین نبیؐ کا کفن دفن تک صحابہ چھوڑ گئے اور حکومت کے بٹوارے میں مشغول ہو گئے۔

پھر حکومت حاصل کر کے انھوں نے یتیم رسولؐ فاطمۃؑ الزہرا کے گھر کو آگ لگائی اور دروازہ گرا کر شہید کیا تو یہ خواب دیکھ کر حضرت ذکریا بے حد پریشان و سراسیمہ ہوئے اور انہوں نے عرض کی بارِ الہا پھر اس واقعہ کا انجام اور انتہا کیا ہوگی تو خلاقِ عالم نے خواب میں واقعاتِ کربلا کا منظر دکھایا جسے دیکھ کر وہ تین شب و روز مسلسل روتے رہے اس کا تذکرہ اس طرح کیا۔

تفسیر کٓھٰیٰعٓصٓ ۝ (مریم: ۱)

یہ حروف مقطعات ہیں - قطع شدہ حروف - اس سے مراد یہ ہے۔

تفسیر الاکمال میں جناب امام زمانہ صاحب العصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ یہ غیب کی خبریں ہیں۔ حضرت ذکریاؑ نے خدا سے یہ دعا کی تھی کہ مجھے پنجتنؑ پاک کے اسماء مبارکہ کی تعلیم فرمادے۔ اللہ تعالےٰ نے جبرائیل امین کو نازل کیا۔ اور انہوں نے تعلیم فرمادیا اب یہ حالت تھی کہ جناب ذکریاؑ جب محمدؐ، علیؑ فاطمہؑ و حسنؑ کے اسماء مبارکہ اپنی زبان پر جاری کرتے تو ان کا رنج و غم دور ہوتا۔ اور دل کو فرحت ہوتی تھی اور جب امام حسین علیہ السلام کا نام زبان پر لاتے تو اندوہ و ملال طاری ہوتا اور بے ساختہ آنسو جاری ہوجاتے تھے ایک دن انہوں نے عرض کی۔ الہٰی یہ کیا بات ہے کہ چار بزرگواروں کے نام لینے سے مجھے تسلی ہوتی ہے اور حسینؑ پاک کا نام لینے سے گریہ ہوتا ہے اور آہ نکلتی ہے تب خدائے تعالےٰ نے امام حسین علیہ السلام کے قصہ سے یوں مطلع فرمایا۔ کٓھٰیٰعٓصٓ پس کاف سے مراد کربلا ہے ہا سے مراد ہلاکتِ عترتِ رسولؐ ہے اور یا سے مراد یزید لعین ہے جو حسینؑ علیہ السلام پر ظلم کرنے والا ہے اور عین سے مراد عطشِ امام۔ امام حسین علیہ السلام کی پیاس ہے۔

(جو پیاس کی عظیم شدت ہے) اور ص سے مراد امام عالی مقام کا عظیم صبر ہے۔
جب ذکریا علیہ السلام نے کربلا کا منظر دیکھا تو مسجد میں بیٹھ کر بے حد گریہ
کیا اور لوگوں کو اپنے پاس آنے سے اشارے سے روک دیا۔ اس لئے کہ گریہ سے
ہچکی بندھ چکی تھی اور بولنا مشکل ہو گیا تھا۔ ان کا نوحہ یہ تھا۔ الہٰی جو تیری
مخلوقات میں سب سے بہتر ہے کیا تو اس کو اس کے بچّے کے غم میں مبتلا کریگا
الہٰی کیا یہ مُصیبت اس کے گھر پر نازل ہوگی۔ الہٰی کیا تو علیؑ و فاطمہ علیہا السلام
کو ایسی مُصیبت کے لباس میں دیکھے گا۔ الہٰی کیا ایسی آفت ان بزرگواروں پہ
پڑے گی۔ پھر عرض کرتے تھے۔

دُعائے ذکریا

الہٰی ایک بچّہ مجھے بھی عطا فرمادے جس سے بڑھاپے
میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک ہو۔ اس کو میرا وارث
اور وصی قرار دے اور اس کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہو جو حسینؑ کو محمدؐ
مُصطفٰے سے ہے۔ اور جب مجھے عطا فرمادے تو مجھے اس کی محبت میں اور اس کے
غم میں اُسی طرح مُبتلا کر جس طرح محمد مُصطفٰےؐ کو اُن کے بچّے حسینؑ کے غم میں مبتلا
کرے گا۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ نے حسین علیہ السلام کا مثل (نمونہ) بنا کر ذکریاؑ
کو یحییٰؑ جیسا بیٹا عطا فرمایا۔ پھر ان کا رنج بھی اُن کو پہنچایا۔ یحییٰ علیہ السلام
کا حمل مُبارک بھی چھ مہینے رہا تھا۔ یہی حالت حملِ مُبارک جناب امام حُسین
علیہ السّلام کی ہوئی۔

توضیح

یحییٰ حی سے مضارع ہے مُراد آئندہ زندہ رہنے والا یا زندۂ
جاوید یعنی شہید۔ اس لئے کہ وہ زندۂ جاوید سیدالشہدا
امام حسین علیہ السّلام کی شبیہہ (نمونہ و مثل) تھے۔
چنانچہ خلاقِ عالم نے ذکریا علیہ السّلام سے اس طرح اس دُعا کی قبولیت

پر فرمایا۔

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ یَحْیٰی لا لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا

(مریم : ۷)

اے زکریا بہ تحقیق ہم تم کو ایک ایسے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا ہم نے کوئی نہیں پیدا کیا۔

چونکہ یحیٰ علیہ السلام کو سید الشہداء اور نرغہ اعداء میں محصور ہونے والے امام حسینؑ علیہ السلام کی شبیہہ (ہم صفات) بعض صفات میں قرار دیا گیا تھا اس لئے خلاقِ عالم نے یحیٰ علیہ السلام کو سیّداً و حصوراً قرار دیا اور بتایا چونکہ اس وقت نبوت جاری تھی اس لئے خلعتِ نبوّت سے بھی سرفراز فرمایا تاکہ یہ خیال قائم ہو کہ امام حسین علیہ السلام کی صفتِ جزوی کا حامل بھی نبوت کے لائق ہوتا ہے یا آلِ محمدؐ علیہم السلام کی صفاتِ جزوی تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ پر تقسیم ہوئی ہیں اور جمیع خصائل انبیاءؑ و صفاتِ کمال وجمال کے مرقعے وفانوس نورِ اول محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہیں۔

چنانچہ ارشاد ربّ العزّت ہوا۔

نماز میں ملائکہ سے کلام کرنا

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

(آلِ عمران : ۳۹)

پھر جس حالت میں وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ فرشتوں نے انھیں آواز دی (اور کہا) کہ اللہ تم کو یحییٰ (فرزند) کی خوشخبری دیتا ہے جو خدا کے کلمہ (ذبحِ عظیم حسینؑ) کی تصدیق کرنے

والا سردار اور شہوتوں (خواہشات)
سے باز رہنے والا اور نبی صالحین میں
سے ہوگا۔

مسئلہ ۱ قرآن شاہد ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے نبیؐ کو بھی معصوم (ملک) سے کلام کرنے کی اجازت ہے بلکہ معصوم (ملک یا ہادی) سے کلام کرنا مبطلِ نماز نہیں بلکہ قبولیتِ نماز کا باعث ہے۔ جیسا کہ مولائے کائنات علیؑ ابن ابیطالبؑ علیہ السلام نے حالتِ رکوع میں دورانِ نماز سائل کو انگوٹھی زکوٰۃ میں دی تو عہدۂ ولایت کا اعلان ہوا۔ گویا وہ تمام نمازوں سے افضل نماز قرار پائی جس میں عہدۂ ولایت (تصرف) علی العلمین (مثلِ خدا و رسولؐ) تفویض ہوا۔ وہ سائل بھی معصوم فرشتہ تھا جس نے بحکمِ خدا معصوم امام اوّل سے حالتِ نماز میں بھیک مانگی جس سے یہ دلیل اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ ملائکہؑ و انبیاؑ بھی نورِ اوّل کے حاملین محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے محتاج ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ حاملانِ نُورِ اوّل علیہم السلام وسط اور وسیلہ اور بابِ عطا ہیں اللہ اور جملہ مخلوقات کے درمیان۔ اور نفسِ مشیّت اور مشیّتِ الٰہی ہیں جس کے تمام ملائکہؑ و انبیاؑ محتاج ہیں یہی مفہوم ہے ان کے رحمت للعالمین ہونے کا (اس معاملہ میں شک کرنا ایمان کے منافی ہے)

کلمتُ اللہ

امام حسینؑ علیہ السلام ہیں جن کی صفات کے حامل ہونے کی وجہ سے تصدیقِ شہادتِ عملی حضرت یحیٰؑ علیہ السلام نے پیش کی۔ جبکہ نقشہ ذبحِ عظیم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب میں دیکھ کر اور اسمٰعیل علیہ السلام کو سجدے کے بل لٹا کر پہلے پیش کر چکے تھے۔

نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ

اس لیے حضرت یحیٰ (شبیہہ حسینؑ) کو کہا گیا ہے تاکہ یہ دلیل دی جائے کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کی جزوی معمولی صفت بھی موجود ہو وہ نبی اور صالح ترین ہوتا ہے۔ تو امام حسین علیہ السلام صالح اعظم و عظیم ہیں ان کا کوئی قدم یا اقدام غیر صالح یا غلط نہیں ہو سکتا۔ ہجرت از مدینہ ہو یا ہجرت از مکہ۔ یا درودِ کربلا۔ یا انکارِ بیعتِ فاسق اور ہر فعل آپ کا صالح ترین و درست ہے اور یہی بات دلیلِ عصمت ہے جو کہ صاحبِ آیہ تطہیر کی عظیم عصمت کی دلیل ہے۔

جب حضرت ذکریا علیہ السلام نے دعا کی قبولیت کا علم حاصل کر لیا تو عرض کی۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ (آل عمران : ۴۰)

(زکریاؑ نے) عرض کی اے میرے پروردگار میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ بڑھاپے نے مجھے آگھیرا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ جواب ملا کہ اللہ جو کچھ چاہتا ہے یوں ہی کر دیتا ہے۔

حضرت ذکریاؑ نے یہ سوال کسی شک کے باعث نہیں کیا یہ ویسا ہی سوال ہے جیسا ابراہیمؑ نے کیا تھا کہ بارِالٰہا تو کیسے مُردوں کو زندہ کرتا ہے؟ مقصود مشاہدۂ غیبی و مشاہدۂ قدرت ہے۔

ہادیانِ برحق کی ولادت اسباب کی محتاج نہیں امر او رمشیت سے ہوتی ہے

چونکہ ظاہری اسبابِ ولادت موجود نہ تھے حضرت ذکریا اس حد سے گزر چکے

تھے جو مُباشرت اور اولاد پیدا کرنے کی ہوتی ہے۔ مادۂ تولید موجود نہ تھا۔ آپ کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال کی تھی اور آپ کی زوجہ جو بانجھ بھی تھی جس میں اولاد پیدا کرنے یا ہونے کی صلاحیت ابتدا ہی سے نہ تھی اس کی عمر ۹۸ سال کی تھی۔ اگر عام اسبابؑ کی موجودگی میں ولادت ہوتی تو حیران کُن بات نہ ہوتی۔ حضرت ذکریاؑ جانتے تھے کہ اسبابِ تولید تو ہیں نہیں صرف اللہ کی قدرت ہی سے سب کچھ ہوگا تو کیوں نہ قدرت کا مشاہدہ کیا جائے۔

قرآن میں اللہ تعالےٰ قانونِ قدرت پیش فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے حجج اللہ عام انسانوں کی طرح اسبابِ ولادت کے محتاج نہیں ہوتے۔ ان کی ولادت یا تو امر سے ہوتی ہے کہ وہ امری مخلوق ہوتے ہیں یا مشیت سے ولادت ہوتی ہے۔ مشیت سے مُراد نورِ اوّل ہے۔ چونکہ یحییٰؑ مخصوص نشانی مشیت اللہ حسینؑ علیہ السلام کی بنائے گئے اس لئے ان کی ولادت کے لئے كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ فرمایا گیا کہ انھیں صاحبِ مشیت کی مثل کے طور پر مشیت سے پیدا کیا گیا ہے۔

جب ذکریا علیہ السلام نے اس ولادت کے لئے نشانی کا تذکرہ کیا یا طلب کی تو نشانی گریہ تھی۔ امام حسینؑ علیہ السلام پر قیامت تک گریہ ہوگا اور ان کی ولادت پر اللہ تعالےٰ نے مبارک باد کے بعد تعزیت و واقعہ شہادت پر اطلاع بھی بخشی تھی جس کی وجہ سے آلِ محمدؐ علیہم السلام میں گریہ ہوا تھا۔ اللہ کا رسول محمد مصطفےٰؐ اللہ کا ولی علیؑ مرتضےٰ اللہ کی کنیز خاص فاطمۃؑ الزہرا سیدۃُ النسآء اہل الجنۃ اور امام حسنؑ مجتبےٰ سید شباب اہل الجنۃ روئے تھے۔ پس حسین علیہ السلام کی نشانی یحییٰؑ کی ولادت ہوئی تو ذکریاؑ نبی امام حسینؑ

علیہ السلام کے واقعات کو یاد کرکے شبیہہ حسینؑ کو سامنے رکھ کر تین دن تک متواتر روتے رہے۔ جس کا قرآن میں تذکرہ موجود ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ (آل عمران : ۴۱)

(زکریاؑ نے) عرض کی اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی قرار دے۔ فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک (بوجہ کثرت گریہ) آدمیوں سے سوائے اشارے کے بات نہ کرسکوگے۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں منقول ہے کہ بچوں کو اللہ تعالےٰ نے کامل العقل مردوں کے ساتھ ملحق نہیں کیا مگر چار اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ عیسیٰؑ ابن مریمؑ۔ یحییٰؑ ابن زکریاؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام۔

وراثت انبیاءؑ

دعائے ذکریاؑ وراثتِ انبیاءؑ کے سلسلہ میں ایک کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس نے وراثتِ انبیاءؑ کی نفی کی ہو۔ بلکہ متعدد آیات وراثتِ انبیاءؑ کی دلیل میں نازل ہوئی ہیں اور متعدد آیات اس بات کی دلیل میں نازل ہوئی ہیں کہ ہر اولاد اپنے والدین واقربا کی وارث ہوتی ہے۔ جس میں استثنا کسی کا نہیں۔ اگر نبیؑ اولاد کسی کی ہے تو بحیثیت اولاد اپنے والدین واقربا کا یقیناً وارث ہے اور اگر نبیؑ اولاد رکھتا ہے تو وہ اولاد نبیؑ کی اپنے والد نبیؑ کی وارث بحیثیت اولاد بہ رشتہ اولاد ہے نہ کہ بہ رشتہ امت۔ جبکہ امت نبی کی وارث ہوتی ہی نہیں جب تک رشتہ وراثت نہ ہو۔

دُعائے زکریاؑ فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ — پس مجھے اپنے پاس سے ایک وارث

وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِىۡ وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ ۖ (مریم: ٦) عطا کر کہ وہ میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوبؑ کا بھی۔

اگر حضرت ذکریاؑ نے صرف اپنا ہی وارث مانگا ہوتا تو بھی مضائقہ نہ تھا اور مفہوم ہر قسم کی وراثت کو حاوی ہوتا۔ لیکن آلِ یعقوب کی وراثت کے تذکرے نے تو اور بھی یہ بات واضح کر دی کہ آلِ یعقوبؑ کی وراثت سے مراد نبوت اور وراثتِ اوصاف (علم و وصایت و ترکہ تابوتِ سکینہ) مراد ہے پس میرے وارث سے مراد وراثتِ اجسام (درہم و دینار وغیرہ) ہے۔

قرآن میں ان دو ۲ وراثتوں کے تذکرے کی غرض و حکمت

قرآن امتِ مسلمہ کی ہدایت اور قانونِ الٰہی کی کتاب بن کر نازل ہوا ہے اس میں کوئی بات فضول یا عبث نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ کو یہ ہدایت کرنا چاہتا ہے کہ نبیؐ کے ترکہ کی بحیثیت اولاد خاتونِ جنتؑ وارث ہیں ترکہ اجسام مثل فدک و خمس کے (علاوہ ثبوتِ ہبہ کے) اور وراثتِ اوصاف (علم اور وصایت و ترکہ سلاحِ رسولؐ ذوالفقار) کے وارث علیؑ و آئمہ طاہرینؑ من اولادِ علیؑ یعنی آئمہ اثناعشر (صاحبانِ روح القدس و فانوسِ نورِ اول) ہیں۔ نیز خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بطور بضعۃ الرسول (رسولؐ کی پونجی و دولت) نبی (محمدؐ) کی حدیث کی رو سے وارثِ اوصاف بھی ہیں جبکہ علیؑ و فاطمہؑ علیہما السلام بلحاظ جوڑا فرقانِ کردار و میزانِ اعمال اور (عالمین کی کل مخلوقات جوڑا جوڑا) کے ہادی ہیں۔

حضرت ذکریاؑ اور مریمؑ کی کفالت

حضرت عیسیٰؑ کے نانا عمران کو (جو اپنے زمانے کے حجت اللہ تھے) اللہ تعالیٰ

نے بذریعہ وحی مطلع کیا کہ اللہ تعالےٰ انھیں ایک ایسا بیٹا عطا فرمائے گا کہ
جو اندھوں کو بینا مبروص کو اچھا اور مُردوں کو زندہ کرے گا (مُراد عیسیٰؑ ہیں)
انہوں نے اس کا ذکر اپنی بیوی حنّہ سے کر دیا۔ حنّہ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے
اسی فرزند کے خیال سے یہ منّت مان لی کہ وہ اس پیدا ہونے والے کو بیت المقدس
کی خدمت کے لئے آزاد (یعنی دنیاوی اغراض سے مبرّا و آزاد) کر دیں گی لیکن
اس حمل سے بجائے لڑکے کے لڑکی مریمؑ پیدا ہوئیں۔ جن کے بیٹے عیسیٰؑ کی بشارت
بطور بیٹا تھی۔

نواسہ کا بیٹا کہلانا
مقصودِ قدرت اور قرآن میں تذکرہ کرنے کی غرض و حکمت

مقصودِ قدرت یہ ہے کہ بیٹی کی اولاد (نواسہ) بھی بیٹا ہوتا اور قانونِ
الٰہی میں بیٹا شمار ہوتا ہے۔ تاکہ اُمّتِ مسلمہ اللہ کے رسُول
کے نواسوں حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام کو رسُول کے بیٹے تسلیم کریں (جو بیٹی کے
بیٹے یعنی نواسے ہیں) (اگرچہ اس کی دلیل آیتِ مُباہلہ میں ابنارنا بھی ہے اور
حدیثِ رسُول ھذان ابنان اماماں قام او قعدہ بھی)

بہرحال حنّہ مومنہ وعصمتِ عارضہ کی مالکہ تھیں اس لئے انہوں نے باوجود
مشاہدہ خبر کے مطابق نہ پانے کے بھی اپنے شوہر کی نبوت یا خبر میں شک نہ کیا اور
حیران ہو کر بھی منّت کو اس طرح پورا کیا کہ مریمؑ کو سفید پارچہ میں لپیٹ کر
بیت المقدس میں جا رکھا۔ جنھیں دیکھ کر احبار (اس زمانے کے عابد زاہد لوگوں)
میں سے ہر شخص کی خواہش یہی تھی کہ وہ اس نُورانی (صاحب رُوح القدس جس کی
پیشانی سے نُورِ عیسیٰؑ کی جھلک ہویدا تھی) بچی کی کفالت کرے۔ چنانچہ جب یہ امر
متنازعہ ہوا تو بات قرعہ اندازی پر طے ہوئی۔ چنانچہ دریا میں سب نے اپنے

اپنے قلم ڈلے اور ذکریا نے بھی اپنا قلم ڈالا۔ کل ۲۷ آدمیوں نے قلم ڈالے سب کے قلم ڈالے ہوئے قلم ڈوب گئے اور ذکریا کا تیرتا رہا۔ پس وہی مریمؑ کے متکفل ہوئے۔

مریمؑ کو جنت کے پھل ملنے میں حکمت

حضرت ذکریا نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو ایک ایسے کوٹھے میں رکھا جسے مقفل رکھتے تھے اور حضرت مریمؑ کے پاس سوائے ان کے کوئی جا نہ سکتا تھا جب وہ مریمؑ کے پاس محرابِ عبادت میں گئے تو جنت کے میوے ان کے پاس دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ کہاں سے آتے۔ پس انہوں نے مریمؑ سے دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا۔

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
(آل عمران : ۳۷)

(مریمؑ نے) بتایا یہ (پھل) اللہ کے پاس سے آئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے

صاحبِ روح القدس کا نیج

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی امام (صاحبِ روح القدس) کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے اور وہ تحتِ عرش کا پانی لے جاکر اس کے والد کو (کسی پھل یا سبزی میں ڈال کر) پلاتا ہے جس سے امام (نبی یا امام مراد صاحبِ روح القدس) کی ولادت ہوتی ہے (اصول کافی)

مریمؑ	چونکہ عیسیٰؑ کے باپ نہ تھا اس لئے ان کی والدہ کو ملائکہ نے جنت

کے میووں میں پانی تحت العرش پلایا جس سے عیسیٰ پیدا ہوئے۔

صاحبانِ روح القدس کی نوع روحانی نور ہے

صاحبانِ روح القدس (معصوم) کی نوع عام انسانوں سے الگ ہوتی ہے ان کا بیج پانی تحتِ عرش پاکیزہ ہوتا ہے جبکہ بشر محض نطفہ نجس سے پیدا ہوتا ہے جو خوراکِ ارضی کا خلاصہ اور خاکی ہوتا ہے۔

صاحبِ روح القدس

اس کا باپ (اگر باپ نہ ہو تو ماں جیسے مریمؑ) صاحبِ روح القدس ہوتا ہے جس کے توسط سے اس صاحبِ روح القدس (ہادی نبی یا امام) میں روح القدسؑ منتقل ہوتی ہے جو باپ کے صلب میں امانت تھی بطور نورؑ۔ اور صاحبِ روح القدس (ہادی) کو جنت کے میوہ میں پانی تحت العرش پلایا جاتا ہے جس سے اس کی وہ اولاد (ہادی نبی یا امام معصوم) ہوتی ہے جس کی بنیاد پانی تحت العرش ہو۔ (اس کے لئے اولاد میں بڑا یا چھوٹا ہونا ضروری نہیں) حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو جنت کے میوں سے رزق منجانب اللہ پہنچنے کا تذکرہ اسی غرض سے کیا گیا ہے جو عبث نہیں۔

بتول کی تعریف

بتول اسے کہتے ہیں جو نجاست (حیض۔ نفاس۔ استحاضہ) سے پاک ہوتی ہے۔

قرآن میں مریمؑ کی کفالت کے تذکرے کی غرض

مریمؑ کی کفالت بنی اسرائیل کے ایک نبی ذکریا علیہ السلام سے کرا کر اللہ تعالےٰ نے بتول قرار دیا اور انھیں ان کے زمانے کی ساری عورتوں پر

فضیلت دی ہے اور انھیں جنت کے میووں سے رزق دیا اور ان کی طہارت کا اور مصطفےٰ ہونے کا تذکرہ کیا۔ ان سے ملائکہ ہمکلام ہوتے رہے۔

تاکہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی تربیت و کفالت سید الانبیاءؑ والمرسلین سے کراکر انھیں سیدۃ النساء العٰلمین اوّلین و آخرین میں قرار دینا سمجھ میں آسکے اور جنت کے میووں سے رزق دیئے جانے پر اور صاحبہ آیت تطہیر ہونے کی عظمت پر اور ملائکہ سے ہمکلام ہوتے رہنے پر کسی کو شک کی گنجائش نہ رہے۔ جتنا ذکریا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرق ہے اتنا ہی مریمؑ اور فاطمہ بنت محمدؐ علیہا السلام سیدۃ النساء اھل الجنۃ میں ہے جن کی جنت میں مریمؑ کنیز خاص ہوں گی۔

فضیلت مآب عورتیں بتدریج

فاطمہ[1] بنت محمدؐ علیہا السلام۔ خدیجۃ[2] الکبریٰ۔ مریم[3]۔ آسیہ[4]۔ ام[5] کلثوم (خواہر موسیٰ)

جنت میں ازواج رسولؐ چار ہونگیں

خدیجۃ[1] الکبریٰ۔ مریم[2]۔ آسیہ[3]۔ ام کلثوم[4] (خواہر موسیٰ) (دیکھئے مشکوٰۃ)

حضرت ذکریا علیہ السلام کی شہادت کا سبب

جب حضرت مریمؑ سلام اللہ علیہا اللہ تعالےٰ کے امر و فضل سے پیدا ہونے والے عیسیٰ علیہ السلام کی تفویض پر حاملہ ہوئیں (جس کا مفصل ذکر ولادت عیسیٰؑ کے احوال میں ہوگا)، تو ابلیس ملعون نے بنی اسرائیل (یہودیوں) کو ورغلایا اور حضرت ذکریا علیہ السلام پر اس حمل کی تہمت لگائی تو یہودی لوگ رجو نبی کو معصوم و صاحب روح القدس کے بجائے اپنا جیسا عام بشر و خاطی یا نوع بشر

سے سمجھتے تھے) حضرت ذکریا علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت ذکریا علیہ السلام ایک درخت کے پاس پہنچے اسے پھٹنے کا حکم دیا وہ پھٹا تو اس میں چھپ گئے۔ درخت بحکم خدا ذکریؑا کو اپنے اندر سمو کر بند مثلِ سابق ہو گیا۔ لیکن ابلیس ملعون کی نشاندہی پر یہودیوں نے درخت کو آرے سے چیر دیا اور حضرت ذکریا علیہ السلام شہید ہو گئے۔ جنہیں ملائکہ نے غسل وکفن دے کر دفن کر دیا۔

حضرت یحیٰ علیہ السّلام

حضرت یحیٰ علیہ السلام شبیہہ حسینؑ علیہ السلام تھے۔ لوگ ان کے اوصاف حمیدہ کو دیکھ کر حسد کرتے اور بغض رکھتے تھے۔ آپ کے زمانے کا بادشاہ زانی وشرابی (یزید کی طرح بدکار) تھا۔ آپ نے اسے بدکاری سے روکنے کی نصیحت کی اور خدا سے ڈرایا مگر وہ بدبخت باز نہ آیا اور اس نے بنی اسرائیل کو یحیٰؑ کے قتل کا حکم دیا۔ بنی اسرائیل نے حسد اور بادشاہ سے انعام واکرام لینے کے لالچ میں یحیٰ علیہ السلام کو قتل کر کے سونے کی طشت میں یحیٰؑ کا سر بادشاہ کو پیش کیا جس پر بادشاہ نے عید منائی۔

جہاں حضرت یحیٰؑ قتل کئے گئے تھے خون ابلتا رہا حتیٰ کہ بخت نصر ظالم بادشاہ اُن پر مسلط ہوا۔ اس نے بنی اسرائیل کی بستیوں کو اجاڑا اور ستر ہزار بنی اسرائیل قتل ہو گئے تب وہ خون اُبلنا بند ہوا۔ آپ کی قبر مسجد بنی امیہ دمشق کے بیچ میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱۷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اولوالعزم انبیاءؑ و مرسلینؑ میں بلحاظ زمانہ سیدالانبیاءؐ والمرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قبل و قریب ترین نبی مرسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام گزرے ہیں۔ اس لئے ان کے واقعات و معجزات کے ذریعہ معرفت محمدؐ آلِ محمدؐ (چہاردہ معصومین صاحبانِ نورِ اول و ظرف ہائے مشیت الٰہی) علیہم السلام کے اسباب اللہ تعالیٰ نے زیادہ فراہم کئے ہیں جو عزیز حکیم یعنی زبردست حکمت کا خالق ہے۔

قرآن میں والدۂ عیسیٰؑ کی طہارت اور اصطفا کے بیان کی غرض

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○

(آلِ عمران ۴۲)

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم یقیناً اللہ نے تم کو چن لیا ہے اور تمہیں پاکیزہ قرار دیا ہے اور تم کو زمانے بھر کی عورتوں سے برگزیدہ (مصطفےٰ) قرار دیا ہے۔

ہادی کی روح القدس جس ظرف (والدین) میں رہے وہ منتخب و مصطفیٰ اور پاکیزہ ہوتا ہے اور اس سے ملائکہ کلام کرتے ہیں کیا کوئی مسلمان ایسا ہے کہ حضرت مریمؑ سلام اللہ علیہا کے لئے جہنم کا تصور کر سکے۔؟ اگر نہیں تو اللہ کے حبیب محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ مقدس (نورِ اوّل وعظیم ترین روح القدس) کے ظرف ہائے اطہر (عبداللہ بن عبدالمطلبؑ و آمنہؑ بنت وہب علیہما السلام) کے لئے جہنم کا تصور اور بیان صحیح بخاری میں کیوں ہے؟ کیا یہ بنی امیہ کی سازش نہیں جنہوں نے جھوٹی حدیث سازی کا محکمہ بنایا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے مریمؑ کی طہارت و اصطفےٰ کے ذریعہ نورِ اوّل کے حامل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ کے والدین اور مربیٔ رسولؐ والدینِ علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہم السلام کی عظمت اُسی طرح ثابت کی ہے۔ جس طرح عیسیٰؑ علیہ السلام پر رسول اکرمؐ و علیؑ ابن ابی طالبؑ کو فضیلت حاصل ہے۔

ظرف بمطابق مظروف

ظرف بلحاظ مظروف ہوتا ہے مٹی کے برتن میں پانی تو رکھا جاتا ہے عطر نہیں رکھا جاتا۔ عطر کے لئے ظرف (برتن یا شیشی) اس کی قدر و منزلت کے لحاظ سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ قرآن ہدایت و معرفت و قانونِ الٰہی کی کتاب ہے اس میں والدۂ عیسیٰؑ کے اصطفےٰ و طہارت کو عبث یا فضول بیان نہیں کیا گیا۔ امتِ مسلمہ کو عقل سے کام لینے کی دعوت اور اللہ کی عظیم ترین مخلوق (صاحبانِ نورِ اوّل) محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کی عظمت میں تفکر کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ جن کے تمام آبائے طاہرین معصوم انبیا لنفسہٖ و انبیائے مرسلین تا ختم نبوت ہیں اور امہات بھی سب پاکیزہ ہیں جن کے اصلاب و ارحام پاکیزہ ہیں۔

قرآن میں حیثیت عیسیٰؑ اور بلا باپ پیدا ہونے کے بیان میں حکمتیں

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝

(آلِ عمران : ۴۵ تا ۴۹)

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ فرشتوں نے کہا اے مریمؑ اللہ یقیناً تمہیں بشارت دیتا ہے اپنے ایک کلمہ (نمائندہ) کی جس کا نام مسیح عیسیٰؑ ابن مریمؑ ہے وہ دنیا و آخرت میں معظم و مقرب ہو گا اور وہ لوگوں سے پنگھوڑے (گود) و بڑھاپے میں (یکساں) باتیں کرے گا اور صالحین سے ہو گا (مریمؑ) بولیں اے پروردگار میرے بیٹا کہاں سے ہو گا جبکہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا۔ فرمایا اللہ ایسے ہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جب امر کا فیصلہ کر دے تو بس کہتا ہے ہو اور وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ (اللہ) اسے کتاب و حکمت و توریت و انجیل کا علم دے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔

۱۔ کلمۃ اللہ

اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے تاکہ اُمتِ مسلمہ یہ سمجھ سکے کہ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا (التوبۃ : ۴۰) سے مراد اللہ کے نمائندہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ (التوبۃ : ۴۰) سے مراد کافروں کا

نمائندہ وجاسوس مراد ہے۔ جیسا کہ اللہ نے اطلاع دی ہے کہ انھیں اصحاب میں کافروں کے جاسوس بھی ہیں (دیکھئے وَفِيكُمْ سَمّٰعُونَ لَهُمْ ۝ (التوبۃ: ۴۷)

۲- ہادی تخلیقی طور پر وجیہہ معظم ومقرب پیدا ہوتا ہے (عام بشر یا بشر محض یا نوعِ بشر سے نہیں ہوتا۔ بشر محض جاہل پیدا ہوتا ہے (اس کی یہ عظمت (تقرب) تخلیقی ہوتی ہے یعنی روح القدس کی) نہ کہ کسبی یا اتباع سے یا عمل سے۔

۳- یکلم الناس ہادی (صاحب روح القدس) کیلئے بچپنا۔ بڑھاپا۔ (ہر عمر کا حصہ) یکساں صالح وصحت مند ومعصوم ہوتا ہے اس کے لئے ہذیان یا ہجر کا بیان شیطنیت ہے۔

۴- ولادت ہادی اسبابِ ولادت (قانونِ تخلیق وتدریج) کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کی تخلیق امر۔ قضا اور مشیتِ الٰہی سے ہوتی ہے (مشروب عرشی سے ہوتی ہے بروئے حدیث اصول کافی) گویا اس کی نوع عام انسانوں سے بلند وارفع ہوتی ہے یعنی وہ پیدائشی ما فوق البشر ہوتا ہے (پس محمدؐ وآلِ محمدؐ معصوم جو عیسیٰؑ سے افضل ہیں بطور ہادی للعٰلمین و رحمۃ للعٰلمین ونورِ اوّل وہ عام بشر نہیں بلکہ تخلیقی طور پر جملہ مخلوقات سے افضل وارفع ہیں۔)

۵- یعلمہ الکتٰب والحکمۃ یہ علم عیسیٰ علیہ السلام (آدمؑ کی طرح) لے کر پیدا ہوئے ہیں۔ اور پیدا ہوتے ہی فرماتے ہیں۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ قف آتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ (مریم: ۳۰)

(عیسیٰؑ نے) کہا۔ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔

قانونِ الٰہی کی کتاب قرآن نے سنت اللہ یا اللہ کا قانون بیان کیا ہے انبیاءؑ پیدائشی صاحبِ علم و حکمت اور اپنی نبوت کا علم رکھنے والے ہوتے ہیں کیا عیسیٰؑ سے افضل سیدالانبیاءؐ کو وحی آنے سے پہلے تک اپنی نبوت کی خبر نہیں تھی - کیا یہ بنی امیہ کی بکواس اور گھڑی ہوئی بات نہیں - اللہ تعالےٰ نے عیسیٰؑ کو پیدائشی عالم علم نبوت و علمِ کتاب و حکمت کیا فضول بیان کیا ہے ؟ اسی طرح بعض ابوجہل قسم کے لوگ گمان کرتے ہیں کہ صاحبِ نورِ اوّل مدینۃ العلم (معاذ اللہ) کسی وقت کتاب و ایمان سے لاعلم تھے - جن کے نور سے کشف ہو کر علم پیدا ہوا وہ ہرگز کبھی لاعلم نہیں تھے - (افلا تعقلون)

رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ (بنی اسرائیل کے ایک رسول سے (جو پیدائشی علم کتاب و حکمت و علمِ نبوت خود رکھتا ہے) اس رسولؑ سیدالانبیاءؑ والمرسلین کا علمِ کتاب و حکمت و علمِ نبوت و علمِ کتاب و ایمان کتنا ارفع اور پیدائشی ہونا چاہیئے - جو نذیر للعٰلمین و کافۃ الناس کے لئے مبعوث ہو -

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ (الفرقان : ۱)

بابرکت ہے وہ (اللہ) جس نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر فرقان کو نازل کیا ہے تاکہ وہ عالمین (جملہ مخلوقات) کے لئے ڈرانے والا (ہادی ثابت) ہو -

ہادی کی مافوق البشر حیثیت

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے مذکورہ واقعہ در قرآن نے ثابت کیا اور ہدایت کا یہ سامان بتایا ہے کہ ہادی کی خوشخبری ولادت سے پہلے دی جاتی ہے

ہادی کا نام اللہ رکھتا ہے۔ ہادی تخلیقی وجیہہ ومقربؑ اور من صالحینؑ ہوتا ہے۔ بچپن و بڑھاپے میں یکساں کلام بلاغت نظام کرتا ہے (ہذیان یا ہجر نہیں بکتا)، ہادی کی تخلیق امر و قضاءِ الہٰی و مشیت سے ہوتی ہے۔ ہادی صاحبِ علم و حکمت پیدا ہوتا ہے۔ (لاعلم و کتاب و ایمان سے ناواقف کسی وقت بھی نہیں ہوتا) اور پیدائشاً اپنی نبوت اور عبدیت و ایمان باللہ کا علم رکھتا ہے۔ یہ قرآن میں فضول و عبث قصہ گوئی نہیں ہے ہدایتِ امتِ مسلمہ کے لئے اور نبوت و ہادی کی حقیقت کی معرفت کے لئے عیسیٰؑ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں (افلا تعقلون)

نور اور الگ نوع لباسِ بشر میں

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ (مریم: ۱۷)

پھر ہم نے اس (مریمؑ) کی طرف اپنی روح (جبرائیل۔ اللہ کی نمائندہ روح من امرہ) کو بھیجا اور وہ اس (مریمؑ) کے لئے صحیح سالم بشر بن گیا۔

قرآن میں فرشتہ کی بشریت

قرآن قانونِ الہٰی اور ہدایت کی کتاب ہے۔ اس واقعہ میں ایک قانونِ الہٰی یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ بشر کی ہدایت کے لئے نور کو بھی لباسِ بشر میں بھیجتا ہے۔ دوسرے یہ ہدایت کہ الگ نوع اور نور کے حاملین کو لباسِ بشر میں فرشتے کی طرح اللہ ہادیانِ برحق بنا کر مبعوث فرماتا ہے۔

امینِ فعلِ الٰہی فعل کو اپنی ذات سے منسوب کرسکتا ہے

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (مریم : ۱۹)

(جبرائیلؑ نے) کہا میں تو تیرے رب کا فرستادہ (رسول) ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاک و پاکیزہ بیٹا دیدوں۔

وہاب معطی تو اللہ تعالےٰ ہے لیکن اللہ کا فعل بطورِ امینِ فعل جبرائیلؑ سرانجام دے رہے ہیں اور وہ عطائے فرزند کو اپنا فعل بیان کررہے ہیں۔ یہ شرک نہیں بشرطیکہ امینِ فعلِ الٰہی سے منسوب ہو۔ غیر امین و غیر معصوم سے منسوب نہ ہو۔

نُورِ اوّل امینِ فعلِ الٰہی کا بیان

اللہ کے ولیِ مطلق۔ فانوسِ نُورِ اوّل۔ افعالِ الٰہی کے امین جن کے نُور سے تمام ملائکہ پیدا ہوئے (حیاۃ القلوب) مولائے کائنات علی علیہ السلام اگر خطبۃ البیان میں اللہ کے افعال (بطور منشاء و حکم) کو اپنے افعال (بطور فاعل بہ حکمِ الٰہی و بہ منشاءِ الٰہی) بیان کردیں تو اُن خبیثوں کے دل میں عدمِ معرفت کی آگ جہنم کی طرح روشن ہوجاتی ہے جو بظاہر محبِ علیؑ اور بباطن بُغضِ علیؑ کے شکار ہیں۔ اللہ تو جسم و جسمانیات اور زبان و دہن کا خالق ہے اور خود جسم و زبان سے پاک و منزہ و بالا ہے پھر انبیاء کو مبعوث کرنا۔ پھل لگانا۔ بادلوں کا پیدا کرنا وغیرہ تمام افعالِ الٰہی (بہ منشاءِ الٰہی) اس کے فعل کے امین اور ولی علیؑ بطور فاعل بصدورِ فعل اگر اپنے آپ سے منسوب کردیں تو اس میں مضائقہ کیا ہے؟ آخر وہ مخلوقِ اوّل و نُورِ اوّل و ولی اللہ ہیں۔ بلکہ منشاءِ الٰہی کا ظرف اور حقیقتاً خود ہی مشیت اللہ ہیں۔

اس لئے کہ مشیتِ الٰہی ذاتِ الٰہی کے علاوہ اور مخلوقِ اول ہے جسے نورِ اول کہتے ہیں۔ سب سے پہلے مشیت (منشا و رضا) پیدا ہوتی ہے پھر اس سے بعد کی اشیاء و مخلوقات۔

قولِ جبرائیلؑ کو قرآن میں بیان کرنے کی غرض اور اسمیں حکمت

قرآن میں جبرائیل علیہ السلام کے قول کو عبث بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس بات کی ہدایت کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ افعالِ حادث فی الحقیقت اَمْنًا را افعالِ الٰہی کے افعال ہیں جن کو اللہ کی مشیّت (منشاء) پر ہونے کے سبب اللہ کو تسلیم کرنے کے لئے بیان للہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کی ذات اس بات سے بہت اعظم و ارفع ہے کہ مخلوق الفاظ میں محدود ہو کر بیان ہو سکے یا مخلوق کی طرح کام کرے۔

عیسیٰؑ کے معجزات اور دو حرفِ اسمِ اعظم کی برکتیں

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَۚ ۝

(الِ عمران : ۴۹)

(عیسیٰؑ نے کہا) یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کا مجسمہ تخلیق کروں گا پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جائے گا اور میں مادر زاد اندھوں اور کوڑھی کو تندرست اور مُردہ کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دوں گا۔ اور تمہیں خبر دیتا ہوں اس کی جو تم کھاتے ہو اور جس چیز کا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے نشانیاں ہیں۔ اگر تم مومن رہنا چاہتے ہو۔

مُعجزات کی تفصیل

تخلیق[1] (معہ نفخِ روح) پرندہ۔ اندھے[2] کو بینا کرنا۔ مبروص[3] کا صحت مند کرنا۔ مُردہ[4] کا زندہ کرنا غیب[5] کی خبریں دینا۔

دو[2] حروف اسم اعظم کی دلیل وسند

قَالَ سمعت اباعبد اللّٰہ علیہ السلام یقول اِنَّ عیسٰیؑ ابن مریم اُعطِیَ حرفین کا یعمل بھما الخ اعطی محمدؐ اثنین وسبعین حرفاو حجب عنہ حرف واحد۔

(اصول کافی کتاب الحجت)

راوی کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا۔ فرمایا عیسٰیؑ ابن مریمؑ کے پاس دو حرف (اسم اعظم) تھے جن سے وہ اعجاز دکھاتے تھے الخ اور محمدؐ کو بہتر حروف (اسم اعظم) دیئے گئے اور ایک حرف حجاب میں رکھا گیا۔ (ایک حرف سے مُراد اللہ کی ذات ہے)

توحید

اگر ایک حرف سے مراد اللہ کی ذات نہ ہو (ذات کا غیر ہو) تو وہ حرف اللہ کا شریک بن جائے گا۔ (اللہ لاشریک ہے)

شرائطِ ایمان

بروئے قرآن ہادیانِ برحق کے کمالات (جو حروفِ اسمائے اعظم کے علم کا فیض ہیں) کو تسلیم کرنا ایمان کی نشانی و شرائط میں سے ہے یہ بُنیادی عقیدہ و اصول ہے۔ اطاعت واتباع (اعمال) کی منزل بعد میں ہے اور جو مومن نہیں وہ منافق ہے جو (چاہے نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو زکوٰۃ دیتا ہو حج کرتا اور بظاہر جہاد کرتا ہو) یعنی اطاعت واتباع بظاہر کرنے والا ہو۔

عیسیٰؑ اور علیؑ کا موازنہ

دو حرف (اسم اعظم) کا علم رکھنے والے جاندار پرندہ تخلیق کر سکتے ہیں۔ (قرآن شاہد ہے)

کیا ۷۲ حروف (اسم اعظم) کا علم رکھنے والے علیؑ (باب العلم) نورِ اوّل کے فانوس ایک آخری آدمؑ کا مجسمہ (مٹی خمیر کر کے) نہیں بنا سکتے۔ (کیا قولِ علیؑ میں شک رکھنے والا مومن و شیعہ کہلانے کا حقدار ہے؟)

نوٹ نمبر ۱: ملائکہ جنہوں نے تسبیح و تقدیس و معرفتِ الٰہی (محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام یا باب علم) علیؑ سے سیکھی ہے اور جو علیؑ کے غلام ہیں وہ اگر آدمؑ کا مجسمہ بنائیں تو کسی کو بھی اعتراض نہیں۔ البتہ علیؑ علیہ السلام کے کمالات و فضائل سے مبغضینِ علیؑ کے دل میں آگ لگ جاتی ہے کاش ایسے لوگ شیعہ علماء کہلا کر شیعوں کو دھوکہ نہ دیتے اور بد عقیدہ و گمراہ نہ کرتے۔

نوٹ نمبر ۲: کیا زمینوں کا بچھانا، آسمانوں کا بلند کرنا۔ بادلوں کا پیدا کرنا۔ نہروں کا بہانا۔ درختوں کو پتے لگانا (جاندار پرندہ کی) تخلیق سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ کام تو علیؑ علیہ السلام کے غلام فرشتے اُن کے حکم پر کر سکتے ہیں یا کرتے ہیں علیؑ علیہ السلام حامل نورِ اوّل ان کمالات سے بھی بہت زیادہ ارفع و اعظم ہیں (جن کے کمالات کے لئے سمندروں کی سیاہی تحریر کرنے کو کافی نہیں)

نوٹ نمبر ۳: ملائکہ (صاحبانِ روح من امرہ آدمؑ کو سجدہ کرنے والے) (عیسیٰؑ صاحب روح القدس) جو کام بطور امینِ فعلِ الٰہی کر سکتے ہیں۔ کیا صاحبانِ مشیّتِ الٰہی حاملانِ نورِ اوّل (۱۴ معصوم یا علیؑ) وہ کام بطور امین افعالِ الٰہی نہیں

کرسکتے ۔ (افلا تعقلون)

قرآن شاہد ہے کہ عیسیٰؑ اپنے آپ کو احی الموتی کہتے ہیں

اگر فرشتہ وفات دے اور عیسیٰؑ مُردہ کو زندہ کریں اور حیات بخشیں (بحکم الہیٰ) تو کسی کو شک نہیں اگر علی علیہ السلام ان سے کروڑوں درجہ افضل (جن کے نورِ اوّل کے سورج کی کرنیں ملائکہ وبیسنہ انبیاء ہیں) احی وامیت اپنے آپ کو کہہ دیں تو مقصرین کے سینوں میں جہنم کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے کیا یہ مومنیت وشیعت ہے ؟

کیا قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات (معجزات) کا تذکرہ عبث کیا گیا ہے؟ یا محمدؐ و آل محمدؐ ہادیانِ دینِ اکمل کی معرفت کرانے کے لیے کیا گیا ہے۔ (افلا تعقلون) علیؑ کی مثال عیسیٰؑ جیسی ہے حدیث (حیاۃ القلوب)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نزولِ مائدہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کے اصرار پر پنجتنؑ پاک کا (بروئے علم الاسماء) واسطہ دے کر آسمان سے نزول مائدہ (خوان) کی دعا کی۔ آسمان سے سرخ خوان نازل ہوا جس میں پانچ روٹیاں تھیں۔ اس سے تین سو بیماروں نے کھایا تو سب صحت یاب وغنی ہوگئے۔ جنہوں نے نہیں کھایا وہ پچھتائے۔ جنہوں نے مائدہ میں شک کیا۔ اور جھٹلایا وہ سور کی شکل میں مسخ ہوگئے اور تین دن میں ہلاک ہوگئے۔ تفسیر امام حسنؑ عسکری میں رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ جنہوں نے خوان کی خواہش کی اور پھر ناقدری کی ان کو چار سو قسم کے حیوانوں کی صورت میں مسخ کر دیا گیا۔ سور۔ بندر۔ ریچھ و بلی وغیرہ کی صورتوں میں۔ (نوٹ: پانچ عدد

روٹیاں پنجتن کی یادگار بنا کر نازل کی گئی تھیں)

مرسلینِ عیسیٰؑ کی تبلیغ اور تقیہ کی برکت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رسولوں کو ایک شہر میں تبلیغ کے لئے بھیجا انہوں نے تبلیغ دین میں سختی کی لوگوں نے پکڑ کر بادشاہ کے پاس پیش کر دیا۔ اور سو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے تیسرے رسول شمعونؑ کو بھیجا۔ انہوں نے تقیہ سے کام لیا اور بادشاہ تک رسائی حاصل کر کے کہا کہ جن رسولوں کو قید کیا گیا ہے۔ انھیں بلا کر حجت (نشانی) طلب کیجیے۔ بادشاہ نے انھیں بلایا۔ اور حجت طلب کی۔ انہوں نے بحکم خدا ایک اندھے کو بینا کر دیا۔ پھر شمعونؑ نے ان رسولوں سے کہا۔ اگر تمہارا خدا مُردہ کو زندہ کر دے تو میں ایمان لاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے مُردہ کو زندہ کیا تو شمعونؑ کی اس حکمت سے بادشاہ اور بعض لوگ بُت پرستی چھوڑ کر ایمان لے آئے یہ تقیہ کی برکت ہے جو شمعونؑ نے کیا۔ (دوسرے دو رسولوں کے اسماء صادق و صدق تھے)

قرآن میں اس واقعہ کو بیان کرنے کی غرض اور حکمت

تبلیغ دین میں سختی نہ کرنے اور تقیہ کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے تاکہ آئمہ آلِ محمدؑ علیہم السلام کی تبلیغِ دین میں سختی سے کام نہ لینے۔ صبر و شکر اور قید و بند کی تکالیف جھیلنے اور تقیہ میں بعض احادیث بیان کر کے تبلیغِ دین کا سلسلہ جاری رکھنے کی اہمیت کو ثابت کیا جائے۔ اور ان کی عظیم حکمتِ عملی پر زبان درازی کرنے سے باز رکھا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی بارہ

خلیفۂ مرسلین تھے حضرت موسیٰؑ کی طرح ۔(آئمہ اثنا عشر کی نشانی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول اور

بیانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام پر اللہ تعالےٰ نے ایک جامع کتاب انجیل ۱۲ ماہِ رمضانُ المبارک کو نازل فرمائی جس میں محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے اذکار تھے ۔ اور آئمہ طاہرینؑ و قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام کی معرفت کا بیان تھا ۔ قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ
(الفتح ۲۹)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ (شاملِ درود منزل من اللہ آئمہ) ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں تم ان کو رکوع و سجود میں دیکھو گے ۔ وہ خدا کے فضل و خوشنودی کے خواستگار ہیں ان کی علامتیں ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہیں ۔ یہ صفات ان کی توریت میں بھی بیان شدہ ہیں اور انجیل میں بھی بیان ہوئی ہیں ۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ — آلِ محمدؐ میں سیدۃ النساء العالمین فاطمہؑ ہیں جن کی مثال مریمؑ بنائی گئی ۔ اور بارہ آئمہ مرسلین من آلِ محمدؐ ہیں جو رسولؐ کے دین کی تبلیغ تا قیامت کرنے والے ہیں جن کی مثال عیسیٰؑ کے بارہ مرسلین

خلیفہ ہیں۔ (جیسے موسیٰؑ کی خواہر دبارہ مرسلین نقبا)

رحم کی مثال تلواروں کے سائے میں شب ہجرت علیؑ کا سونا ہے بغرض حفاظت رسولؐ۔ اور آئمہؑ وامام حسینؑ علیہ السلام کی عظیم قربانیاں ہیں برائے حفاظت دین رسولؐ اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ علیؑ تھے جو قاتل المشرکین مشہور ہوئے۔

اصحاب بالخصوص شیخین نے فدکؑ چھینا۔ خاتونِ جنتؑ وعلیؑ کے گھر کو آگ لگائی۔ خاتونِ جنت دخترِ رسولؐ کو شہید کیا اور کبھی آلِ محمدؐ پر رحم نہ کیا۔ بلکہ رسولؐ کا کفن دفن تک ترک کردیا۔ اور کبھی کسی کافرؑ مشرک کو کسی جنگ میں زمانہ رسولؐ میں قتل نہ کیا۔

شریعتِ عیسوی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعتِ موسوی کے بعض احکام میں نرمی دترمیم وتنسیخ کے ساتھ شریعتِ عیسوی نازل ہوئی۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ۔ (آلِ عمران : ۵۰)	(عیسیٰؑ نے کہا میں) پہلے کے احکام جو توریت میں ہیں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور بعض چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں تمہارے لئے حلال کرتا ہوں۔

شریعت اللہ کے احکام کے مطابق حلال وحرام کرنے کو شریعت کہتے ہیں۔ اگرچہ بعض چیزیں حلال یا حرام کی جائیں۔

قرآن میں شریعتِ عیسیٰؑ کے بیان کرنے کی غرض اور اس میں حکمت

اللہ تعالٰی عالم الغیب ہے جو یہ جانتا تھا کہ حاکم اول شریعتِ محمدیہ میں

تبدیلی کرے گا باغِ فدک چھیننے کے لئے جھوٹی حدیث گھڑ کر اولادِ نبیؐ کو (صدیقہ کبریٰ صاحبۂ آیتِ تطہیر وصدیقہ بروئے آیتِ مُباہلہ) کو جھٹلائے گا۔ اور وراثت سے محروم کرے گا جبکہ شریعتِ محمدیہ میں ہر ایک کو وارث بنایا گیا ہے والدین واقرباء سے ترکہ کا بلا استثناء۔ دیکھئے (النساء : ۳۳) نیز نادہندگانِ زکوٰۃ کو قتل کرے گا (خلافِ قرآن) جبکہ قتل کی سزا صرف قصاص وفساد کے لئے ہے نہ کہ عدم ادائیگی زکوٰۃ کے لئے' نیز حاکم ثانی حلالِ شریعتِ محمدیہ متعۃ النساء ومتعۃ الحج کو حرام کرے گا۔ (دیکھئے صحیح بخاری کی احادیث متعۃ النساء ومتعۃ الحج کے لئے) اور یہ لوگ یزید کے لئے راستہ ہموار کریں گے شریعتِ محمدیہ کی تنسیخ کا اور انکارِ نبوت کے لئے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ظاہر کر دیا کہ حرام و حلال کرنا صاحبِ شریعت کا کام ہے جس نے ایسا کیا گویا عملاً اس نے صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ باطل کیا اور وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ (شریعتِ محمدیہ اٹل و دین کا جزو ہے)

حیاتِ عیسیٰؑ کا مسئلہ

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (آلِ عمران : ۵۵)	جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰؑ میں تمہاری مدت پوری کرنے والا ہوں۔ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تم کو کفار (کی قربت) سے پاک کرنیوالا ہوں۔

وفات اس سے مراد مدت پوری ہونا ہے۔ یہاں مدتِ حیات مراد نہیں۔ مدتِ تبلیغِ دین پوری کرنا ہے جس کی دلیل دوسری آیت ہے۔ جس میں قتل وصلیب کی نفی مذکور ہے۔ اور موت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ

(النسآء : ۱۵۷)

اور ان کا قول ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ نہ ان کو قتل کر سکے نہ صلیب دے سکے۔

واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک گروہ نے ساحر اور زناکار کا فرزند کہا۔ حضرت عیسیٰؑ نے بددعا کی تو وہ یہودی سوٗر بنا دیے گئے۔ یہ خبر یہودیوں کے بادشاہ یہودا کو پہنچی تو اس نے یہودیوں کا اجماع کرکے یہ فیصلہ کیا کہ سب یہودی مل کر عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرکے صلیب پر چڑھا دیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کے حقوق کا واسطہ دے کر اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ انھیں یہودیوں کے شر سے بچا کر آسمان پر اٹھالے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو شب میں آسمان پر اٹھالیا گیا۔ ایک شخص جس کو عیسیٰؑ کی شبیہہ صرف صورت میں بنایا گیا تھا۔ قتل کیا گیا۔ لیکن اس کا جسم بقایا و لباس عیسیٰؑ جیسا نہ تھا۔ اس لئے یہ بات ان یہودیوں پر مشتبہ ہوگئی کہ عیسیٰؑ قتل ہو کر صلیب چڑھے یا کوئی اور۔

چار انبیاء کی طولانی زندگی بغرض مثال قائم آلِ محمد علیہ السلام

اللہ تعالےٰ نے ادریسؑ و الیاسؑ و عیسیٰؑ کو آسمانوں پر اٹھا کر اور خضرؑ کو زمین میں غائب رکھ کر طولانی زندگی بخشی ہے تاکہ غیبت میں قائم آلِ محمدؐ امام مہدی علیہ السلام کی طولانی زندگی کے لئے مثال آسمانوں و زمین میں باقی رہے۔ کوئی عجیب نہیں کہ ان چار انبیاء نے پنجتنؑ کے واسطہ کے ساتھ قائم آلِ محمدؐ کی غیبت کا واسطہ دیا ہو اور اس لئے ان کو قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام کی غیبت

اور طولانی زندگی کی مثال بنایا گیا ہو۔ (یہ انبیاؑ۔ نازل ہو کر قائم آلِ محمدؑ کی مدد کریں گے)

ابلیس ابلیس کا فردِ ملعون کی طولانی زندگی اور غیب میں رہ کر ضرر رسانی کے قائل لوگ انبیاؑ۔ و امامِ معصوم کی غیبت میں طولانی زندگی اور فیض بخش ہونے کا انکار کرنے کا کیا جواز رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ابوجہل کی طرح ضدی ہو کر جہنم کا ایندھن بنتے ہیں ان کا کوئی علاج نہیں۔

تفسیر برائے حیاتِ عیسیٰؑ

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے ہم اہلبیتؑ کے حق کی قسم دے کر نجات چاہی تو اللہ نے انھیں آسمان پر اُٹھا لیا۔ امام حسنؑ علیہ السلام سے منقول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ۲۱ ماہِ رمضان کو آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ارشادِ رسولؐ ہے کہ عیسیٰؑ کی امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہے ایک ناجی فرقہ باقی ناری و جہنمی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مہدیؑ میرے فرزندوں میں سے ہے جب وہ ظاہر ہوگا عیسیٰؑ اس کی نصرت کے لئے آسمان سے اُتریں گے اور اسکے پیچھے نماز پڑھینگے (حیاۃ القلوب)

انجیل میں ہے کہ مہدیؑ اور عیسیٰؑ مل کر دجال و شیطان کو قتل کریں گے۔ (انجیل کتاب دانیال فصل ۹ آیت ۲۴ رویائے ۲)

زبور میں ہے کہ آخری زمانے میں انصاف کا مجسمہ انسان ظاہر ہوگا اس پر ابر سایہ کرے گا ساری دُنیا موحد ہو جائے گی۔ (زبور مزمور ۱۲۰)

توریت سفر انبیاء میں ہے کہ جب مہدیؑ ظہور کریں گے عیسیٰؑ آسمان سے اُتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔